کتاب و سنت سے ماخوذ، ماہِ رمضان المبارک کے مرحلہ وار مسائل و احکام
پر مشتمل سادہ، آسان، مستند، مترتب، مختصر، جامع اور منفرد کتاب

آسان ماہِ رمضان

تالیف

ڈاکٹر حافظ نعمان احمد الحدّاد

(اسسٹنٹ پروفیسر علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، گوجرانوالہ)



نظرِ ثانی

فضیلۃ الشیخ **مولانا محمد مالک بھنڈر** حفظہ اللہ

(شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ سلفیہ مکرم مسجد، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ)

ثریا اسحاق ٹرسٹ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن

کتاب وسنت سے ماخوذ، ماہِ رمضان المبارک کے مرحلہ وار مسائل واحکام پر مشتمل سادہ، آسان، مستند، مترتّب، جامع اور منفرد کتاب

آسان ماہِ رمضان

تالِیف

ڈاکٹر حافظ نعمان احمد الحدّاد حفظہ اللہ تعالیٰ

(اسسٹنٹ پروفیسر علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، گوجرانوالہ)

نظرِ ثانی

مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ تعالیٰ

(شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ سلفیہ مکرم مسجد، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ)

نام کتاب------------------------------------- آسان ماہِ رمضان
مؤلف---------------------------پروفیسر ڈاکٹر حافظ نعمان احمد الحدّاد
اشاعت اول------------------------فروری 2025ء / شعبان 1446ھ
تعداد---500
قیمت-------------ڈیجیٹل پرنٹ امپورٹڈ کاغذ 70 گرام (380 روپے)
قانونی مشیر--------------------پروفیسر چوہدری سکندر عباس گورائیہ
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ناشر

ثریّا اِسحاق ٹرسٹ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن

نزد باغبانپورہ، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان
(03338147420/03216400497)

فہرست عناوین ومضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خصوصی مدد اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنّت کی روشنی میں لکھی گئی میری اس کتاب کا انتساب

ارضِ مقدس، مسکن ومدفن انبیاءورسل علیھم السلام۔۔۔یعنی سرزمین فلسطین کے نام۔۔۔

اس سربلند سرزمین کے نام۔۔۔جہاں صبر واستقامت، اذان بن کر گونجتے ہیں۔۔۔

ان معصوم بچوں کے نام۔۔۔جن کی مسکراہٹوں کو بارود کی گھن گرج بھی خاموش نہ کر سکی۔۔۔

ان معلوم شہداء کے نام۔۔۔جنہوں نے اپنی جانیں پیش کر کے عزت، حریت اور ایمان کی شمع روشن کی۔۔

ان نامعلوم شہداء کے نام۔۔۔جن کے لہو نے صبر اور عزیمت کی نئی تاریخ رقم کی۔۔۔

ان اسیر انِ حق کے نام۔۔۔جن کی زنجیریں اُن کے حوصلوں کو قید نہ کر سکیں۔ ۔۔

ان ماؤں کے نام۔۔۔جن کے جگر گوشے سرزمین مقدس کو لہو دے کر اس کی حرمت پر قربان ہوئے۔۔

ان پھولوں وکلیوں اور معصوم بیٹیوں کے نام۔۔۔جن کی عزت وناموس وطن پر قربان ہوئی۔۔۔

ان گمشدہ ولاپتہ قدسیوں کے نام۔۔۔جن کے خاندان ان کی راہیں تکتے تھک گئے۔۔۔

ان خوبرو جوانوں کے نام۔۔۔جو اپنے دین، وطن اور اپنی شناخت کی خاطر عزم ووفا کی داستانیں رقم کر گئے۔۔

ان زخمیوں اور اپاہج ہونیوالوں کے نام۔۔۔جو آزمائش کے طوفان میں بھی صبر کا چراغ بن گئے۔۔۔

ان ضعیف وناتواں بزرگوں کے نام۔۔۔جن کی عمر بھر کی کمائی اور سہارے ان سے گم ہو گئے ۔۔۔

اُن مظلوم قدسیوں کے نام جو امت کی بے حسی وبے وفائی کے باوجود بھی تنہائی کا شکار ہو کر ثابت قدم رہے اور ہمیں بتایا کہ صبر صرف ایک لفظ نہیں بلکہ ایمان کی سب سے روشن تفسیر ہے۔

اور اہل غزہ کیلئے بارش، گرمی اور برستی برف میں احتجاج کیلئے نکلنے والے اور ان کی امداد کیلئے سرگرم کرنیوالوں کے نام۔۔۔جو درد وکرب کے عالم میں بھی اُمت کی غیرت جگاتے رہے۔۔۔جن کی چیخیں، صدائیں، نعرے انسانیت کے ضمیر کو جگاتے رہے۔۔

حرفِ چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والی کوئی ہستی موجود ہے۔دن اور رات، سورج اور چاند، زمین اور آسمان اس بات پر شاہد ہیں کہ ان کو بنانے والا اور ان کے نظام کو چلانے والا الٰہ موجود ہے۔اسی الٰہ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے لیے عبادات کو مشروع فرمایا تاکہ انسان کامیابی حاصل کر سکے۔عبادات کے اندر اصل ارکانِ خمسہ ہیں جو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں۔ان ارکانِ خمسہ میں چوتھا رکن ماہِ رمضان کا روزہ ہے جو اس امّت میں اور اس سے قبل بھی فرض تھا۔اس روزہ کے احکام و مسائل کو آسان انداز میں بیان کرنے کے لیے ہمارے فاضل بھائی حافظ نعمان احمد الحدّاد پروفیسر نے قلم اٹھایا اور پھر اس کا حق ادا کیا۔"آسان ماہِ رمضان" کے نام سے کتاب ترتیب دی اور موضوع کا حق ادا کیا۔

اللہ پاک اس کتاب کو مصنّف اور قارئین کے لیے نفع بخش بنائے اور امّت کے لیے خیر کا سامان کر دے۔میں تمام مسلمانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اللہ پاک ہم سب کو روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

العبد

محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ تعالیٰ

(شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ سلفیہ، مکرم مسجد ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ)

فروری 2025ء / شعبان 1446ھ

نگاہِ اوّل

إن الحمد لله تعالیٰ نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم أما بعد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہی تمام تر حمد وتعریف ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور میں انہی الفاظ کے ساتھ اس کی ثناء وتوصیف کرتا ہوں جن کے لائق اس کی ذاتِ اقدس ہے۔ ان گنت ولاتعداد درود وسلام میرے آقا ومولیٰ جناب محمد ﷺ پر، جن کا امتی ہونا ہمارے لیے باعثِ اعزاز ہے اور جن کے اسوۂ کامل کی اتباع ہمارے لیے باعثِ نجات ہے۔

اسلام کے مقرر و متعین کردہ فرائض کو بجالانے پر انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ وہ انسان کی ذاتی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں، انسان کی ظاہری وباطنی اصلاح ہوتی ہے، کردار کی تعمیر، اخلاق کی تہذیب اور قلب وروح کی تطہیر ہوتی ہے۔ انہی کے زیر اثر انسانوں کے باہم معاشرتی روابط، حقوق وفرائض اور مختلف ذمہ داریوں کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں جنہیں معاشرتی احکام کی صورت میں انسان اپنا لیتے ہیں، یوں معاشرتی زندگی اور خالقِ کائنات کی پیدا کردہ سماجی حکمتوں اور مصلحتوں بھرے اہداف کا حصول یقینی ہو جاتا ہے۔ جبکہ برعکس، اللہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزیوں پر انسان نہ صرف دنیوی واخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ ذاتی زندگی کے متعدد ذاتی فوائد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

روزے اور ماہ رمضان کے فضائل وبرکات پر بے شمار اہل علم نے صدیوں پر محیط بہت کچھ لکھا ہے۔ ہمارے اسلاف صالحین کی عادت تھی کہ ماہِ رمضان کی آمد سے چھ ماہ قبل ہی اس کے حصول کی دعائیں مانگا کرتے تھے کیونکہ درحقیقت وہی اس کی حقیقی برکات سمیٹتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ سر تا پیر، روزے سے ہوتے تھے، یعنی ان کا ہر عضو روزہ رکھتا تھا اور روزے کا حق ادا کرتا تھا جس کی بدولت ان کی زندگیاں بدل گئیں اور ان کا ہر نیا دن، ان کے ماضی سے بہتر اور مستقبل کے عروج کی جانب گامزن تھا۔ آج ہم ان کے نام، ان کی کتب اور ان کے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہیں کیونکہ انہیں دیگر عبادات کی طرح روزے اور رمضان کے بھی وہ حقیقی ثمرات ملے تھے جو ہم حاصل نہیں کر پاتے، یا شاید ان میں سے بہت کم یا بعض

ہمیں ملتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم شرائط وآداب کی پابندی نہیں کرتے اور اپنے اعمال کی حفاظت کا بندوبست نہیں رکھتے۔

ماہِ رمضان اس تبدیلی کا متقاضی ہے کہ محض سرکش شیاطین اور جنّات کو ہی قید کر دینا کافی نہیں بلکہ انسان بھی اپنے خبثِ نفس، قبیح عادات اور شیطانی علامات وشر کو کنٹرول کرے اور ان کے خاتمے کی بھرپور کوشش کرے۔ اس لئے کہ اگر عبادات، عادت بن کر رہ جائیں تو روزہ صرف موروثی تقلید ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور روزے دار کے طرز عمل کا کوئی گوشہ اس سے متاثر نہیں ہوتا، جس کی بدولت صحیح روزہ سے حاصل ہونے والی برکات وفوائد سے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔

اس کتاب کی تالیف کا مقصد مسائل واحکامِ روزہ کا تکرار نہیں بلکہ یہ ہے کہ ہر مسلمان روزے کے مقاصد، مسائل، احکام اور اعمال کو نہایت آسانی سے ترتیب وار سیکھ وسمجھ لے اور اپنے سامنے عمل کو نہایت آسان پائے۔ ہر مسلمان اسے نیکیوں وبشارتوں، برکتوں و سعادتوں، رحمتوں وخوشیوں، دعاؤں والتجاؤں، صدقات وخیرات، تلاوت واذکار، دعوت و تبلیغ، جہاد وقتال، اعتکاف واستغفار، عبادت وریاضت، امن وسلامتی، خیر وبرکت، رشد وہدایت، حصولِ جنت اور آزادیٔ دوزخ کا سیزن سمجھے، بدعات وخرافات سے باہر نکلے، صالح اعمال کی تفہیم میں دشواری سے بچے، رمضان کو پوری پلاننگ کے ساتھ گزارنے کی کوشش کرے اور یہ جان لے کہ روزہ محض رسم وروٹین نہیں بلکہ ایسی عبادتِ جلیلہ ہے جس سے ایمان ویقین اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا مطلوب ومقصود ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت وفضل ہے کہ بندہ کی بے بضاعتی، کم مائیگی اور کم علمی کے باوجود یہ کتاب شائع ہو کر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کتاب میں جو بات درست اور حق ہے وہ اللہ محمود ومستعان کی طرف سے ہے اور جو کمی وکوتاہی یا غلطی ہے وہ بندہ کی طرف سے ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بَری ہیں۔ کتاب میں نہایت سادہ انداز اختیار کیا گیا ہے، کوشش کی گئی ہے کہ ہر بات مستند اور کتاب وسنت کے صحیح ترین دلائل پر مشتمل ہو۔ رمضان کے ہر عمل کو ایک ترتیب سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آیات واحادیث اور اقوال وفتاوی کو حوالہ نمبر کے ساتھ فٹ نوٹ میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اردو عبارت میں تسلسل برقرار رہے۔ حوالہ جات کو حتی المقدور اصل ماخذوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ احادیث وآثار کے نمبر درج کئے گئے ہیں، راوی کا نام اور حدیث کا حکم بھی ذکر کیا گیا ہے۔ احادیث کا مکمل متن اردو ترجمہ کے ہمراہ

فٹ نوٹ میں موجود ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس مسئلہ، حکم یا عبارت کو کہاں سے اخذ کیا گیا ہے۔

بندہ کی یہ کتاب اور دیگر تمام کتب دراصل، کالج میں دیئے گئے لیکچرز، طلبہ وطالبات کی جانب سے پوچھے گئے سوالات، مساجد وعوامی مقامات پر دیئے گئے دُروس، خطباتِ جمعہ اور عوامی سوالات کے جوابات کے تحریری سلسلہ کا ایک حصہ ہے۔ بندہ اس کتاب کی نظر ثانی کے سلسلے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک بھنڈر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا نہایت شکر گزار ہے۔ والدین اور اساتذہ کی سائبان کی سی دعاؤں اور بھائیوں وبہنوں کی نیک تمناؤں نے ہمیشہ مضبوط احساس دلایا جبکہ مطالعہ کا بھرپور وقت اور موقع دینے کے ساتھ ساتھ صحت وآرام کا خیال رکھنے والی رفیقہ حیات، امِّ ناعمہ کا بھی بے حد شکریہ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ یہ عملِ قلیل، لوجہ اللہ مقبول ہو اور اس کا اجر، جزیل ہو اور بندہ کے لیے باعثِ صدقہ جاریہ ہو۔ (آمین)

ایں دعاء از من وجملہ جہاں آمین باد

العبد
ڈاکٹر حافظ نعمان احمد الحدّاد
پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج، گوجرانوالہ
(03338147420)

فروری 2025ء/شعبان 1446ھ

ماہِ شعبان کے روزے اور ماہِ رمضان کی تیاری

ماہِ شعبان۔ وجہ تسمیہ:

اسلامی ہجری سال کا آٹھواں مہینہ شعبان ہے۔ شعبان کا معنی بکھرنا اور پھیلنا ہے۔ اس کو شعبان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب اس مہینے میں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بکھر جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل عرب حرمت والے مہینے رجب کے بعد جنگ وجدال کیلئے منتشر ہو جاتے تھے۔[1]

ماہِ رمضان سے پہلے ماہِ شعبان کے روزے:

رمضان سے پہلے شعبان کا مہینہ، روزے رکھنے کے اعتبار سے بڑی فضیلت والا ہے۔لہذا اس مہینے میں روزے رکھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ ماہِ شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے۔[2] یوں آپ ﷺ سارے سال میں شعبان اور رمضان، دونوں مہینوں کے لگاتار روزے رکھتے تھے۔یعنی ماہِ شعبان کے بکثرت روزے اور ماہِ رمضان کے مکمل روزے رکھا کرتے تھے۔[3]

---

[1] یہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: وسمی شعبان لتشعبهم فی طلب المیاہ أو فی الغارات بعد أن یخرج شهر رجب الحرام وهذا أولى من الذی قبله وقیل فیه غیر ذلك۔(فتح الباری، باب صوم شعبان، 4/ 213)

[2] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ، فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ ۔۔۔(بخاری: 1970)۔ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ کہ رسول اللہ ﷺ شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے، شعبان کے پورے دنوں میں آپ ﷺ روزہ سے رہتے تھے۔

[3] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ. وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ. وَلَمْ أَرَهُ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ كُلَّهُ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلاَّ قَلِيلاً۔(مسلم: 1156)۔ ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ کس طرح روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ بعض اوقات نبی ﷺ اتنے روزے رکھتے تھے کہ ہم کہتے تھے اب نبی ﷺ روزے رکھتے ہی رہیں گے اور بعض اوقات اتنے ناغے کرتے کہ ہم کہتے تھے اب نبی ﷺ ناغے ہی کرتے رہیں گے اور میں نے جس کثرت کے ساتھ نبی ﷺ کو شعبان میں روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے، کسی اور

نصف شعبان کے بعد روزے:

نصف شعبان، یعنی 15 تاریخ کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دیں کیونکہ 16 شعبان سے روزے رکھنا ممنوع ہے۔[4] البتہ نصف شعبان کے بعد صرف وہی لوگ روزے رکھیں جو اپنی روٹین سے روزے رکھ رہے ہیں، مثلا سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنے والا شخص، اپنے روزے جاری رکھ سکتا ہے۔ وہ شخص بھی روزے جاری رکھ سکتا ہے جس نے رمضان کے سابقہ روزوں کی قضاء دینی ہو۔ وہ بھی روزے رکھ سکتا ہے جس نے قسم یا نذر کے روزے پورے کرنے ہوں۔ اور ایسا شخص بھی روزے رکھ سکتا ہے جو سنّت کو پورا کرتے ہوئے بکثرت روزے رکھنا چاہے، بشرطیکہ وہ رمضان کے روزوں کے لئے کمزور یا بیمار نہ پڑ جائے۔[5]

استقبالِ رمضان کے روزوں کی ممانعت:

1۔استقبالِ رمضان کا روزہ کیا ہے؟ رمضان المبارک شروع ہونے سے ایک یا دو دن قبل، روزہ رکھا جاتا ہے، اسے استقبالِ رمضان کے روزے کہتے ہیں۔ یہ روزے رکھنا درست نہیں۔ ان روزوں کو رکھنے کی اجازت صرف اس شخص کیلئے ہے جو حسب عادت (روٹین میں) پہلے سے ہی روزے رکھ رہا ہو۔[6]

مہینے میں نہیں دیکھا، ﷺ اس کے صرف چند دن کو چھوڑ کر تقریبا پورا مہینہ ہی روزہ رکھتے تھے۔؛ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنھا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلاَّ شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ۔(ترمذی: 736، صحیح)۔ترجمہ: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو لگاتار دو مہینوں کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے شعبان اور رمضان کے۔(مقصود شعبان کے 30 روزے نہیں بلکہ مراد بکثرت روزے ہیں)۔

4 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِنْ شَعْبَانَ فَلاَ تَصُومُوا ۔(ترمذی: 738، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نصف شعبان باقی رہ جائے (یعنی نصف شعبان گزر جائے) تو روزہ مت رکھو۔

5 عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلاَّ فِي شَعْبَانَ ۔(بخاری:1950، مسلم: 1146)۔ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے ذمہ رمضان کے (چھوڑے ہوئے) روزے ہوتے تھے جن کو شعبان کے علاوہ رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہوتی تھی (کیونکہ باقی مہینوں میں آپ ﷺ کے ساتھ مصروف رہتی تھی)۔

6 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَ يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ

2۔یومِ شک کا روزہ: آغازِ رمضان کے احتیاط کے طور پر کچھ لوگ شعبان کی 30 تاریخ کو روزہ رکھ لیتے ہیں کہ شاید یہ دن رمضان کا ہو، اسے یومِ شک کا روزہ کہتے ہیں۔ یہ روزہ شرعی طور پر درست نہیں۔ [7]

آمدِ رمضان کے اثبات کیلئے فلکی حساب یا سائنسی اندازے معتبر نہیں:

دخولِ رمضان کو ثابت کرنے کیلئے فلکی حساب اور سائنسی اندازے لگانا، اور ان پر عمل کرنا شرعی طور پر معتبر نہیں۔ بلکہ اس معاملے میں چاند کی رؤیت کو بنیاد بنانا، شریعت کے مقاصد کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ چاند دیکھنا ایک عام اور کھلا عمل ہے جو ہر جگہ سے ہر عام وخاص کیلئے ممکن ہے۔ پھر دین اسلام کا یہ حکم سب کیلئے فطری اور قابل عمل بھی ہے اور یہ کسی خاص علم یا مہارت کا محتاج بھی نہیں۔ اس کے برعکس قمری مہینوں کے ثبوت کو فلکی یا سائنسی حساب سے جوڑنے پر عام لوگوں، جو علمِ فلکیات اور علمِ حساب سے ناواقف ہیں، کیلئے مشکل پیدا ہوتی ہے۔ شریعت کا مقصد مشکل کی بجائے آسانی پیدا کرنا ہے، اس لئے یہ فلکی یا سائنسی

يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ۔ (بخاری: 1815؛ مسلم: 1082)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے، روزہ مت رکھے، سوائے اس شخص کے جو پہلے سے ہی (اپنی روٹین میں) روزے رکھ رہا ہو، تو (صرف) وہ اس دن کا روزہ رکھے۔

[7] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: لاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلاَلَ، وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ۔ (بخاری: 1807؛ مسلم: 1080)۔ ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: "تم لوگ چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع نہ کرو اور چاند دیکھے بغیر رمضان ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کرلو۔" ؛عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَوْ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاَثِينَ۔ (بخاری: 1909؛ مسلم: 1081)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر بادل ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔"؛عن ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لاَ نَكْتُبُ وَلاَ نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلاَثِينَ۔ (بخاری: 1814؛ مسلم: 1080)۔ ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم تو ایک امّی قوم ہیں، لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے بتایا) یعنی کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔"

طریقہ (اس ضمن میں) شریعت کے (آسانی والے) مزاج کے خلاف ہے۔[8]

ماہِ شعبان میں ماہِ رمضان کی تیاری کا طریقہ :

1۔ ماہِ شعبان، بنیادی طور پر رمضان کی تیاری کا مہینہ ہے۔ اس لئے ماہِ شعبان میں اپنی نیت کو خالص کریں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، نیکی کی عادت ڈالیں، بُرائی اور گناہ سے نفرت کرنا سیکھیں، دعاؤں اور اذکار کو اپنا معمول بنائیں، دلوں و دماغوں کو پاک وصاف کریں اور رمضان کو پانے کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق مانگیں۔ اسی طرح رمضان کے خصوصی اور امتیازی مسائل واحکام سیکھیں، اپنا نظام الاوقات بنائیں، رمضان کی پوری پلاننگ کریں اور سونے اور جاگنے کی روٹین سیٹ کریں۔

2۔ نیز ماہِ شعبان میں رمضان کے سحر وافطار کیلئے راشن جمع کریں اور رمضان کا پورا مہینہ گزارنے اور پھر عید الفطر منانے کیلئے سارا سازو سامان اور شاپنگ، اسی مہینے میں کر لیں۔ جبکہ رمضان میں یکسو ہو کر اللہ کی عبادت، قرآن کی تلاوت، ذکر واذکار اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں۔

---

8 مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/132۔133؛ مجموع فتاوی لابن باز، 15/112؛ نیز اس ضمن میں احادیث پچھلے حوالے میں گزر چکی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے آغاز واختتام کا حکم چاند دیکھنے پر معلق ہے۔ چاند نظر آجائے تو ٹھیک ورنہ 30 دن پورے کئے جائیں۔ کیونکہ رؤیت ایک واضح اور فطری طریقہ ہے جسے عام لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور اس میں دین کے معاملے میں کسی کو اشتباہ نہیں رہتا۔ تبھی آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے مہینے کے دن بتائے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے شعبان کے تیس دن پورے کرنے کا حکم دیا۔ فلکی ماہرین یا نجومیوں سے رجوع کرنے کی تلقین نہیں کی۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ وتابعین میں قمری مہینوں کے تعین کیلئے فلکی حساب پر اعتماد نہیں کیا گیا۔ نیز حدیث میں لفظ ''رؤیت'' ایک مفعول کے ساتھ آیا ہے جس سے مراد آنکھ کا دیکھنا ہے نہ کہ محض سائنسی علم یا حساب سے۔ صحابہ نے بھی اس ''رؤیت'' کو آنکھ سے دیکھنا ہی سمجھا ہے، وہ لوگ عربی زبان اور مقاصدِ شریعت کو بعد والوں سے زیادہ جانتے تھے۔ (مجموع فتاوی لابن باز، 15/109)؛ اس مسئلہ پر اہل علم کا اجماع ہے۔ مجموع فتاوی لابن باز، 15/109۔111؛ احکام القرآن للجصاص، 1/250؛ بدایۃ المجتہد لابن رشد، 1/283۔284؛ تفسیر القرطبی، 2/293

ماہِ رمضان کی آمد سے قبل

صوم کیا ہے؟

صَامَ یَصُوْمُ سے مصدر ''صَوْمٌ'' ہے جس کا معنی، لغوی طور پر ''رُک جانا'' ہے، جیسے کسی چیز کا چلتے ہوئے رک جانا، مثلاً انسان کا بولتے ہوئے رک جانا، گھوڑے کا دوڑتے ہوئے رک جانا، ہوا کا چلتے ہوئے رک جانا وغیرہ۔ اسی طرح ایک جگہ پر ثابت قدم رہنا اور چپ رہنا بھی اس کے معانی ہیں۔ لفظ صوم کی جمع صیام ہے۔[9] جبکہ اصطلاحِ شرع میں ''صَوْمٌ'' کے معنیٰ، اللہ کے حکم پر (اس کے قرب کے حصول کیلئے) طلوع فجر سے غروب آفتاب تک، کھانے، پینے اور جماع (ازدواجی تعلق قائم کرنے) سے رک جانے کے ہیں۔[10] سادہ الفاظ میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والی اشیاء کو اللہ کی عبادت سمجھتے ہوئے چھوڑ دینا، صوم (روزہ) کہلاتا ہے۔

شرعی حکم کے اعتبار سے صوم کی اقسام:

صوم (روزہ) کی شرعی حکم کے اعتبار سے، شریعت کی جانب سے حکم دیئے جانے اور منع کئے جانے کی بنیاد پر، دو قسمیں ہیں[11] :

پہلی قسم: وہ روزہ جس کو رکھنے حکم شریعت میں دیا گیا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

اوّل: واجب صوم (فرض روزہ): اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

---

9 ۔۔۔ والصيام أصله في اللغة الإمساك وترك التنقل من حال إلى حال ويقال للصمت صوم لأنه إمساك عن الكلام ومنه {إني نذرت للرحمن صوما} أي إمساكا عن الكلام ۔۔۔ (فتح القدير للشوكاني، 1/179)

10 ۔۔۔ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۔۔۔ ۞ (البقرة: 2: 187) ۔۔۔ اب تمہیں ان سے مباشرت کی اجازت ہے اور اللہ کی لکھی ہوئی چیز (اولاد) کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو ۔۔۔

11 بدایۃ المجتہد لابن رشد، 2/45 ؛ البحر الرائق لابن نجیم، 2/277؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/15

1۔ وہ روزہ جس کا واجب ہونا مکلَّف (احکامِ شریعت کا مخاطب انسان) کی کسی خاص وجہ یا خاص عمل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ جیسے ماہِ رمضان کے روزے۔[12]

2۔ وہ روزہ جو مکلف کے اپنے کسی عمل یا سبب کی بنا پر واجب ہوتا ہے۔ جیسے نذر، کفّارہ اور قضاء کے روزے۔

مستحب صوم (نفلی روزہ): اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

1۔ مطلَق نفل روزے: یعنی وہ نفل روزے جن کیلئے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا گیا بلکہ عمومی طور پر روزہ رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ جیسے ''صومِ داوٗدی'' یعنی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا۔

2۔ مقیّد نفل روزے: یعنی وہ نفل روزے جن کیلئے شریعت نے کوئی خاص وقت مقرر کیا ہو۔ جیسے شوال کے چھ روزے، پیر اور جمعرات کا روز، یومِ عرفہ کا روزہ، یومِ تاسُوعاء (9 محرم) یا یومِ عاشوراء کا روزہ۔

دوسری قسم: وہ روزہ جس کو رکھنا، شریعت میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کی بھی دو اقسام ہیں:

1۔ حرام: جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا۔ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

2۔ مکروہ: کچھ روزے مکروہ ہوتے ہیں جیسے حاجی کیلئے میدانِ عرفات میں یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا۔

وجہ تسمیہ رمضان:

لفظ ''رَمَضَانُ'' رَمَضَ سے مشتق ہے۔ جو باب ضَرَبَ یَضْرِبُ، نَصَرَ یَنْصُرُ اور سَمِعَ یَسْمَعُ سے ''فَعَلَانُ'' کے وزن پر مصدر ہے لیکن مصدر ہونے کے باوجود یہ اسمِ علم کے طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے لفظ ''قرآن'' ہے جس کے معنی اسم علم کے طور پر مستعمل ہوتے ہیں۔ لفظ رمضان کے مادّہ ''رَمَضَ''، ''رَمَضٌ'' اور ''رَمَضَاء'' میں سخت گرمی و تپش کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے رمضان کا معنی ہے ''سخت گرم ہوا''۔ جیسے سخت گرم زمین یا زمین کا گرم ہونا، سخت گرم دن یا دن کا گرم ہونا، ریت پر گرم دھوپ کا پڑنا، دھوپ کی شدت وحدّت، گرمی کی شدت سے کسی کا جلنا اور نیزے کی نوک کو تیز کرنا وغیرہ۔ لفظ ''رمضان'' کی جمع رمضانات، رماضین، ارمِضاء اور ارمضہ ہوتی ہے۔[13]

---

12 التمہید لابن عبد البر، 22/148؛ المجموع للنووی، 6/248

13 لسان العرب، 7/162؛ المنجد، صفحہ: 408؛ المفردات فی غریب القرآن، 1/ 203؛ القاموس المحیط، 2/33؛ مجمع

رمضان کی وجہ تسمیہ میں اختلافات:

رمضان، کو رمضان کیوں کہا جاتا ہے؟ اس حوالے سے اہل علم کے مابین اختلاف موجود ہے اور اس اختلاف کا تذکرہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "فتح الباری" میں کیا ہے۔[14] ماہ رمضان اگرچہ ہمیشہ ایک ہی موسم یعنی گرمیوں میں نہیں آتا بلکہ چند سالوں کے بعد کبھی سردیوں میں بدل جاتا ہے اور کبھی معتدل موسم میں ، لیکن چونکہ اس کا نام سخت گرمیوں کے زمانے میں رکھا گیا تھا اس لیے موسم کی تبدیلی کے باوجود اس کا نام رمضان ہی رہا۔ بہر حال اس کی وجہ تسمیہ کے اختلاف کے حوالے سے یہاں چند اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

1۔ رمضان میں روزہ دار حالت روزہ میں بھوک و پیاس کی حدت اور شدت محسوس کرتا ہے، اس لئے اسے رمضان کہا جاتا ہے۔[15]

2۔ اس ماہ میں سورج کی گرمی کے سبب، زمین، ریت اور پتھر وغیرہ سخت گرم ہو جاتے ہیں جس سے اونٹوں کے بچوں اور انسانوں کے پاؤں جلنے لگتے ہیں، اس لئے اہل عرب نے لغت قدیمہ میں اس مہینہ کا نام، رمضان رکھ دیا یعنی پاؤں جلانے والا مہینہ۔[16]

3۔ رمضان کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب عربوں نے قدیم لغت سے ان مہینوں کے نام منتقل کئے تو انہیں اوقات اور زمانوں کے ساتھ موسوم کر دیا (یعنی جس موسم میں جو مہینہ آیا اس کا اسی مناسبت سے نام تجویز کیا گیا) جن میں وہ اس وقت واقع ہوئے تھے۔ اتفاقاً رمضان ان دنوں سخت گرمی کے موسم میں آیا تھا۔ اس لئے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔[17]

4۔ اس کو رمضان اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ یہ شدید گرمی کے جلانے کی طرح اللہ کی رحمت،

البیان فی تفسیر القرآن، 1/275

14 فتح الباری، 4/146

15 لسان العرب، 7/162

16 غنیۃ الطالبین (اردو)، 2/377، نعمانی کتب خانہ، لاہور۔

17 مرقاۃ المفاتیح، لملّا علی قاری، 6/243؛ القاموس المحیط، 2/190۔؛ لسان العرب، 7/160؛ زاد المسیر، 1/143

بخشش اور مغفرت کی وجہ سے (مسلمانوں کے) گناہوں کو بھی جلا کر ختم کر دیتا ہے۔ یا اس میں بھوک وپیاس کے احساس کے ساتھ پیٹ کو جلانے کی مماثلت، موجود ہے۔[18]

5۔ یہ مہینہ انسانوں کے دلوں کو گرماتا ہے جس سے دل نصیحت پکڑتے ہیں اور آخرت پر غور وفکر کرتے ہیں، جیسے ریت اور پتھر سورج کی حرارت جذب کرلیتے ہیں۔[19]

6۔ ماہ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ گناہوں سے جسم کو دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو پاک صاف کر دیتا ہے۔[20]

7۔ اس مہینے میں عرب لوگ اپنے ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے تاکہ شوال میں حرمت والے مہینوں سے قبل ان ہتھیاروں کے ذریعے لڑا جاسکے۔ تو اس مہینے میں ہتھیار تیز کرنے کی وجہ سے اسے رمضان کہاجانے لگا(کیونکہ رمض کا معنی تیز کرنا بھی آتا ہے)۔[21]

8۔ لفظ رمضان، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے، اس لئے اسے ماہِ رمضان (یعنی اللہ کا مہینہ) کہاجاتاہے۔[22]

9۔ رمضان، رمض سے ماخوذ ہے جو اس بارش کا نام ہے جو موسم خریف (خزاں/پت جھڑ) میں برستی ہے۔ تو اس مہینہ کا نام رمضان اس سبب سے ہوا کہ وہ ایمانداروں کے جسموں کو گناہوں سے دھو ڈالتا ہے اور ان کے دلوں کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف کر دیتاہے۔[23]

ماہِ رمضان کے دیگر نام:

---

18 غنیۃ الطالبین (اردو)، 2/378؛ فتح الباری: 4/146؛ تفسیر قرطبی، 2/286؛ القاموس المحیط، 2/330

19 غنیۃ الطالبین (اردو)، 2/378؛ تفسیر قرطبی، 2/286

20 ایضا: 2/378

21 تفسیر قرطبی، 2/268

22 غنیۃ الطالبین (اردو)، 2/377

23 ایضا: 2/378

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رمضان کے ساٹھ (60) نام ہیں۔[24] ماہ رمضان کے چند معروف نام درج ذیل ہیں:

1۔ ماہ رمضان کا قدیم نام جو دورِ جاہلیت میں معروف تھا، وہ "ناتق" تھا۔[25]

2۔ انجیل وغیرہ کتب میں رمضان کا ایک نام "أَلْحِطَّةُ" بھی ہے کیونکہ یہ روزے دار کے گناہ گرا دیتا ہے۔[26]

3۔ حدیث میں اسے "شهرالصبر" یعنی صبر کا مہینہ بھی کہا گیا ہے۔[27]

4۔ دوسری حدیث میں اسے "شهرمبارك" یعنی مبارک مہینہ کہا گیا ہے۔[28]

5۔ تیسری حدیث میں اسے "شهرالصوم" یعنی روزے کا مہینہ کہا گیا ہے۔[29]

6۔ چوتھی حدیث میں اسے "شهرعظيم" اور" شهرالمُواساة" کہا گیا ہے۔[30]

7۔ ہمارے ہاں اسے "ماہِ رمضان" ، "ماہِ صیام"(روزوں کا مہینہ)اور "شہر القرآن" یعنی قرآن کا مہینہ، کہا جاتا ہے۔

ماہِ رمضان کے تاریخی فضائل اور تدریجی حالات:

1۔ قرآن مجید میں " رمضان" نام کا تذکرہ:

ماہ رمضان، اسلامی سال کا نواں قمری مہینہ ہے۔ ماہ رمضان کے متعدد فضائل میں سے بعض تاریخی ہیں۔

---

24 فتح الباری، 7/133، لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان ناموں کی تفصیل بیان نہیں کی بلکہ یہ فرمایا ہے کہ ابو الخیر طالقانی نے اپنی کتاب "حظائر القدس" میں یہ ساٹھ نام ذکر کئے ہیں۔

25 فتح القدیر للشوکانی، 1/182

26 تاج العروس، 19/203

27 نسائی : 2408، صحیح ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

28 ایضا: 2106، صحیح، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

29 ابن ماجہ: 1683، صحیح، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

30 ایضا: 1887، ضعیف، عن سلمان رضی اللہ عنہ

جیسے اسلامی مہینوں میں صرف رمضان وہ واحد مہینہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے۔[31]

2۔ تمام الہامی کتب کا نزول:

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید سمیت تمام آسمانی کتب کو نازل کیا گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی رات کو نازل ہوئے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تورات چھ رمضان کو نازل ہوئی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل رمضان کے تیرہ دن گزر جانے کے بعد (یعنی چودہ رمضان) کو نازل ہوئی، سیدنا داؤد علیہ السلام پر زبور اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید چوبیس دن گزرنے کے بعد (یعنی پچیس) رمضان کو نازل ہوا۔[32]

3۔ قرآن مجید کا لوح محفوظ سے زمین پر نزول:

قرآن مجید پہلی مرتبہ، ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل نازل کر دیا گیا اور اسے آسمانِ دنیا کے ایک مقام "بیت العِزّۃ" میں رکھ دیا گیا۔ جہاں سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے اوامر ونواہی اور قرآنی احکامات کو، جناب رسول اللہ ﷺ پر، تھوڑا تھوڑا کر کے وحی کی شکل میں، نازل کیا اور تقریباً تئیس سال کی مدت میں اس نزول کو مکمل کیا۔[33]

---

31 شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنْزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَی وَالْفُرْقَانِ۔۔۔ ۞(البقرۃ:2: 185)۔ ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔۔۔

32 عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: نزَلَتْ صُحُفُ إبراهيمَ عليه الصَّلاةُ والسَّلامُ أوَّلَ ليلةٍ مِن رمَضانَ، وأُنزِلَتِ التَّوراةُ لِستٍّ مضَيْنَ مِن رمَضانَ، وأُنزِلَ الإنجيلُ لثلاثَ عَشْرةَ خلَتْ مِن رمَضانَ، وأُنزِلَ الزَّبُورُ لثمانَ عَشْرةَ خلَتْ مِن رمَضانَ، والقُرْآنُ لأربعٍ وعِشرينَ خلَتْ مِن رمَضانَ۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ: 2900)۔؛(مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: فتح القدیر للشوکانی، 1/183)

33 فقال أنزل القرآن جملة واحدة من اللوح المحفوظ فی ليلة القدر من شهر رمضان إلى بيت العزة فی السماء الدنيا، ثم نزل به جبريل عليه السلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم نجوما فی ثلاث وعشرين سنة۔ (تفسیر معالم التنزیل للبغوی، 1/198)

4۔ مسلمانوں پر فرضیتِ روزہ کا سال:

مسلمانوں پر پہلی مرتبہ ہجرت کے بعد اٹھارویں مہینے کے آغاز پر اور تحویل قبلہ کے بعد، شعبان 2ھ میں، ماہِ رمضان کے روزے رکھنا فرض قرار دیا گیا۔[34] آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں شعبان 2ھ سے ربیع الاول 11ھ تک 9 مرتبہ رمضان آیا اور آپ ﷺ نے 9 مرتبہ رمضان کے روزے رکھے۔

5۔ روزہ کی تین حالتیں:

روزے کی پہلی حالت یہ تھی کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے ہر ماہ ایامِ بیض کے تین روزے اور عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ أَيَّامًا مَعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"[35] نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض فرما دیئے۔ روزے کی دوسری حالت یہ تھی کہ ابتدائی طور پر حکم تھا کہ جو روزے رکھنا چاہے رکھ لے، جو نہیں رکھنا چاہتا وہ فدیہ دیدے یہ اس کیلئے کافی ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ"[36] نازل فرما کر حکم دیدیا کہ ہر مقیم اور صحت مند شخص روزہ ضرور رکھے

---

[34] وكان مبدأ فرض صوم رمضان بعد ما صرفت القبلة إلى الكعبة بشهر في شعبان وفي رأس ثمانية عشر شهراً من الهجرة۔۔۔(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 6/ 399)۔ ترجمہ: رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کا آغاز ہجرت کے اٹھارویں مہینے کے شروع میں شعبان کے ایک مہینے میں کعبہ کی طرف نماز کا رخ بدلنے کے بعد ہوا۔۔۔

[35] ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم بچ جاؤ (یعنی پرہیز گار بن جاؤ)۔ گنے ہوئے چند دنوں میں، پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرۃ:2: 183-184)

[36] ترجمہ: لہذا جو شخص اس مہینے کو (اپنی زندگی میں) پائے اس پر لازم ہے کہ اس (پورے مہینے) کے روزے رکھے۔ (البقرۃ:2: 185)

جبکہ مریض اور مسافر رخصت سے فائدہ اٹھائے اور روزہ نہ رکھ سکنے والا بزرگ بطور فدیہ کھانا کھلائے۔روزے کی تیسری حالت یہ تھی کہ ابتداء میں کھانا، پینا اور جماع رات کو سونے اور عشاء کی نماز سے پہلے پہلے کرنا جائز تھا۔ اگر کوئی سو گیا یا عشاء کی نماز پڑھ لی تو پھر ساری رات کھانا پینا اور جماع کرنا ممنوع ہو گیا۔بعد ازاں کچھ واقعات ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسانی فرماتے ہوئے تیسری حالت کو منسوخ فرما کر آیت " أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ "[37] کے تحت طلوع فجر تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت مرحمت فرمادی۔[38]

مسلم ممالک میں مقامی روایتی طور پر استقبالِ رمضان:

مسلم ممالک میں مقامی سطح پر استقبال رمضان کی کئی ایک (ثقافتی) روایات ہیں۔ مثلاً رمضان کے فانوس لگانا، قمقوں کے ذریعے زیبائش کرنا اور جھنڈیاں وغیرہ لگانا۔اسی طرح سحری وافطاری کے اعلانات کرنا یا اطلاع کیلئے سائرن یا ڈھول وغیرہ بجانا۔[39] رمضان کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارکباد دینا اور گلے لگانا۔رمضان پیکج کے نام سے لوگوں کو اشیائے خورد ونوش سستے یا مناسب داموں پر فروخت کرنا، اشیائے ضروریہ کی رمضان سَیل لگانا اور مساکین وفقراء کے مابین راشن تقسیم کرنا۔

ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیّت اور روزہ کن پر فرض ہے؟

[37] ترجمہ: روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز (اولاد) کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے (اذانِ فجر کا وقت ہو جائے)۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔ (البقرۃ:2: 187)

[38] فتح القدیر، 1/181، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والبراء بن عازب رضی اللہ عنہ؛ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، 6/243

[39] سائرن اور ڈھول ڈھمکا وغیرہ جیسے انداز شرعی طور پر درست نہیں ہیں۔ان سے احتراز بہتر ہے۔

ماہِ رمضان کو پاکر اس میں روزے رکھنا، قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے ہر عاقل وبالغ (مکلّف)، مقیم[40] اور تندرست (قادر) مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔[41] روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں اور فرائض میں سے ایک ہے[42] جس کی صرف فرضیت کو تسلیم کرلینا ہی کافی نہیں بلکہ عملی طور پر پورے مہینے کے روزے بھی رکھنے ہونگے۔[43] اس لئے ہر عاقل وبالغ (مکلّف) مقیم اور تندرست (قادر) مسلمان پر ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز، زکوۃ اور حج فرض ہے۔[44] کافر روزہ نہیں

---

40 امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقیم پر روزے کی فرضیت کے حوالے سے اجماع موجود ہے۔(مراتب الاجماع، صفحہ:39؛ المحلّیٰ،6/160)

41 ۔۔۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔۔۔ ۞(البقرۃ:2: 185)۔ترجمہ:۔۔۔لہذا جو شخص اس مہینے کو (اپنی زندگی میں) پائے اس پر لازم ہے کہ اس (پورے مہینے) کے روزے رکھے۔۔۔

42 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنهما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَالْحَجِّ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔(بخاری:8)۔ترجمہ:سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (پہلی چیز کلمہ شہادت ہے یعنی) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (دوسری چیز) نماز قائم کرنا (تیسری چیز) زکوۃ ادا کرنا (چوتھی چیز) حج کرنا (پانچویں چیز) رمضان کے روزے رکھنا۔

43 عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ الصَّلَاةِ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا قَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ الصِّيَامِ قَالَ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا۔۔۔(نسائی:2090، صحیح)۔ترجمہ: سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی پراگندہ بالوں کے ساتھ، جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: پانچ (وقت کی) نمازیں، اِلاَّ یہ کہ تم کچھ نفل پڑھنا چاہو۔ پھر اس نے کہا: مجھے بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ماہ رمضان کے روزے، اِلاَّ یہ کہ تم کچھ نفلی (روزے) رکھنا چاہو۔۔۔

44 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۞(البقرۃ:2: 183)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے

رکھتا اور نہ ہی اسلام قبول کر لینے کے بعد اس پر قضا واجب ہے۔ اول و آخر تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ روزہ، اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور یہ مکلف سے سوائے معتبر شرعی عذر کے، ساقط نہیں ہو سکتا۔

عاقل اور بالغ کون شمار ہوگا؟

1۔ عاقل انسان: اس سے مراد وہ انسان ہے جس کا ذہنی توازن درست ہو۔ کیونکہ پاگل، مجنون، دیوانہ یا ذہنی مریض جیسے انسان پر روزہ فرض نہیں، اس کا روزہ صحیح ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی فدیہ ہے۔[45]

2۔ مجنون کا مسئلہ: چونکہ عقل، عبادت کی صحت کی شرط ہے اس لئے روزے کی نیت کر کے دن بھر جنون لاحق رہا، مغرب کے بعد صحتیاب ہوا تو روزہ نہیں ہو گا۔[46] یا صحیح حالت میں روزہ رکھ کر جنون لاحق ہو جائے تو روزہ صحیح نہیں ہو گا اور نہ ہی اس دن کی قضا ہو گی، کیونکہ جنون کے زمانے میں روزوں کی قضا نہیں۔[47] اگر دن کے وقت جنون ختم ہو جائے تو بقیہ دن کھانے پینے سے رکے گا کیونکہ اب وہ مکلف ہو چکا

تاکہ تم بچ جاؤ (یعنی پرہیز گار بن جاؤ)۔

45 عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ ۔(ترمذی: 1423، صحیح/اس حدیث کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں)۔ ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین طرح کے لوگ مرفوع القلم ہیں (یعنی قابل مواخذہ نہیں ہیں): سونے والا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ سمجھ بوجھ والا نہ ہو جائے۔

46 اس حوالے سے فتاویں دیکھیں: مالکیہ (الشرح الکبیر للدردیر، 1/522)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/251؛ روضۃ الطالبین للنووی، 2/370؛ حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج للھیتمی، 3/415)، حنابلہ (الانصاف للمرداوی، 3/207)۔

47 فتاوی دیکھیں: شوافع (فتح العزیز للرافعی، 6/432؛ المجموع للنووی، 6/254)، حنفیہ (البحر الرائق، 2/313؛ الدر المختار، 2/432)، حنابلہ (الانصاف للمرداوی، 3/208؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/314)؛ یہی فتوی ابن منذر (الأوسط، 4/396)، ابن حزم (المحلّٰی، 4/365)، ابن باز (مجموع فتاوی، 15/206) اور ابن عثیمین (لقاء الباب المفتوح، لقاء نمبر: 149) کا ہے۔

ہے۔[48]

3۔عَتَہ (ذہنی کمزوری) کامسئلہ: مَعتوہ شخص، جس کی عقل ناقص ہو مگر مکمل جنون نہ ہو (یعنی نہ پورا عاقل ہو نہ پورا مجنون) پر بھی روزہ اور قضا نہیں ہے کیونکہ وہ مجنون کے حکم میں ہے۔[49]

4۔خَرَف (بوجہ بڑھاپا، عقل ختم ہوجانا): جس شخص کی عقل اور سمجھ بوجھ بڑھاپے کی وجہ سے ختم ہو جائے، اس پر بھی روزہ ہے نہ قضا،[50] کیونکہ وہ شعور اور تمیز (فرق) سے محروم ہو چکا ہے۔

5۔اِغماء (بے ہوشی): دن بھر بے ہوش شخص کا روزہ صحیح نہیں، اس پر قضا لازم ہے ۔[51] دن کے کسی حصے میں ہوش میں آجانے پر روزہ صحیح ہے اور قضا نہیں ہے۔[52] یہی حکم اس شخص کا ہے جسے آپریشن کی وجہ سے بیہوش کیا جائے گا ۔[53]

6۔یادداشت ختم ہوجانا: جس شخص کی یادداشت مکمل طور پر ختم ہو جائے اس پر روزہ فرض نہیں کیونکہ وہ شرعی طور پر غیر مکلف (جیسے چھوٹا بچہ) کے حکم میں ہے۔[54]

---

48 فتاوی دیکھیں: حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 3/104؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/363؛ البحر الرائق لابن نجیم، 2/311-313)، حنابلہ (المغنی لابن قدامہ، 3/163؛ مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/109،)، نیز شیخ ابن عثیمین کا بھی ہی فتوی ہے (الشرح الممتع، 6/334)۔

49 اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ (التمھید لابن عبد البر، 23/120؛ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، 29/276)۔

50 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/323؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/77

51 دیکھیں فتاوی: مالکیہ (حاشیہ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی، 1/457؛ الفواکہ الدوانی للنفراوی، 2/723)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/255)، حنابلہ (الانصاف للمرداوی، 3/207)، اہل علم کا اجماع (المغنی لابن قدامہ، 3/115)، نیز دیکھیں: (کشاف القناع للبھوتی، 2/314)۔

52 دیکھیں فتاوی: شافعیہ (المجموع للنووی، 3/346-347)، حنابلہ (منتھی الارادات، 2/19 ؛ المغنی لابن قدامہ، 3/116)، نیز دیکھیں: (کشاف القناع للبھوتی، 2/314)۔

53 المجموع للنووی، 6/255؛ لقاء الباب المفتوح لابن عثیمین، لقاء نمبر: 3

54 فتاوی لجنہ دائمہ، مجموعہ ثانیہ، 5/16؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/85)؛ بچے کے حکم کے حوالے سے سیدنا علی کی حدیث گزر چکی۔

7۔علاماتِ بلوغت: بلوغت، تین علامتوں میں سے کسی ایک ذریعہ سے، ثابت ہو جاتی ہے۔اول احتلام یا کسی اور طریقے سے مَنی کا خروج، دوم شرمگاہ کے قریب سخت بالوں کا اُگنا اور سوم عمر کے پندرہ سال مکمل ہونا۔اگر عورت ہے تو اس کیلئے مزید ایک اور علامت کا اعتبار بھی ہو گا اور وہ ہے حیض (ماہواری)۔اگر کسی لڑکی کو دس سال یا اس سے قبل، حیض شروع ہو جائے تو وہ بالغہ شمار ہو گی اور اس پر روزہ رکھنا فرض ہو گا۔نابالغ پر روزہ فرض نہیں اور نہ ہی اس کی طرف سے کوئی فدیہ ہے۔[55]

بچے کب روزہ رکھیں؟

1۔نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں مگر اسے روزے کی عادت ڈالیں: نابالغ بچے پر روزہ فرض نہیں لیکن اگر اسے عادت ڈالنے کیلئے روزہ رکھوایا جائے تو بہتر ہے[56] کیونکہ صحابہ کرام اپنے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوایا کرتے تھے اور رونے کی صورت میں ان کی توجہ مبذول کروانے کیلئے کھلونوں سے بہلایا کرتے تھے۔[57]

---

[55] عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ۔(ترمذی: 1423، صحیح/اس حدیث کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں)۔ترجمہ:سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے لوگ مرفوع القلم ہیں (یعنی قابل مواخذہ نہیں ہیں): سونے والا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ سمجھ بوجھ والا نہ ہو جائے۔

[56] حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفی الحدیث حجة علی مشروعیة تمرین الصبیان علی الصیام کما تقدم لأن من کان فی مثل السن الذی ذکر فی هذا الحدیث فهو غیر مکلف۔(فتح الباری، 4/257)۔ترجمہ:یعنی اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے، اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔

[57] عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ، مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ، قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ، أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ۔(بخاری: 1960)۔ترجمہ:سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ عاشورہ کی صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورے کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ربیع نے

2۔دس سال کی عمر میں روزہ رکھوائیں: ماہ رمضان میں یہ عمومی مشاہدہ ہے کہ بڑوں کو روزہ رکھتے دیکھ کر بچے بھی روزہ رکھنے کی تمنا و کوشش کرتے ہیں مگر ان کے والدین ان کو ایسا کرنے سے روکتے ہیں، حتیٰ کہ اگر بچے روزہ رکھ لیں تو والدین انہیں پورا نہیں کرنے دیتے۔ جو بچہ سات سال کی عمر تک پہنچ جائے اسے نماز سکھانے کا حکم ہے اور دس سال کی عمر میں اگر وہ نماز نہیں قائم کرتا تو اسے سزا بھی دی جاسکتی ہے۔[58] یہ مسئلہ صرف نماز سے متعلق نہیں بلکہ لباس و جسم کی طہارت، روزہ اور دیگر شرعی احکامات سے متعلق بھی ہے۔ اس لئے روزہ رکھ سکنے والے بچوں کو روزہ نہ رکھوانا، والدین کی غفلت ہے۔ اس کے برعکس دس سال کا بچہ گھر، سکول، کھیل کے میدان، سیر و تفریح، گلی و محلہ اور معاشرتی رسوم و رواج بالخصوص موبائل اور سوشل میڈیا پر پوری طرح متحرک نظر آتا ہے لیکن والدین کی ناجائز شفقت کا مظاہرہ اسی وقت ہوتا ہے جب روزہ یا کوئی شرعی کام سر انجام دینے کی نوبت آتی ہے، تب سمجھا جاتا ہے کہ یہ تو ابھی بچہ ہے۔

3۔ نابالغ بچہ، اگر دورانِ رمضان بالغ ہو جائے: اہل علم (مذاہبِ اربعہ)[59] کا اتفاق ہے کہ ماہِ رمضان کے اندر جو بچہ بالغ ہو جائے گا وہ باقی دنوں کے روزے رکھے گا۔ اس پر پہلے دنوں کی قضا لازم نہیں ہو گی۔

کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آ جاتا۔

58 عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد:495، حسن صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (ترک نماز پر) مارو۔ اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دو۔

59 فقہائے اربعہ جیسے حنفیہ (حاشیہ الطحطاوی، صفحہ:421؛ بدائع الصنائع للکاسانی، 2/87)، مالکیہ (مواهب الجلیل للحطاب، 3/328؛ شرح الزرقانی علی مختصر خلیل، 2/349)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/353؛ نهایة المحتاج للرملی، 3/187)، حنابلہ (المبدع لابن المفلح، 2/415؛ کشاف القناع للبهوتی، 2/309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/162؛ الشرح الکبیر لشمس الدین ابن قدامہ، 3/15) اور دیگر اہل علم (المغنی لابن قدامہ، 3/162) کا فتوی، نیز اہل علم کا اجماع (المجموع للنووی، 6/253؛ حاشیہ الطحطاوی، صفحہ:421) اسی مسئلہ پر ہے۔

دوران رمضان اگر کوئی نابالغ دن کے وقت بالغ ہو گا تو اس دن کا بقیہ حصہ، رمضان اور روزہ داروں کے لحاظ میں اور روزے کا اہل ہونے کی وجہ سے، کچھ بھی نہیں کھائے پیئے گا، نیز اس پر کسی قسم کی قضا نہیں ہو گی۔[60]

روزوں کی فرضیّت کا مقصد اور حکمت:

ماہ رمضان اور روزہ رکھنے کا مقصد محض بھوکا اور پیاسا رہنا نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد تقوی (خوفِ خدا) کا حصول[61] اور جنت میں داخلہ ہے۔[62] اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی اُمّتوں پر بھی روزے رکھنا فرض قرار دیا تھا اور اُمّتِ محمدیہ ﷺ پر بھی، ماہِ رمضان کے روزے رکھنا فرض ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمان، ایک پورا مہینہ ایمان و تقوی کی تربیت حاصل کریں۔ یہ تربیت یا ٹریننگ بڑی صبر آزما ہے، اس کو سمجھنے کیلئے تصور کرلیں کہ 100 افراد پر مشتمل ایک گروہ کو ایک میدان میں پورا ایک مہینہ، صبح فجر سے لے کر مغرب تک مختلف چیزوں یا مہارتوں کی تربیت / ٹریننگ دینی ہے۔ اب صبح سے لے کر شام تک موسم کے لحاظ سے بارہ سے سولہ گھنٹے کا وقت ہے جو بغیر کچھ کھائے اور پیئے انہوں نے گزارنا ہے۔ ایک مہینے کی ایسی طویل، صبر آزما، سخت اور مسلسل تربیت کے بعد وہ کس قدر مضبوط اور ماہر تربیت یافتہ بن جائینگے۔ روزہ داروں کو بھی

---

60 اس سلسلہ میں حنفیہ (البحر الرائق لابن نجیم، 2/ 310، 313؛ مجمع الانھر لشیخی زادہ، 1/ 373؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/ 363)، حنابلہ (المغنی لابن قدامہ، 3/ 162؛ الشرح الکبیر لشمس الدین ابن قدامہ، 3/ 15؛ الانصاف للمرداوی، 3/ 200)، ابن تیمیہ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/ 109) اور ابن عثیمین (الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/ 334) کے فتاوی موجود ہیں۔

61 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۞ (البقرۃ: 2: 183)۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم بچ جاؤ (یعنی پرہیز گار بن جاؤ)۔

62 عن أبي أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: اتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔ (ترمذی: 616، صحیح)۔ ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خطبہ حجۃ الوداع میں یہ فرماتے سنا، آپ نے فرمایا: لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اپنی پانچ نمازیں قائم کرو، اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو، اپنے اموال میں سے زکوۃ ادا کرو، اپنے اولوا الامر (امیر) کی اطاعت کرو، (تو نتیجہ کے طور پر) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اسی طرح تقوی وپرہیز گاری کی تربیت دی جاتی ہے کہ وہ ایک مقررہ وقت پر اٹھیں، سحری کھائیں، صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے کی حلال چیزوں کو چھوڑ دیں، اپنے نکاح میں موجود حلال بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرنے سے بھی رک جائیں، دن بھر میں نمازوں کی پابندی کریں، اپنی زبان، آنکھوں، کانوں اور شرمگاہ کا محتاط استعمال کریں اور غروب آفتاب پر افطاری کر کے اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھیں۔

اسی طرح تراویح کی نماز میں قرآن کی تلاوت سنیں، اذکار ونوافل اور تلاوت کا اہتمام کریں، سب سے الگ تھلگ ہو کر اعتکاف کریں اور ایک ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب ایک رات میں حاصل کرنے کیلئے حصولِ شب قدر کیلئے تگ ودو کریں۔ پھر محتاجوں کی مدد کرتے ہوئے اور ان کو عید الفطر کی خوشیوں میں شریک کرتے ہوئے، ان پر اپنا مال خرچ کریں۔ یوں دل ودماغ کی پاکیزگی، نفس پر کنٹرول، عادات میں تبدیلی، خلوت وجلوت میں بُرائی سے نفرت اور حلال وحرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے اور انسان عبادات کا دلدادہ اور گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

روزوں کے انفرادی واجتماعی فوائد وثمرات اور انسانی زندگی ومعاشرے پر اثرات:

ماہ رمضان میں روزوں کی پابندی کے انفرادی واجتماعی فوائد وثمرات اور انسان زندگی اور معاشرے پر اس کے اثرات درج ذیل ہیں:

1۔ شیاطین کی جکڑ بندی اور تقوی کا حصول:

ماہِ رمضان کے آغاز پر سرکش قسم کے شیطانوں اور جنّوں کو قید کر دیا جاتا ہے[63]، دوزخ کے دروازے بند جبکہ آسمان، جنت اور خیر کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے۔[64] اس اہتمام کا مقصد ابن آدم کے جسم میں

---

63 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ۔۔۔(ترمذی:682، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنّ، زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔۔۔

64 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔(بخاری: 3277+1899؛ مسلم: 2496)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خون کی طرح گردش کرنے والے شیطان کے اثر و نفوذ کو کم کرنا، روزے داروں کو نیکی کی طرف مائل کرنا، انہیں امور خیر پر آمادہ کرنا اور انہیں گناہوں سے دور رکھنا ہے۔ تا کہ ان میں تقویٰ و خوفِ خدا پیدا ہو جائے، وہ نیکی کے عادی اور برائی سے متنفّر ہو جائیں، متوازن زندگی گزارنا سیکھیں اور اپنے آپ کو نظم و ضبط کے دائرے میں لائیں۔

2۔ ضبطِ نفس:

روزے کے ذریعے فرد کو اپنے نفس پر ضبط و کنٹرول حاصل کرنے میں بہت مدد ملتی ہے جس سے خواہشات کا داعیہ کمزور ہو جاتا ہے، اور نیکی کا داعیہ قوت پکڑتا ہے۔ جب خواہشات نفس پر قابو پانے کی صلاحیت حاصل ہو جائے تو خیر و نیکی کے دروازے کھلتے ہیں اور برائی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ نفس کو خواہشات سے روک کر انسان میں پوری طرح سعادت حاصل کرنے اور اخروی پاکیزگی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

3۔ تعمیر سیرت:

ایک ماہ روزہ رکھنا، انسان کی سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل نو، میں مدد فراہم کرتا ہے۔ جب ظاہری و باطنی طور پر نیکی کا ماحول قائم ہوتا ہے تو انسان کی انفرادی اور معاشرتی زندگی میں مثبت تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

4۔ پابندئ وقت:

رمضان کا پورا مہینہ، مسلم معاشرے میں سب لوگ سحر و افطار اور نمازوں کے اوقات کی پابندی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ پابندی آہستہ آہستہ انسانی مزاج اور طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے اور ایک ماہ کی عملی تربیت حاصل کر کے ہر کام، وقتِ مقررہ پر کرنا اچھا لگتا ہے اور اس کی عادت پڑ جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں کس دیا جاتا ہے۔

5۔گناہوں سے ڈھال:

ایک ماہ کے دوران جب ہر جانب نیکی کا ماحول ہوتا ہے تو انسان کو خلوت و جلوت میں گناہ کرتے ہوئے ڈر اور شرم محسوس ہوتی ہے۔ یوں روزہ انسان کیلئے گناہوں سے ڈھال بن جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی روزے کو ڈھال قرار دیا ہے۔[65] اس ڈھال کا استعمال کرنے سے روزے دار کے سابقہ تمام گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جبکہ گناہوں کا ارتکاب، اس ڈھال میں چھید اور سوراخ کر دیتا ہے جس سے انسان عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔

6۔ایثار وہمدردی:

روزہ انسان کو ایثار و ہمدردی سکھاتا ہے کیونکہ رمضان ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے۔ اس جذبہ کے تحت انسان معاشرے میں بھوک وافلاس کے خاتمے کیلئے سرگرم ہو جاتا ہے اور غرباء اور مساکین کی مدد میں لگ جاتا ہے۔ انسان اللہ کے حکم سے، اپنے پاس میسر نعمتوں اور دیگر چیزوں کے استعمال سے بھی رک جاتا ہے تو اسے خود ان کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے۔ پھر اس کے اندر ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی وایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو ان نعمتوں اور چیزوں سے محروم ہیں۔

7۔اطاعت الٰہی:

روزہ دار ہر حال میں ہر لمحہ، اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سیکھتا ہے اور حلال چیزوں کے استعمال سے غروب آفتاب تک رک کر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

8۔رضامندی اور قربِ الٰہی کا حصول:

ماہ رمضان میں روزے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے، انسان کو اللہ کا قرب، فضل ورحمت اور رضامندی حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان کی ایک نیکی کا بدلہ کئی سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے، حتی کہ

---

65 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:۔۔۔وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ۔۔۔ (بخاری: 1904؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔۔۔اور روزہ ڈھال ہے۔۔۔

فرشتے بھی روزہ دار کے روزے کا اجر وثواب لکھنے سے قاصر رہتے ہیں[66] اور روزوں کی پابندی کی وجہ سے روزے داروں کو، روز قیامت، جنت کے ایک سپیشل دروازے "باب الریّان" سے گزار کر جنت میں لے جایا جائیگا۔[67]

9۔ دعاؤں کی قبولیت:

روزہ رکھنے والے پورا مہینہ چونکہ گناہوں کی بجائے خیر کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور انہیں اللہ کا قرب اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس لئے ان کی دعائیں خصوصی طور پر قبول کی جاتی ہیں۔[68]

10۔ قناعت کا جذبہ:

حالتِ روزہ میں انسان، کھانے پینے کی تمام حلال چیزوں کے استعمال سے رک جاتا ہے اور کم سے کم غذا پر اکتفاء کرتا ہے جس سے قناعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یوں انسان جائز امور میں خود کو محدود کرتا ہے، تھوڑے پر گزارہ کرنا اور دوسروں پر خرچ کرنا سیکھتا ہے۔

---

66 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي۔۔۔ (مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کا ہر عمل بڑھا یا جا تا ہے۔ نیکی دس گنا سے ساتھ سو گنا تک (بڑھا دی جا تی ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ میری خاطر اپنی خواہشات اور اپنا کھا نا پینا چھوڑ دیتا ہے۔۔۔

67 عَنْ سَهْلٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لاَيَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ۔۔۔ (بخاری: 1797؛ مسلم: 1152) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریّان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن صرف روزہ دار اس سے (گزر کر) داخل ہونگے، ان کے سوا کوئی اور اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔۔۔

68 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ۔۔۔ثَلاَثَةٌ لاَ تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ۔۔۔ (ترمذی: 2526، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔۔۔ تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، عادل بادشاہ، روزہ دار جب وہ روزہ افطار کرتا ہے دعائے مظلوم۔۔۔

11۔صبر و شکر:

ایک مہینہ مسلسل روزے رکھ کر انسان میں صبر و تحمل اور برداشت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان دن بھر بھوک وپیاس کی شدت برداشت کرنے کے بعد جب افطار کے وقت ٹھنڈا میٹھا پانی پیتا ہے اور اللہ کی میسر نعمتیں کھاتا ہے تو اس میں شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔یوں روزے دار ایک ماہ کی تربیت حاصل کرتے ہوئے، اللہ کی اطاعت پر قائم رہ کر، گناہوں سے بچ کر اور ناگوار حالات سے گزر کر صبر کرنا سیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح موافق حالات کو پاکر اور میسر نعمتوں سے فائدہ اٹھاکر وہ شکر کرنا سیکھ لیتا ہے۔ انسان میں نعمتوں کی قدر دانی پیدا ہو جاتی ہے۔

12۔اجتماعی اخوت و مساوات :

ماہ رمضان میں سب مسلمان ایک ساتھ ، بھوک وپیاس برداشت کرتے ہیں ، ایک ساتھ عبادت کی طرف مائل ہوتے ہیں، ایک وقت پر ہی افطار کرتے ہیں اور معاشرتی یا ملکی یا بین الاقوامی سطح پر اس مہینے کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے تقریبا ایک جیسا ہی پروٹوکول دیتے ہیں، اس لئے اکثر وبیشتر ہر جگہ ایک جیسا منظر ہی نظر آتا ہے، امیر وغریب کی تقسیم ختم ہو جاتی ہے اور اجتماعی اخوت و مساوات کی ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس کا مظاہرہ اقوام عالم میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

13۔انفاق فی سبیل اللہ:

یہ مہینہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مہینہ ہے اس لئے جناب رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں اس قدر زیادہ اور بکثرت صدقہ وخیرات فرماتے تھے کہ صحابہ کرامؓ نے اسے تیز آندھی سے تشبیہ دی تھی۔[69] یہی وجہ

---

[69] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔(بخاری:6؛ مسلم:2308)۔ترجمہ:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ خیر و بھلائی میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور جب رمضان میں جبریلؑ آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ کی سخاوت بڑھ جاتی، وہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تو نبی ﷺ انہیں قرآن سنایا کرتے تھے، جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ خیر و بھلائی اور سخاوت کرنے میں کھلی ہوا (تیز رفتار آندھی) سے

ہے کہ ماہ رمضان میں دنیا بھر کے مسلمان اپنی تجوریوں کے منہ غرباء، مساکین، مظلومین کی ضروریات کی تکمیل اور سحر وافطار پروگراموں کیلئے کھول دیتے ہیں۔ فطرانہ کی ادائیگی کا اہتمام ہوتا ہے تاکہ نادار لوگ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوں۔ اکثر لوگ اپنی زکوۃ بھی ماہِ رمضان میں ادا کرتے ہیں تاکہ بے تحاشا اجر وثواب کے مستحق بن سکیں۔

14۔ بکثرت خیر وبرکات کو سمیٹنا:

ماہ رمضان کو، مبارک مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی مہینے میں ایک مبارک رات ہے جسے "لیلۃ القدر" اور "لیلۃ مبارکۃ" بھی کہتے ہیں، یہ بڑی قدر ومنزلت والی، بہت بابرکت، اور بڑی ہی امن وسلامتی والی رات ہے ۔اور یہی وہ رات ہے جو ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اور یہی وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید کا نزول ہوا۔[70] روزے دار شخص عبادت، تلاوت اور قیام اللیل کے ذریعے ان تمام خیر وبرکات سے مستفید ہوتا ہے اور رحمت وبخشش کے تمام مواقع سے فائدہ اٹھاتا ہے جس سے اس کی دنیوی اور اخروی زندگی سنور جاتی ہے اور اس کے معاملاتِ زندگی میں بے شمار مثبت تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

15۔ دوزخ سے آزادی کا پروانہ ملنا:

اللہ تعالیٰ کے ہاں اصل کامیاب صرف وہ شخص ہے جسے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔[71] ماہ رمضان میں روزے دار کو روزانہ کی بنیاد پر دوزخ سے آزادی کا یہ موقع ملتا ہے۔[72] اس کے باوجود بھی، جو

بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

70 القدر:97: 1-5

71 ۔۔۔فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۔۔۔﴿(آل عمران: 3: 185)۔ترجمہ:۔۔۔جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے، بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔۔۔

72 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ ۔۔۔ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔(ترمذی: 682، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے

شخص دوزخ سے آزاد ہو کر جنت کا پروانہ حاصل نہ کر پائے، وہ سب سے بڑا بدبخت شمار ہوتا ہے۔[73]

16۔ثواب میں برکت:

دوسرے مہینوں کی نسبت رمضان میں کیئے ہوئے نیک اعمال کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ایک نیکی کئی سو گناہ بڑھ جاتی ہے،[74] حتی کہ رمضان میں کیا گیا عمرہ، اجر وثواب میں، حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ بلکہ رمضان میں عمرہ کرنے والا جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کرنے کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔[75]

17۔روحانی فوائد:

دل روشن وپاک ہوتا ہے، دل میں گداز پیدا ہوتا ہے اور ہدایت ملتی ہے، باطنی پاکیزگی، نیت کی اصلاح اور

ہیں۔۔۔اور کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ، جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور یہ (آزادی ملنا رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے۔"

73 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ۔۔۔(ترمذی:3545، حسن صحیح)۔ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ شخص مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اس شخص کی بھی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آیا اور اس کی مغفرت ہوئے بغیر وہ مہینہ گزر گیا۔۔"

74 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ ۔۔۔ (مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے۔نیکی دس گنا سے ساتھ سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)۔۔۔"

75 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا أُمُّ سِنَانٍ ، مَا مَنَعَكِ أَنْ تَكُونِي حَجَجْتِ مَعَنَا؟ قَالَتْ نَاضِحَانِ كَانَا لأَبِي فُلاَنٍ ـ زَوْجِهَا ـ حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلَى أَحَدِهِمَا وَكَانَ الآخَرُ يَسْقِي عَلَيْهِ غُلاَمُنَا. قَالَ: فَعُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً. أَوْ حَجَّةً مَعِي۔(مسلم: 1256 ؛ بخاری: 1782)۔ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاری عورت جسے ام سنان رضی اللہ عنہا کہا جاتا تھا، پوچھا: "تجھے ہمارے ساتھ حج کرنے سے کس چیز نے روکا؟" اس نے جواب دیا، ابو فلاں (یعنی اس کا خاوند) کے پاس دو ہی پانی لانے والے اونٹ تھے، ان میں سے ایک پر اس نے اور اس کے بیٹے نے حج کا ارادہ کیا، دوسرے پر ہمارا غلام (باغ کو) پانی پلاتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: "ماہ رمضان میں عمرہ کرنا، حج کے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔"

اللہ کا ڈر حاصل ہوتا ہے، عبادت واطاعت میں اخلاص اور لذت کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ غصہ، غرور اور کبر کا خاتمہ ہوتا ہے اور طبع میں عجز وانکسار پیدا ہوتا ہے۔ غفلت کا خاتمہ ہوتا ہے، ضبط نفس اور قوت ارادی کی تربیت ہوتی ہے۔ خواہشات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے، قوتِ ملکیہ قوی اور قوتِ حیوانیہ کمزور ہوتی ہے۔ میدانِ محشر کی پیاس اور اہل دوزخ کی بھوک کا تصور ذہن میں تازہ ہوتا ہے۔ جنسی تعلقات کی سرکشی اعتدال پر آجاتی ہے اور پوشیدہ امراض دور ہوتے ہیں۔ عمل کی محبت پیدا ہوتی ہے، رحمت ومغفرت حاصل ہوتی ہے اور جہنم سے نجات کی امید پیدا ہوتی ہے۔ مشقت پر صبر وشکر کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

18۔ طبّی وجسمانی فوائد:

دیگر اسلامی عبادات کی طرح، ماہِ رمضان میں روزہ رکھنا، طبی لحاظ سے بہت مفید ہے۔ اسے بدنی زکوۃ بھی قرار دیا گیا ہے۔ کم کھانا، معدے اور اس کے متعلق اعضاء کو آرام دینا اور معدے کا زیادہ وقت خالی رہنا، ایسی عادات ہیں جن کی بدولت بہت ساری بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے، کئی بیماریوں کے خطرات واثرات زائل ہوتے ہیں، ظاہری وباطنی قوتوں کو محفوظ رکھنے کیلئے زہریلے وفاسد مادّوں کا اخراج ہوتا ہے، موٹاپے کا خاتمہ ہوتا ہے، ظاہری جوارح کی حفاظت ہوتی ہے، جسمانی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دل اور تمام جسمانی اعضاء کو وہ تمام قوّتیں واپس ملتی ہیں جو مختلف طریقوں سے صرف ہو جاتی ہیں۔ نیز سحری وافطاری میں معقول غذا، مناسب نیند کی روٹین اور موسم کے موافق احتیاط برتنے سے رمضان المبارک میں جسمانی، ذہنی اور میٹابولک اعتبار سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلا:

1۔ وزن اور چربی میں کمی واقع ہونا اور موٹاپے کا خاتمہ۔

2۔ شوگر کے خطرات کم ہوتے ہیں اور ٹرائیگلسرائیڈز میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔

3۔ دل اور خون میں صحت مندی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، بلڈ پریشر کا کنٹرول بہتر ہوتا ہے اور برا کولیسٹرول کم ہوتا ہے۔

4۔ ذہنی تناؤ اور دباؤ کم ہو جاتا ہے، سکون حاصل ہوتا ہے اور دماغی صحت بہتر ہوتی ہے۔

5۔ خلیات کی صفائی وستھرائی ہو جاتی ہے اور بیماریوں کے خلاف دفاعی نظام مضبوط ہوتا ہے۔

6۔ نفسیاتی طور پر بہتری پیدا ہوتی ہے، جذباتی توازن پیدا ہوتا ہے، موڈ میں بہتری آتی ہے۔

روزے کی حقیقت:

روزہ متقیوں کی لگام، مجاہدوں کی ڈھال اور اَبرار و مُقربین کیلیئے ورزش ہے۔ اور تمام اعمالِ صالحہ میں روزہ ہی ایسا عمل ہے جو رب العالمین کیلیئے مخصوص ہے کیونکہ روزہ دار رضائے الٰہی کی خاطر اپنا کھانا پینا اور خواہشات ترک کرتا ہے اور اللہ کی محبت کیلیئے ساری چیزوں کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔ گویا روزہ ایک معاہدہ اور راز ہے جو صرف بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے۔ لوگ ظاہری طور پر کھانا پینا ترک کرنے سے آگاہ ہو سکتے ہیں مگر اپنے معبود کی خاطر یہ سب چھوڑنا ایک ایسی چیز ہے جس سے کوئی انسان واقف نہیں اور یہی روزے کی حقیقت ہے۔[76]

روزے کے تین درجات:

روزے کے تین درجات میں سے ادنی درجہ یہ ہے کہ انسان، کھانے پینے اور جماع سے رک جائے۔ اوسط درجہ یہ ہے کہ انسان، اپنے اعضاء وجوارح کو گناہوں اور نافرمانیوں سے پاک اور باز رکھے۔ روزے کی قبولیت کیلیئے یہ ایک بنیادی شرط بھی ہے۔ اعلٰی درجہ یہ ہے کہ انسان، اپنے نفس کو اللہ کے سوا ہر چیز سے روک لے یعنی غیر اللہ کا خیال تک اس کے دل ودماغ میں باقی نہ رہے۔[77]

مریض، مُسافر، مجاہد اور مُضطرّ (مرد وخاتون) کا روزہ:

1۔ حالِ مرض اور حالتِ سفر میں روزہ رکھنا: ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، مریض اور مسافر پر بھی فرض ہے لیکن حالتِ مرض اور حالتِ سفر میں ان کو روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے، سہولت وآسانی سے رکھ سکیں تو اجازت ہے، ورنہ ان پر کسی قسم کا کوئی کُفّارہ نہیں ہے۔[78] لیکن ماہِ رمضان کے بعد (سال بھر میں)

---

76 مختصر زاد المعاد لابن قیمؒ (اردو)، صفحہ: 93، مطبوعہ سعودی عرب، طبع ثالث: 1427ھ

77 شرح عین العلم وزین الحلم لملا علی قاری، 1/170۔171

78 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبْ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ۔ (بخاری: 1845؛ مسلم: 1118)۔ ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے (تو ہم میں بعض روزہ رکھ لیتے تھے)۔ تو روزہ دار، روزہ نہ رکھنے والے کو عیب کی نظر سے نہیں دیکھتا تھا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا، روزے دار کو عیب کی نظر سے دیکھتا تھا۔؛ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللهِ

اِن چھوڑے ہوئے روزوں کو (اگلے شعبان تک[79]) رکھنا ہو گا اور (قضا دیتے ہوئے) گنتی پوری کرنی ہو گی۔[80] اِن روزوں کی قضا میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ اِن کی قضا میں تسلسل واجب نہیں ہے (یعنی مسلسل روزے رکھنے کی بجائے کبھی رکھ لیں کبھی چھوڑ دیں)۔

2۔حالتِ مرض اور حالتِ سفر میں روزہ توڑنا: اگر کسی مسافر نے روزہ رکھ بھی لیا ہے تو دوران سفر، دن کے کسی بھی حصے میں کچھ پی کر روزہ توڑ سکتا ہے، اسے اجازت ہے۔ سفر میں تکلیف ومشقت برداشت

صلی اللہ علیہ وسلم فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ صَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔(بخاری: 1846)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے رمضان میں (فتح مکہ کا) سفر شروع کیا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ روزے سے تھے لیکن جب مقام عسفان پر پہنچے تو پانی طلب فرمایا۔ دن کا وقت تھا اور آپ نے وہ پانی پیا تاکہ لوگوں کو دکھلا سکیں پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے روزہ نہیں رکھا اور مکہ میں داخل ہوئے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سفر میں (بعض اوقات) روزہ بھی رکھا تھا اور بعض اوقات روزہ نہیں بھی رکھا۔ اس لیے (سفر میں) جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

[79] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ ۔(بخاری:1950؛ مسلم: 1146)۔ ترجمہ: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے ذمہ رمضان کے (چھوڑے ہوئے) روزے ہوتے تھے جن کو شعبان کے علاوہ رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہوتی تھی (کیونکہ باقی مہینوں میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مصروف رہتی تھی)۔

[80] ۔۔۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔۔۔ ۞(البقرة:2: 184)۔ ترجمہ: ۔۔۔ پس جو شخص تم میں سے مریض ہو یا کسی سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرے۔۔۔؛ ۔۔۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔۔۔ ۞(البقرة:2: 185)۔ ترجمہ: ۔۔۔ اور جو کوئی مریض ہو یا کسی سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا، اور اس لئے (یہ طریقہ تم کو بتایا جارہا ہے) تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو۔۔۔

کر کے روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ یہی معاملہ مریض کا ہے۔[81]

3۔ مستقل مسافر کا روزہ: ایسے مسافر جن کا سفر تقریبا مستقل نوعیت کا ہو، جیسے ہوائی جہاز کا پائلٹ، ٹرین، ٹرک اور بسوں کے ڈرائیور اور اسی طرح دیگر پیشہ ور مسافر، لیکن ان کا ایک مستقل شہر، یا ایک مستقل گھر یا ٹھکانہ ہو جہاں وہ (سفر ختم کر کے یا چھٹی پر واپس) آتے جاتے ہوں، تو حالتِ سفر میں[82] ان کیلئے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔[83] اس لئے کہ بوجہ سفر، اللہ تعالیٰ نے روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے اور اس اجازت

---

81 عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَرَأَى زِحَامًا ، وَرَجُلاً قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ: مَا هَذَا ؟ فَقَالُوا صَائِمٌ . فَقَالَ : لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔ (بخاری: 1844؛ مسلم: 1115)۔ ترجمہ: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے تو آپ نے ایک رش دیکھا کہ ایک آدمی پر لوگوں نے سایہ کیا ہوا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ (سفر سے نڈھال) ایک روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی (اچھا کام) نہیں ہے۔‘‘؛ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ ۔۔۔ (بخاری: 1846)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں (فتح مکہ کا) سفر شروع کیا۔ آپ ﷺ روزے سے تھے لیکن جب مقام عسفان پر پہنچے تو پانی طلب فرمایا۔ دن کا وقت تھا اور آپ نے وہ پانی پیا تاکہ لوگوں کو دکھلا سکیں پھر آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا اور مکہ میں داخل ہوئے۔۔۔

82 ۔۔۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۔۔۔ ۞ (البقرۃ: 2: 184)۔ ترجمہ: ۔۔۔ پس جو شخص تم میں سے مریض ہو یا کسی سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) تعداد پوری کرے۔۔۔؛ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

83 امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ويُفطِرُ مَن عادتُه السَّفَرُ إذا كان له بلدٌ يأوي إليه ۔۔۔ فإنَّهم يَقصُرون. وأما إذا نزلوا بشتاهم ومَصيفهم لم يُفطِروا ولم يَقصُروا، وإن كانوا يتتبَّعون المراعيَ۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/213)۔ ترجمہ: جس شخص کی عادت ہی سفر کرنے کی ہو، اگر اس کا کوئی ایسا شہر یا جگہ ہو جہاں وہ واپس آکر رہتا ہو، تو وہ سفر کی حالت میں روزہ توڑ سکتا ہے۔ جیسے وہ تاجر جو خوراک اور دوسری اشیاء لا کر بیچتا ہے، اور جیسے وہ کرایہ دار (سواریاں یا جانور کرائے پر دینے والا) جو تاجروں وغیرہ کے ساتھ سفر کرتا ہے، اور جیسے ڈاک پہنچانے والا جو مسلمانوں کے مفاد کے لیے سفر کرتا ہے، اور اسی طرح ملاح (کشتی چلانے والا) جس کا خشکی پر کوئی ٹھکانا ہو جہاں وہ رہتا ہو۔ لیکن جو شخص ایسا ہو کہ کشتی ہی میں اس کی بیوی بھی ہو، اور اس کا سارا سامان اور ضروریات بھی وہیں ہوں، اور وہ مسلسل سفر ہی میں رہتا ہو، تو ایسا شخص نہ نماز قصر کرے گا اور نہ

کو کسی خاص قسم کے سفر کے ساتھ مشروط نہیں کیا(یعنی یہ شرط نہیں رکھی کہ سفر عارضی ہو یا مستقل یا کبھی کبھار)۔ [84] البتہ اگر کوئی شخص مستقل طور پر گاڑی، جہاز یا ٹرین میں رہتا ہو اور کسی جگہ کو وطن نہ بناتا ہوں، اس کو یہ اجازت نہیں ہے۔ واضح رہے کہ بعد میں چھوڑے گئے روزوں کی قضا بھی دینی ہو گی۔

4۔جدید اور آرام دہ سواریوں میں سفر کرنیوالا مسافر: عہد جدید میں آرام دہ سواریوں(جیسے ہوائی جہاز، ٹرین، بہترین گاڑیاں وغیرہ) پر سفر کرنیوالے مسافر کا حکم بھی وہی ہے جو دیگر مسافروں کا ہے۔ یعنی اسے، بوجہ سفر، روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن بعد میں چھوڑے گئے روزوں کی قضا دینی ہو گی۔ [85]

5۔مخصوص حالات میں خواتین کا روزہ: حائضہ، حاملہ (جسے نقصان کا اندیشہ ہو)، نفاس والی اور دودھ پلانے والی (بشرطیکہ وہ دودھ پلانے کے دوران روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کرے) خواتین کا شمار بھی مریضوں میں ہو گا۔انہیں رمضان کے بعد (اگلے شعبان تک)اپنے چھوڑے گئے روزوں کی قضا دینی ہو گی۔ [86]

روزہ توڑے گا۔اسی طرح صحرائی لوگ، جیسے عربوں، کردوں اور ترکوں کے بدو، جو سردیوں میں ایک جگہ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دوسری جگہ چلے جاتے ہیں، جب وہ اپنے سردیوں کے ٹھکانے سے گرمیوں کے ٹھکانے کی طرف، یا گرمیوں کے ٹھکانے سے سردیوں کے ٹھکانے کی طرف کوچ کر رہے ہوں، تو وہ نماز قصر کریں گے (اور روزہ بھی چھوڑ سکتے ہیں)۔ لیکن جب وہ اپنے سردیوں یا گرمیوں کے ٹھکانے پر ٹھہر جائیں تو نہ وہ روزہ چھوڑیں گے اور نہ نماز قصر کریں گے، اگرچہ وہ چراگاہوں کی تلاش میں ہی کیوں نہ گھومتے ہوں۔؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/141

84 مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/141

85 امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ويجوزُ الفِطرُ للمُسافِرِ باتِّفاقِ الأمَّةِ، سواءٌ كان قادرًا على الصِّيامِ أو عاجزًا، وسواءٌ شَقَّ عليه الصَّومُ أو لم يشُقَّ؛ بحيث لو كان مسافرًا في الظِّلِّ والماءِ ومعه مَن يَخدمُه جاز له الفِطرُ والقَصرُ۔(مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/210)۔ترجمہ: مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے، اور اس پر پوری امت کا اتفاق ہے، چاہے وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، روزہ رکھنا اس کے لیے مشکل ہو یا بالکل آسان ہو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص سفر میں ہو، سائے میں رہے، پانی میسر ہو اور اس کے ساتھ خدمت کرنیوالا بھی موجود ہو۔تب بھی اسے روزہ چھوڑنے اور نماز قصر کرنے کی اجازت ہے۔؛ مجموع فتاوی لابن باز، 15/235

86 عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ الْمُسَافِرِ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ وَعَنْ الْحُبْلَى

6۔حائضہ خاتون کے مسائل: اگر کسی خاتون کو روٹین کی ماہواری ختم ہو جانے اور غسل کر کے پاک ہو جانے کے بعد بھی، قطرے آجائیں جیسے زرد اور گدلا پانی آنا، تو اسے حیض شمار نہیں کیا جائیگا، اس لئے خواتین ایسی حالت میں نماز اور روزے کو جاری رکھیں۔[87] البتہ ماہواری کے دوران اگر زرد اور گدلا پانی آئے تو اسے حیض ہی شمار کیا جائے گا۔ مثلاً اگر سات دنوں کی بجائے پانچ دن میں ماہواری ختم ہو جائے اور اس کے بعد زرد یا گدلا پانی آنا شروع ہو جائے، تو اسے بھی حیض ہی سمجھا جائے گا، اس میں نماز پڑھی جائیگی نہ ہی روزہ رکھا جائیگا جب تک سات دن (یا اتنے دن جتنے کسی عورت کی اپنی روٹین ہے اور اُسے خود معلوم ہے) پورے نہ ہوں اور غسل کر کے پاکی حاصل نہ کرلی جائے۔

7۔رمضان میں حیض روکنے کیلئے دوائی کا استعمال: عورت کیلئے حیض مؤخر کرنے کی مباح (جائز/حلال) دوا استعمال کرنا درست ہے بشرطیکہ اس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ خواہ یہ رمضان میں پورا مہینہ روزے رکھنے کے مقصد کے پیش نظر ہو یا غیر رمضان کسی اور ضرورت کے وقت ہو۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی

وَالْمُرْضِعِ۔(نسائی: 2274، حسن)۔ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز اور روزے کی چھوٹ دی ہے اور، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو بھی۔ (روزے کی چھوٹ دی ہے)۔"؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا۔(بخاری: 298؛ مسلم: 79-80)۔ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔"؛ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ۔(بخاری: 1950؛ مسلم: 1146)۔ ترجمہ: ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے ذمہ رمضان کے (چھوڑے ہوئے) روزے ہوتے تھے جن کو شعبان کے علاوہ رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہوتی تھی (کیونکہ باقی مہینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف رہتی تھی)۔

87 عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی الله عنها قَالَتْ: كُنَّا لاَ نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا۔(بخاری: 326)۔ترجمہ: سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ہم (صحابیاتؓ، عہد نبویؐ میں حیض سے پاک ہو جانے کے بعد) زرد اور مٹیالے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

دوا کا استعمال جائز نہیں۔[88] اس اجازت کا سبب یہ ہے کہ اسے عزل(حمل روکنے) پر قیاس کیا گیا ہے۔اور چونکہ یہ عارضی ضرورت کے تحت ہوتا ہے اس لئے اس میں یہ شرط ہے کہ یہ عمل کسی درست ضرورت کے تحت ہو اور ڈاکٹر/طبیب کے مشورے سے ہو۔

8۔اضطراری حالت میں روزہ افطار کرنا: جو شخص اضطراری حالت میں روزہ افطار کرنے پر مجبور ہو جائے، مثلاً کسی کو غرق ہونے سے بچانے کیلئے پانی میں کود جائے، غوطہ خوری کرے، یا کسی کو جلنے سے بچانے کیلئے روزہ افطار کرلے، یا ایسی شدت کی بھوک یا پیاس ہو جس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو، تو ایسا شخص مجبور ہو جاتا ہے۔اس کیلئے روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے لیکن اسے (رمضان کے) بعد میں قضا دینی ہو گی اور گنتی پوری کرنی ہو گی۔[89]

9۔جبر واِکراہ کے ذریعے روزہ افطار کروانا: اگر کسی روزہ دار کو نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی افطار پر مجبور کیا جائے اور وہ افطار کرلے، تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے(اور قضا بھی نہیں)۔خواہ مجبور کیا گیا روزہ دار خود اپنے ہاتھوں سے افطار کرے یا اس کے منہ میں زبردستی کچھ ڈال دیا جائے۔[90]

---

88 فتاوی دیکھیں: مالکیہ (مواھب الجلیل للحطاب، 1/538)، حنابلہ (المبدع شرح المقنع لابن مفلح الحفید، 1/244؛ کشاف القناع للبھوتی، 1/218)، اور شیخ ابن باز کا فتوی (مجموع فتاوی، 17/61) اس ضمن میں موجود ہے۔

89 وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔(النساء:4: 29)۔ترجمہ:اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔؛وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔(البقرۃ:2: 195)۔ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو۔؛اس حوالے سے فتاوی دیکھیں: مالکیہ (الشرح الکبیر للدردیر، 1/535)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/258)؛ایسے شخص کو مریض پر قیاس کیا گیا ہے۔(المجموع للنووی، 6/258)۔

90 ۔۔۔إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔۔۔(النحل:16: 106)۔ترجمہ:۔۔۔سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔۔۔؛اس آیت سے تین باتیں سمجھ آتی ہیں۔پہلی بات: جب اللہ تعالیٰ نے کفر جیسے عظیم جرم کا حکم بھی اس شخص سے ساقط کر دیا جو اس پر مجبور کیا گیا ہو، تو کھانے پینے جیسے اس سے کم درجے کے فعل کا حکم بدرجۂ اولیٰ ساقط ہو گا۔(مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 20/149)؛ دوسری بات: اِکراہ کی وجہ سے جس شخص کو کھانے پر مجبور کیا جائے، اس کے فعل کا شرعی اعتبار باقی نہیں رہتا، اس لئے وہ کھانے پر گناہگار نہیں ہوتا۔کیونکہ ایسی حالت میں وہ کھانے سے منع شدہ نہیں رہتا بلکہ مجبور ہونے کی وجہ سے گویا مامور ہو جاتا ہے۔لہٰذا وہ بھول کر

10۔ مجاہد فی سبیل اللہ کا روزہ: ایسا شخص جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے (سفر پر) نکلا ہو، اس کیلئے حسبِ حالات اور حسبِ ضرورت، روزہ چھوڑنا اور روزہ توڑنا، جائز ہے۔ (بعد میں قضا لازم ہے)۔ [91]

روزے کی طاقت نہ رکھنے والے لوگوں کا فدیہ:

1۔ دائمی مریض یا بہت ضعیف مرد یا عورت، جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا / رکھتی ہو اور نہ ہی

کھانے والے کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ معذور ہے۔ (المجموع للنووی، 6/325)؛ تیسری بات: کیونکہ روزہ توڑنے والی چیز اس کے اپنے ارادے اور اختیار سے نہیں آئی اس لئے شرعی طور پر وہ افطار شمار نہیں ہوتی، جیسے آٹے کی گرد یا دھواں یا گرد و غبار جو بلا ارادہ حلق میں چلا جائے۔ (الحاوی الکبیر للماوردی، 3/420)؛ اس ضمن میں اہل علم کے فتاوی دیکھیں: شوافع (المجموع للنووی، 6/325؛ الحاوی الکبیر للماوردی، 905)، حنابلہ (الإنصاف للمرداوی، 3/215؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/320)، ظاہریہ (المحلّی لابن حزم، 4/335، 361)، شوکانی (السیل الجرار، صفحہ: 286)، ابن عثیمین (فتاوی ارکان الإسلام، صفحہ: 474؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/194)

[91] عَن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: ۔۔۔سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى مَكَّةَ وَنَحْنُ صِيَامٌ، قَالَ: فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ، فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ مُصَبِّحُو عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ، فَأَفْطِرُوا، وَكَانَتْ عَزْمَةً فَأَفْطَرْنَا، ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ۔۔۔ (مسلم: 1120)۔ ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ۔۔۔ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ تک سفر کیا ہے اور ہم روزہ کی حالت میں تھے انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک جگہ اترے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم دشمن کے قریب ہو گئے ہو اور اب افطار کرنا (روزہ نہ رکھنا) تمہارے لیے قوت و طاقت کا باعث ہو گا۔" تو روزہ کی رخصت تھی پھر ہم میں سے کچھ نے روزہ رکھا اور کچھ نے روزہ نہ رکھا پھر جب ہم دوسری منزل تک پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم صبح کے وقت اپنے دشمن کے پاس گئے روزہ نہ رکھنے سے تمہارے اندر طاقت زیادہ ہو گی اس لیے روزہ نہ رکھو۔" آپ ﷺ کا یہ حکم ضروری تھا اس لیے ہم نے روزہ نہیں رکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھتے رہے۔؛ حدیث سے معلوم ہوا کہ جو مجاہد، دشمن کے قریب ہوں ان کیلئے روزہ چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے، مگر لازمی نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ دشمن سے اچانک مڈبھیڑ ہو جائے یا دشمن ان تک پہنچ جائے۔ البتہ جب دشمن سے مقابلہ یقینی ہو جائے تو روزہ چھوڑ دینا لازم (عزیمت) ہو جاتا ہے تاکہ روزہ دار کمزور نہ ہو جائے اور دشمن سے مقابلہ و قتال کی قوت و صلاحیت متاثر نہ ہو جائے۔ (نیل الأوطار للشوکانی، 4/268)

مستقبل میں مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی امید ہو، تو ایسے لوگوں پر روزہ (اور اس کی قضاء) واجب نہیں ہے۔

2۔ البتہ فدیہ کے طور پر اسے ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہو گا۔[92]

3۔ اس کی آسان صورت یہ ہو سکتی ہے کہ رمضان کے پورے مہینے کا راشن، ڈیڑھ کلو فی کس روزانہ کے حساب سے، کسی سفید پوش، مسکین یا مستحق شخص، جس نے خود بھی ماہِ رمضان کے روزے رکھنے ہوں، کے گھر پہنچا دیا جائے۔[93]

4۔ جس معیار کا کھانا خود اپنے گھر کھایا جاتا ہے اسی معیار کا کھانا مسکین کو روزانہ کی بنیاد پر کھلائیں، خواہ ایک ہی دن میں تیس مساکین کو کھلا دیں، خواہ ایک ہی مسکین کو تیس دن تک کھلا دیں۔[94]

5۔ اگر مریض / ضعیف شخص خود بھی فقیر ہو اور کھانا کھلانے کی استطاعت نہ رکھتا ہوں، تو اس پر کچھ بھی بطور فدیہ دینا، واجب نہیں ہو گا۔[95]

---

92 امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر مفصل بحث اپنی کتاب المجموع (6/ 255-258) میں لکھی ہے کہ ایسے لوگوں پر روزہ رکھنا واجب نہیں مگر صحیح قول کے مطابق فدیہ دیناواجب ہو گا۔ جمہور اہل علم کا مؤقف اور فتوی اس پر ہے۔ دیکھیں: حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 3/ 92؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/ 356)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/ 258؛ کتاب الام للشافعی، 2/ 113)، حنابلہ (کشاف القناع للبھوتی، 2/ 309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/ 151)۔

93 شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو اپنے ملک کی غذا میں سے نصف صاع (تقریبا ڈیڑھ کلو) کھجور یا چاول وغیرہ دینے ہونگے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک جماعت کا بھی یہی فتوی ہے ن میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ (مجموع الفتاوی ابن باز، 15/ 203)؛ سعودی لجنہ دائمہ (مستقل فتوی کمیٹی) کے فتوی کے مطابق یہ نصف صاع کھجور، چاول، مکئی، گندم، یا جو گھر کے افراد کی غذا ہو، اس میں سے دی جا سکتی ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء، 10/ 161)

94 آیت۔۔۔وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ۔۔۔(البقرۃ: 2: 184)۔ ترجمہ:۔۔۔اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔۔۔ کی تفسیر، کتب احادیث میں اس آیت کے تحت درج شدہ احادیث اور فقہاء کے فتاوی سے فدیہ کے متعلق یہی احکام ثابت ہوتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔

95 مجموع الفتاوی لابن باز، 15/ 203

6۔ یہ فدیہ / کفارہ کسی ایک مسکین یا ایک سے زائد مساکین کو ماہ رمضان کے شروع، درمیان اور آخر میں بھی، دینا جائز ہے۔[96]

مرض میں مبتلا ہو کر وفات پاجانیوالے کا روزہ:

1۔جس مریض کو قضا کی مہلت ملی مگر اس نے قضا نہ دی: ایسا مریض جو ماہِ رمضان میں اپنی کسی بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ پایا تھا، مگر بعد میں شفایاب ہو گیا، لیکن اس نے استطاعت وطاقت کے باوجود بھی اپنے رمضان کے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا نہیں دی اور اسی حالت میں وفات پا گیا، تو اِس میّت کی طرف سے روزے کی قضا اس کا ولی (اولاد، بیوی یا بھائی بہن یا والدین) دے گا۔[97] لیکن اس میّت کی نمازوں کی کوئی قضا نہیں ہے۔ البتہ اگر مریض زندہ ہے مگر روزہ رکھنے سے عاجز ہے تو اس کی طرف سے قضا نہیں بلکہ فدیہ ہو گا یعنی اس کی جانب سے روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائیگا۔یہی معاملہ نذر اور کفارے کے روزوں کا ہے۔ ولی بھی اگر روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ بھی ایک دن کے روزے کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔[98]

---

96 مجموع الفتاوی لابن باز، 15/203

97 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔(بخاری:1952؛ مسلم:1147)ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر فرض روزے باقی رہ گئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔"؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ،قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔(بخاری:1852؛ مسلم:1148)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے (فرض) روزے ہیں (تو کیا میں اس کی طرف سے قضا دوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:" مجھے بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟" اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ کا قرض تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔"؛واضح ہو کہ حدیث میں ولی کو روزے رکھنے کی تلقین خبر بمعنی حکم ہے اور یہ حکم وجوب کیلئے نہیں ہے۔(الشرح الممتع لابن عثیمین،6/450)

98 المجموع للنووی، 6/369۔370؛ مغنی المحتاج للشربینی، 1/439؛ مجموع فتاوی لابن باز، 15/367۔368، 372؛

2۔جس مریض کو قضا کی مہت نہیں ملی اور وہ فوت ہو گیا: جس شخص پر روزے کی قضا واجب تھی مگر وہ کسی شرعی عذر (کسی بیماری) کی وجہ سے زندگی میں قضا نہ دے سکا (مہلت نہ ملی) اور حالتِ بیماری میں ہی وفات پا گیا، ایسے شخص پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہی۔ ایسی میت کی طرف سے نہ قضا لازم ہے اور نہ فدیہ واجب ہے۔[99] کیونکہ یہ اللہ کا حق تھا جو شریعت سے لازم ہوا، مگر جب مکلف ادائیگی کی قدرت سے پہلے فوت ہو گیا تو یہ حق بغیر کسی بدل کے ساقط ہو گیا، بالکل حج کی طرح۔[100]

ماہِ رمضان کے روزوں کی قضا اور اس کا طریقہ:

ماہِ رمضان میں کسی شرعی عذر کے سبب چھوٹ جانیوالے روزوں کی قضا اگلے رمضان سے پہلے تک، یعنی ماہ شعبان تک روزے رکھ کر دے سکتے ہیں۔[101] قضا کے طور پر رکھے جانیوالے ان روزوں میں تسلسل ضروری نہیں، کوئی چاہے تو لگاتار رکھ لے یا پھر کچھ دن چھوڑ کر رکھ لے۔[102]

قضا میں بغیر کسی عذر، اگلے رمضان تک تاخیر کرنے کا فدیہ:

الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/450۔451؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/395

99 فقہی مذاہبِ اربعہ کے اہل علم اس مسئلہ پر متفق ہیں: (حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 3/160؛ بدائع الصنائع للکاسانی، 2/103)، مالکیہ (الکافی لابن عبدالبر، 1/339)، شافعیہ (الجموع للنووی، 6/372)، حنابلہ (الفروع لابن المفلح، 5/65؛ المغنی لابن قدامہ، 3/152)) اور اکثر اہل علم کا موقف بھی یہی ہے۔ (الجموع للنووی، 6/372)

100 المغنی لابن قدامہ، 3/152

101 عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ ۔(بخاری: 1950/ مسلم: 1146)۔ ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے ذمہ رمضان کے (چھوڑے ہوئے) روزے ہوتے تھے جن کو شعبان کے علاوہ رکھنے کی مجھ میں استطاعت نہیں ہوتی تھی (کیونکہ باقی مہینوں میں آپ ﷺ کے ساتھ مصروف رہتی تھی)۔

102 کیونکہ سورۃ البقرۃ کی آیت 184 ''فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ'' کے مطابق قضا کو مقید کرنے کی بجائے مطلق رکھا گیا ہے۔ (البحر الرائق لابن نجیم، 2/307)؛ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوی ''لا بأس أن يُفَرَّقَ'' کا مقصود بھی یہی ہے۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقاً حدیث نمبر 1950 سے قبل روایت کیا ہے)؛ نیز اس مسئلہ پر فقہی مذاہب اربعہ کے اہل علم کا اتفاق ہے۔

جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر محض سستی کرتے ہوئے رمضان کے روزوں کی قضا سارا سال نہ دے، یہاں تک کہ اگلا رمضان شروع ہو جائے۔ اس شخص کا مسئلہ اہل علم کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ اہل علم کے ایک گروہ کا رجحان اس طرف ہے کہ ایسا شخص قضا کے ساتھ، روزانہ ایک مسکین کو کھانے کھلانے کی صورت میں فدیہ بھی دے گا۔[103] جبکہ دوسرے گروہ کا رجحان یہ ہے کہ ایسا شخص محض قضا ہی دے گا۔[104]

---

103 عن أبي هريرة رَضِيَ اللهُ عنه قال في رجلٍ مَرِضَ في رمضانَ، ثم صَحَّ فلم يصُمْ، حتى أدركه رمضانُ آخَرُ: يصومُ الذي أدركه ويُطعِمُ عن الأوَّلِ؛ لكُلِّ يَومٍ مُدًّا مِن حِنطةٍ، لكُلِّ مِسكينٍ، فإذا فرَغَ من هذا صام الذي فرَّط فيه۔ (دار قطنی، 3/179؛ الخلافیات للبیہقی: 3556، اس صحیح موقوف)۔ ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے بارے، جو رمضان میں بیمار ہو گیا، پھر صحت یاب ہو گیا لیکن (اس کے باوجود) اس نے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ اس پر دوسرا رمضان آ گیا، یہ فرمایا: وہ پہلے اس رمضان کے روزے رکھے جو اس نے پایا ہے، اور پہلے رمضان کے ہر چھوٹے ہوئے روزے کے بدلے ہر دن ایک مسکین کو ایک مُدّ گندم کھلائے، پھر جب وہ اس سے فارغ ہو جائے تو ان روزوں کی قضا کرے جن میں اس نے کوتاہی کی تھی۔؛ اسی طرح جناب عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سورۃ البقرۃ کی آیت 184 پڑھتے اور یہ فرماتے سنا: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) ليسَتْ بمَنْسُوخَةٍ؛ هو الشَّيْخُ الكَبِيرُ والمَرْأَةُ الكَبِيرَةُ لا يَسْتَطِيعانِ أنْ يَصُوما، فيُطْعِمانِ مَكانَ كُلِّ يَومٍ مِسْكِينًا۔ (بخاری: 4505)۔ ترجمہ: یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اس سے مراد وہ بوڑھے مرد اور عورت ہیں جو روزہ نہیں رکھ سکتے، لہذا وہ ہر ایک دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔؛ صحابہ کرامؓ میں اس کی مخالفت موجود نہیں۔ (المغنی لابن قدامہ، 3/154)

104 یہ احناف (البحر الرائق لابن نجیم، 2/307)؛ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (المحلی، 6/260)؛ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (نیل الأوطار، 4/235)؛ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (مجموع فتاوی ورسائل، 19/385)؛ اور بعض سلف (الإشراف لابن المنذر، 3/147-148) کا موقف ہے۔ ان کی دلیل سورۃ البقرۃ کی آیت 184 "فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ" میں پایا جانیوالا عموم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ "گنتی پوری کرنا ہے دوسرے دنوں میں" یہ عموم اس بات کو شامل ہے کہ قضا آئندہ رمضان سے پہلے ادا کی جائے یا اس کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے فدیہ، یعنی کھانا کھلانے کا ذکر نہیں فرمایا، لہذا اس پر صرف قضا ہے، فدیہ نہیں۔ (فتاوی نور علی الدرب لابن عثیمین، 25/212)

فرض روزوں کی قضا سے پہلے نفلی روزے رکھنے کی اجازت:

اگر کسی شخص کے ذمہ فرض روزوں کی قضا باقی ہو (جیسے رمضان کے روزے)، تو نفلی روزے رکھنے سے پہلے قضا روزے ادا کرنا لازم نہیں بشرطیکہ قضا کا وقت ابھی کشادہ ہو تنگی نہ ہو۔[105] کیونکہ فرض روزوں کی قضا کا وقت شریعت میں وسیع رکھا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قضا کی ادائیگی کو کسی مخصوص اور تنگ وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا،[106] بلکہ اگلے رمضان سے پہلے تک اس کی گنجائش رکھی ہے۔لہٰذا جب وقت میں وسعت موجود ہو تو نفلی روزے رکھنا جائز ہے۔

روزے کی اہمیت وافضیلت اور ترکِ روزہ کا نقصان:

1۔روزے کی پابندی افضل ترین عمل ہے: ماہِ رمضان کا ہر روزہ بہت قیمتی ہے اور پابندی سے روزہ رکھنا، افضل ترین اعمال میں سے ہے۔[107]

2۔فرض روزہ، بلاعذر یا بوجہ سستی ترک کرنا، کبیرہ گناہ ہے: جو شخص کسی شرعی عذر یا کسی مرض کے علاوہ، ایک بھی روزہ جان بوجھ کر ترک کرتا ہے، اس کی ساری عمر کے (نفلی) روزے بھی اس ترک کئے ہوئے ایک روزے کا کفارہ نہیں بن سکتے۔[108] وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اور اس پر قضا لازم ہے۔[109]

---

105 جمہور کا مؤقف یہی ہے۔حنفیہ (حاشیہ ابن عابدین، 2/423)، مالکیہ (حاشیۃ الدسوقی، 1/518)، شافعیہ (مغنی المحتاج للشربینی، 1/445)، حنابلہ (المغنی لابن قدامہ، 3/154۔155، یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔)

106 المغنی لابن قدامہ، 3/154۔155

107 عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلْتُ مُرْنِي بِأَمْرٍ آخُذُهُ عَنْكَ قَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَا مِثْلَ لَهُ۔(نسائی: 2221، صحیح)۔ترجمہ: سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی (ایسا) حکم فرمائیں، جو میں (صرف اور صرف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم روزے کی پابندی کرو، اس لئے کہ اس جیسا کوئی عمل نہیں۔“

108 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ، مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ، مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلاَ مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ، وَإِنْ صَامَهُ۔(بخاری، باب اذا جامع فی رمضان، 2/682)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے (تعلیقا) مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی (شرعی) عذر اور کسی مرض (بیماری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے، (اور پھر وہ) زمانہ بھر

3۔فرض روزہ بلاعذر ترک کرنا، باعثِ ہلاکت ہے: جان بوجھ کر ماہ رمضان کا روزہ چھوڑنے والا شخص ہلاکت کے گھڑے میں جا گرتا ہے اور اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالیتا ہے۔[110]

(نفلی) روزے رکھتا رہے تو بھی (رمضان کے چھوڑے ہوئے) اس (ایک روزے) کی قضا نہیں ہوسکتی۔(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اصحاب السنن نے اس حدیث کو موصول روایت کیا ہے)۔

[109] اس پر مذاہبِ اربعہ کا اتفاق ہے۔فتاوی دیکھیں: حنفیہ (تبیین الحقائق للزیلعی، 1/327؛ درر الحکام للملّاخسرو، 1/205)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/328؛ فتح العزیز للرافعی، 6/461)، مالکیہ (الکافی لابن عبد البر، 1/335؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 2/250) اور حنابلہ (کشاف القناع للبھوتی، 2/309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/130)۔؛ اسی طرح دیکھیں: الاستذکار لابن عبد البر، 1/77؛ المغنی لابن قدامہ، 3/130؛ تفسیر قرطبی، 11/178

[110] عن كعب بن عجرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ احضروا المنبرَ فحضرنا فلمَّا ارتقَى درجةً قال آمينَ فلمَّا ارتقَى الدَّرجةَ الثَّانيةَ قال آمينَ فلمَّا ارتقَى الدَّرجةَ الثَّالثةَ قال آمينَ فلمَّا نزل قلنا يا رسولَ اللهِ لقدْ سمِعنا منك اليومَ شيئًا ما كنَّا نسمعُه قال إنَّ جبريلَ عرض لي فقال بَعُد من أدرك رمضانَ فلم يُغفرْ له قلتُ آمينَ۔۔۔(صحیح الترغیب والترھیب، 995، صحیح لغیرہ)۔ترجمہ: سیدنا کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منبر لاؤ، ہم لے آئے تو آپ ؐ پہلی سیڑھی پر چڑھے تو کہا آمین، جب دوسری پر چڑھے تو بولے آمین، جب تیسری پر چڑھے تو بولے آمین۔ آپ جب نیچے اترے تو ہم نے دریافت کیا آج ہم نے آپ ؐ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپ ؐ نے فرمایا: "جناب جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اس آدمی کیلئے ہلاکت ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی حاصل نہ کرسکا۔اس کے جواب میں، میں نے آمین کہی۔۔۔"؛عن أبي امامة الباهلي رضى الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: بينا أنا نائمٌ أتاني رجلان فأخذ بضَبعي فأتيا بي جبلًا وعرًا فقالا اصعَدْ فقلتُ إنِّي لا أُطيقُه فقال إنَّا سنُسهِّلُه لك فصعِدتُ حتَّى إذا كنتُ في سواءِ الجبلِ إذا بأصواتٍ شديدةٍ قلتُ ما هذه الأصواتُ قالوا هذا عُواءُ أهلِ النَّارِ ثمَّ انطلق بي فإذا أنا بقومٍ معلَّقين بعراقيبِهم مشقَّقةٌ أشداقُهم تسيلُ أشداقُهم دمًا قال قلتُ من هولاء قال الَّذين يُفطِرون قبل تَحِلَّةِ صومِهم۔۔۔(صحیح الترغیب والترھیب: 2393، صحیح)۔ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہوئے سنا کہ میں سورہا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور میرے دونوں بازو کو پکڑ کر مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ کی طرف لے چلے پھر مجھ سے کہا کہ اس پہاڑ پر چڑھو ، میں نے جواب دیا کہ میں اس پر نہیں چڑھ سکتا ، ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کی مدد کرتے ہیں ، چنانچہ میں چڑھنے لگا اور جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو مجھے تیز آوازیں سنائی دیں میں نے پوچھا یہ آوازیں

ماہ رمضان کا فرض روزہ رکھ کر بلا شرعی عذر توڑنے کا مسئلہ :

رمضان کے دن میں بغیر کسی شرعی عذر، جان بوجھ کر، اپنے اختیار کے ساتھ اور حرمت کو جانتے بوجھتے، جماع کے علاوہ، جو شخص روزہ توڑ دیتا ہے، تو اس پر صرف قضا لازم ہے، کفارہ لازم نہیں۔[111] جیسا کہ آیت ”فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ “[112] سے استدلال کرتے ہوئے جب کسی عذر کے وجہ سے روزہ چھوڑنے والے (مریض ومسافر) پر بھی قضا واجب ہے تو بغیر عذر روزہ توڑنے والے پر قضا بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگی۔ البتہ کفارہ اس لیے لازم نہیں کہ قرآن و سنت میں جِماع کے علاوہ کسی اور مفطّر (روزہ توڑنے والا) پر کفّارے کی صریح دلیل موجود نہیں۔[113]

واجب روزہ رکھ کر اسے بلا شرعی عذر توڑنے کا مسئلہ :

جب کوئی شخص واجب روزے میں داخل ہو جائے، جیسے قضا کا روزہ، کفارے کا روزہ یا ان جیسا کوئی فرض یا واجب روزہ، تو اسے لازمی پورا کرے کیونکہ ایسا روزہ بغیر کسی شرعی عذر کے توڑنا جائز نہیں۔[114]

کیسی ہیں ؟ ان لوگوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے پھر وہ دونوں مجھے آگے لیکر چلے ، تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں ، ان کے جبڑے پھاڑے جارہے ہیں اور جبڑوں سے خون بہہ رہا ہے ، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا وقت ہونے سے قبل روزہ افطار کردیتے ہیں۔۔۔

111 متعدد اہل علم کا یہی فتوی ہے۔(الإشراف لابن المنذر، 3/127)؛ شوافع کا فتوی (المجموع للنووی، 6/328-329)؛ اور حنابلہ کا فتوی (کشاف القناع للبھوتی، 2/309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/130)

112 البقرۃ:2: 184

113 المجموع للنووی، 6/328؛ المغنی لابن قدامہ، 3/130؛ کیونکہ کفارہ یا فدیہ لازم نہیں ہوتا جب تک واضح دلیل نہ ہو۔ نصوص میں کفّارہ صرف جماع کے بارے میں آیا ہے اور دیگر مفطرات کو جماع پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ جماع کی ممانعت اور اس سے روکنے کی ضرورت زیادہ شدید ہے۔(المجموع للنووی، 6/328؛ أسنی المطالب لزکریا الأنصاری، 1/425)

114 کیونکہ سورۃ محمد کی آیت نمبر 33” وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ “(یعنی اپنے نیک اعمال کو ضائع مت کرو) میں عموم ہے۔ اور دوسری بات اصولی ہے کہ جو واجب پہلے سے متعین تھا، اس میں داخل ہونا لازم تھا، اور جو واجب متعین نہ تھا، وہ داخل ہونے

ماہِ رمضان کی تین حالتیں:

مشہور ہے کہ ماہِ رمضان کی تین حالتیں ہیں کہ اس کا پہلا عشرہ (دھاکہ) رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ رمضان کا ہر دن اور رات روزے دار کیلئے، رحمت، مغفرت اور جہنم سے آزادی کا باعث ہے۔ البتہ رمضان کی یہ تین حالتیں لوگوں کی اقسام کی وجہ سے ہیں۔ جن لوگوں کا کوئی گناہ نہیں، ان کیلئے یہ سارا مہینہ رحمت ہے۔ جن لوگوں کے معمولی گناہ ہوں ان کو چند روزے رکھنے کے بعد معافی مل جائے گی اور جن کی زیادہ گناہ ہوں، جب وہ زیادہ حصہ رمضان کے روزے رکھیں گے تو ان کو آتش جہنم سے خلاصی اور آزادی حاصل ہو جائیگی۔

سے متعین ہو گیا، لہذا وہ بھی متعین فرض کی طرح لازم ہو جاتا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ، 3/161)۔ فقہی مذاہب اربعہ کے اہل علم کا یہی متفقہ فتوی ہے۔

ماہِ رمضان کا آغاز

ماہِ رمضان کا آغاز و اختتام، چاند دیکھ کر کرنا:

1۔ ماہِ رمضان اور روزے رکھنے کا آغاز، چاند دیکھنے کے بعد ہوتا ہے۔ اسی طرح روزوں اور ماہِ رمضان کا اختتام بھی چاند دیکھنے کے بعد ہوتا ہے۔ عربی زبان میں فلکی اعتبار سے نئے چاند کو "ہلال" کہتے ہیں جو قمری تقویم (کیلنڈر) کے نئے مہینے کے آغاز کی علامت ہوتا ہے۔ ہر ماہ چاند دیکھنے اور نئے مہینے کی تاریخ کا اعلان کرنے جیسے امور کی انجام دہی کیلئے اسلامی ممالک میں رؤیت ہلال کمیٹیاں موجود ہیں۔ سرکاری سطح پر کام کرنے والی ان کمیٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ شعبان کی تاریخوں کی نگرانی کریں تاکہ رمضان کا آغاز معلوم کرنے میں کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔[115]

2۔ دیگر قمری مہینوں کی طرح ماہِ رمضان بھی، کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 کا۔ اگر شعبان کی 29 تاریخ کو رمضان کا چاند نظر آجاتا ہے تو اس کا مطلب ہے ماہِ رمضان شروع ہو چکا ہے اور کل پہلا روزہ ہو گا۔ اگر 29 شعبان کو چاند نظر نہ آئے یا پھر مطلع اَبر آلود ہو، تو اس صورت میں شعبان کے 30 دن پورے کرنے کے بعد رمضان کا آغاز کرنا ہے۔ اسی طرح مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں رمضان کے بھی تیس دن پورے کرنے ہیں۔[116]

---

115 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لاَ يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلاَثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ۔ (ابوداؤد: 2325، صحیح)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ماہ شعبان کی تاریخوں کا جتنا خیال رکھتے کسی اور مہینے کی تاریخوں کا اتنا خیال نہ فرماتے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے، اگر وہ آپ پر مشتبہ ہو جاتا تو تیس دن پورے کرتے، پھر روزے رکھتے۔

116 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: لاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلاَلَ، وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ۔ (بخاری: 1807؛ مسلم: 1080)۔ ترجمہ: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: "تم لوگ چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع نہ کرو اور چاند دیکھے بغیر رمضان ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کر لو۔" ؛ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ

3۔ مسلمانوں کو شوق سے ماہ رمضان کا چاند (ہلال) تلاش کرنا اور دیکھنا چاہئے۔یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنّت وطریقہ ہے اور خود صحابہ کرامؓ بھی اسی سنّت وطریقہ کی پیروی کرتے ہوئے بہت شوق سے رمضان اور عیدین کے چاند دیکھا اور تلاش کیا کرتے تھے۔ملک کے کسی حصے میں بھی، اگر کسی ایک شخص (معتبر مؤمن /مسلمان) کو چاند نظر آجائے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی اور روزے رکھنے کا آغاز کیا جائیگا۔[117]

دارالحرب میں قید،اسیر اور معلومات سے محروم شخص کا روزہ:

1۔ ایسا شخص جسے چاند، تاریخوں اور مہینوں کا علم نہ سکے جیسے وہ شخص جو کفار کی جیل میں ہو، اسیر ہو یا معلومات سے کٹ کر رہ جائے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ اجتہاد سے کام لے، چاند کا اندازہ لگانے کی کوشش کرے اور اندازے سے ایک ماہ کے روزے رکھے۔[118]

فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ۔(بخاری:1909؛ مسلم:1081)۔ترجمہ:سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر بادل ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔"؛عن ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ۔(بخاری: 1814؛ مسلم: 1080)۔ترجمہ:سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"ہم تو ایک امّی قوم ہیں، لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی حساب کرنا۔مہینہ یوں ہے اور یوں ہے(آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے بتایا)یعنی کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔"

117 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ۔(ابوداؤد:2342، صحیح)۔ترجمہ:۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

118 اس پر چاروں مذاہب فقہ کا اتفاق ہے۔حنفیہ(تبیین الحقائق للزیلعی، 1/314؛احکام القرآن للجصاص، 1/233؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/312)، مالکیہ(التاج الإکلیل للموافق، 2/417؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 2/245)، شافعیہ(المجموع للنووی، 6/288-289؛الحاوی الکبیر للماوردی، 3/459)، حنبلیہ(الفروع لابن مفلح، 4/427؛المغنی لابن قدامہ، 3/167؛شرح العمدۃ لابن تیمیہ، 1/159)

2۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس حالت میں رمضان تک پہنچنے کا یہی واحد ممکن راستہ ہے۔[119]

3۔ ایسا شخص جب پوری کوشش سے اجتہاد کرتا ہے تو اکثر صورتوں میں اس کا روزہ معتبر مانا جاتا ہے، سوائے اس کے کہ وہ یقیناً رمضان سے پہلے روزہ رکھ چکا ہو۔ فقہی مذاہب اربعہ کے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ بہر حال اجتہاد کے بعد روزہ رکھنے کی صورت میں، اس کے سامنے چار ممکنہ حالتیں بنتی ہیں:

پہلی حالت: اگر اسے بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس کے روزے رمضان ہی میں تھے تو روزے درست ہیں، دوبارہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔[120] اس کے درست ہونے کی وجہ اور سبب اُس شخص پر قیاس ہے جس نے قبلہ کے بارے میں اجتہاد کیا جو بعد میں درست ثابت ہوا، تو اس کی نماز درست ہے، اسی طرح اس کا روزہ بھی درست ہے۔[121] اس شخص نے وہی کام کیا جو اس پر لازم تھا یعنی کوشش واجتہاد۔[122] اور اس شخص نے فرض عبادت کو اس کے وقت اور شرعی طریقے سے ادا کیا ہے۔[123]

دوسری حالت: اسے آخر تک معلوم نہ ہو سکے کہ رمضان میں تھے یا نہیں۔ اس کے روزے کافی ہیں، اس پر اعادہ نہیں۔[124] روزے کافی ہونے اور عدمِ اعادہ کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کا فرض صرف اجتہاد کرنا تھا، جو اس نے کر لیا۔[125] اصل قاعدہ یہ ہے کہ اجتہاد کے بعد عمل کو درست مانا جاتا ہے، جب تک غلطی یقینی

---

119 شرح العمدۃ لابن تیمیہ، 1/159

120 چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ حنفیہ (المبسوط للسرخسی 3/106)، مالکیہ (الکافی لابن عبد البر 1/337)، شافعیہ (المجموع للنووی، 6/285)، حنبلیہ (الفروع لابن مفلح، 4/427؛ المغنی لابن قدامہ، 3/167)؛ اس پر اجماع بھی موجود ہے۔ (المجموع للنووی، 6/285؛ الحاوی الکبیر للماوردی، 3/459)

121 المبسوط للسرخسی 3/106؛ الکافی لابن عبد البر 1/337؛ المجموع للنووی، 6/285؛ المغنی لابن قدامہ، 3/167

122 المبسوط للسرخسی 3/106

123 المغنی لابن قدامہ، 3/168

124 شوافع (المجموع للنووی، 6/285؛ نھایۃ المحتاج للرملی، 3/163)، حنابلہ (الإقناع للحجاوی، 1/305؛ المغنی لابن قدامہ، 3/167)، مالکیہ (شرح مختصر خلیل للخرشی، 2/245)؛ نیز دیکھیں: حاشیہ الصاوی علی الشرح الصغیر، 1/686

125 شرح مختصر خلیل للخرشی، 2/245

نہ ہو۔[126] کیونکہ محض شک کی بنیاد پر عبادت کو باطل نہیں کیا جاتا۔

تیسری حالت: اگر اسے بعد میں معلوم ہو جائے کہ روزے رمضان سے پہلے رکھے گئے تھے۔ تو اس پر دوبارہ روزے رکھنا لازم ہے،[127] کیونکہ فرض وقت سے پہلے ادا نہیں ہوتا۔ اس نے عبادت وجوب کے سبب سے پہلے ادا کی، اس لئے معتبر نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نماز وقت سے پہلے بڑھ لے۔[128]

چوتھی حالت: اگر اسے معلوم ہو جائے کہ روزے رمضان کے بعد رکھے گئے تھے (اب رمضان گزر جانے کے بعد قضا اس کے ذمے لازم ہو چکی تھی)، تو ایسی صورت میں اس کے روزے کافی ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ روزے قضا کے وقت میں آ گئے (اس لئے معتبر ہیں[129]) البتہ عید کے دن اگر شامل ہوں تو اُن دنوں کی قضا ضروری ہے کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا شرعاً جائز نہیں۔[130] یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔[131]

رؤیتِ ہلال کیلئے جدید وسائل کا استعمال:

بلند جگہوں سے بغیر کسی وسیلہ کے چاند دیکھنا بہت آسان ہے۔ جدید وسائل کے حوالے سے دو باتیں اہم

---

126 المجموع للنووی، 285/6

127 حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 106/3؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 312/2)، مالکیہ (الشرح الکبیر للدردیر، 519/1؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 245/2)، شافعیہ (المجموع للنووی، 286/6؛ اسنی المطالب لزکریا الأنصاری، 414/1؛ الحاوی الکبیر للماوردی، 459/3)، حنبلیہ (کشاف القناع للبھوتی، 307/2؛ المغنی لابن قدامہ، 168/3

128 فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 312/2؛ المبسوط للسرخسی، 106/3

129 الحاوی الکبیر للماوردی، 459/3؛ الصحاح للجوھری، 2399/6؛ المغنی لابن قدامہ، 167/3؛ المجموع للنووی، 289/6؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 245/2

130 المغنی لابن قدامہ، 168/3۔169

131 فتاوی دیکھیں: حنفیہ (البحر الرائق لابن نجیم، 283/2؛ بدائع الصنائع للکاسانی، 86/2)، مالکیہ (شرح الزرقانی علی مختصر خلیل، 356/2؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 245/2؛ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر، 686/1)، شافعیہ (المجموع للنووی، 285/6؛ مغنی المحتاج للشربینی، 426/1)، حنابلہ (کشف القناع للبھوتی، 307/2؛ المغنی لابن قدامہ، 168/3)

ہیں:

1۔رؤیتِ ہلال کیلئے سیٹلائٹ (مصنوعی سیارے) پر انحصار نہ کریں: چاند کے نظر آنے کیلئے مصنوعی سیارے پر انحصار جائز نہیں کیونکہ سیٹلائٹ زمین سے بہت اوپر ہوتے ہیں اس لئے وہ اصل مقامِ رؤیت (زمین کی سطح) پر چاند دیکھنے کیلئے درست نہیں۔[132]

2۔رؤیتِ ہلال کیلئے فلکیاتی آلات (ٹیلی سکوپ وغیرہ) کا استعمال کریں: چاند دیکھنے کیلئے دُوربین یا دیگر فلکیاتی آلات استعمال کرنا جائز اور قابلِ عمل ہے مگر ضروری نہیں۔ بہرحال اگر کوئی معتبر شخص دوربین سے چاند دیکھ لیتا ہے تو اس کی رؤیت قابل قبول ہے۔[133]

ایک علاقہ میں چاند کا نظر آنا (رؤیت) دوسرے علاقوں کیلئے کب معتبر ہوگا؟

ایک علاقے میں رمضان کا چاند نظر آجائے تو اس جگہ سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کی طرف کتنی کتنی دوری کی خبر معتبر ہوگی؟

1۔ کسی مقام میں رمضان یا شوال کا چاند دیکھا گیا تو اس مقامِ رؤیت سے دور، مشرق میں واقع دوسرے مقام والوں کے لئے، ان کی رؤیت اس وقت معتبر ہوگی جب ان دوسرے مقامات کے مطالع، مقام رؤیت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں۔

2۔ موضع رؤیت سے دور، مشرق میں واقع بلاد وامصار کے حق میں، مغربی مقام کی رؤیت کے اعتبار وعدم اعتبار کے معاملہ میں شام (جو مدینہ سے شمال مغرب میں واقع ہے) کی رؤیت کا

---

132 مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/62

133 مجموع فتاوی ابن باز، 15/69 مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/36، 62؛ سعودی کبار علماء کمیٹی نے بھی اس بات کی توثیق کی ہے (قرار نمبر:108، بتاریخ 12 ذوالقعدہ، 1403ھ؛ مزید دیکھیں: ابحاث ھیئۃ کبار العلماء، 3/46)؛ نیز دیکھیں: موقع مجمع الفقہ الاسلامی الدولی (اسلامی تعاون تنظیم OIC کے تحت قائم فقہی ادارہ کی سرکاری ویب سائٹ پر)، دوسرے اجلاس بمقام جدہ (1985ء) اور تیسرے اجلاس بمقام عمان (1986ء) کے موقع پر جاری اور محفوظ کئے گئے فتاوی۔

اعتبار بظاہر اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ مدینہ کا مطلع شام کے مطلع سے مختلف ہے۔[134]

3۔ بعض علماءِ فلکیات کا یہ کہنا ہے کہ مطلع، پانچ سو میل کی مسافت پر مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلا پاکستان کے کسی مغربی مقام کی رؤیت اس کے مشرقی حصہ سے، جو کہ پانچ سو میل سے دور کی مسافت پر ہو، کے حق میں معتبر نہ ہو گی۔[135] لیکن مشرق والوں کی رؤیت مغرب میں رہنے والوں کے لیے بلا کسی قید مسافت کے معتبر مانی جائے گی۔

4۔ جو علاقے مطلع کے اعتبار سے قریب قریب ہیں یعنی ان کے طلوع و غروب میں زیادہ فرق نہیں ہے ان علاقوں میں ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ

---

134 عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلاَلَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلاَلَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ. فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلاَ نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلاَثِينَ أَوْ نَرَاهُ. فَقُلْتُ أَوَلاَ تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لاَ هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ۔ (مسلم:1087)۔ ترجمہ: جناب کُریب رضی اللہ عنہ (جو کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے) سے مروی ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا بنت حارث (زوجہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب) نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام کی غرض سے) ملک شام بھیجا۔ میں نے شام آکر ان کا کام (مکمل) کیا اور میں اس وقت شام میں ہی تھا جب رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا، چنانچہ میں رمضان کے آخر میں مدینہ (واپس) پہنچ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے مجھ سے پوچھا کہ تم نے (شام میں) چاند کب دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا کیا تو نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (اگلے دن کا) روزہ بھی رکھا تھا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ ہم نے تو چاند ہفتے کی رات (ایک دن بعد) دیکھا ہے، سو ہم اس حساب سے روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔ کریب کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے نہیں، ہم کو جناب رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

135 مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، 6/428-429؛ رمضان المبارک کے فضائل واحکام ، مولانا عبید اللہ مبارکپوری، صفحہ: 102

آپ ﷺ کو شوال کے چاند کے اطلاع اگلے دن دو اعرابیوں (دیہاتیوں) سے ملی تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اطلاع دینے والے لوگ مدینہ سے باہر کے تھے ورنہ مقامی ہونے کی صورت میں وہ آپ ﷺ کو رات میں ہی اطلاع کر دیتے۔[136]

5۔ محض فلکی حساب کافی نہیں بلکہ قمری مہینے کے 29 یا 30 دن اور چاند کی رؤیت کا اعتبار کیا جائیگا۔

6۔ یہ سمجھنا کہ "صُومُوْا" اور "اَفْطِرُوْا" کے مخاطب ساری دنیا کے مسلمان ہیں اس لئے ایک علاقے کی رؤیت، دنیا کے سارے علاقوں کیلئے رؤیت ہے، معتبر نہیں ہے۔کیونکہ اس حکم کے مخاطب صرف وہ مسلمان ہیں جنھوں نے چاند دیکھا ہو،جن علاقوں میں مسلمانوں نے چاند دیکھا ہی نہیں وہ اس کے مخاطب ہی نہیں۔وجہ یہ ہے کہ ہر علاقے کے لیے اپنی الگ رؤیت ہے جس کے مطابق وہ روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے فیصلے کریں گے۔[137]

نیا چاند (ہلال) دیکھ کر دعا پڑھنا:

ہر مہینے نیا چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہیئے، اسی طرح جب ماہِ رمضان کا چاند دیکھیں، تو بھی یہی دعا پڑھیں:

---

136 عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا. زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔(ابو داؤد: 2339، صحیح)۔ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں رمضان کے آخری دن لوگوں میں (چاند کی رویت پر) اختلاف ہو گیا، تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام میں چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کرنے اور عید گاہ چلنے کا حکم دیا۔؛ عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔(ابو داؤد: 1157، صحیح)۔ترجمہ: ابو عمیر بن انس کے ایک چچا سے جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، روایت ہے کہ کچھ سوار نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے وہ گواہی دے رہے تھے کہ کل انہوں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ نے انہیں افطار کرنے اور دوسرے دن صبح ہوتے ہی اپنی عید گاہ جانے کا حکم دیا۔

137 شرح سنن ترمذی، ڈاکٹر عبد الرحمن فریوائی، رقم: 693، مجلس علمی دار الدعوۃ، نئی دہلی، انڈیا

أَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْإِیمَانِ وَالسَّلاَمَۃِ وَالْإِسْلاَمِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللہُ۔[138]

اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرمادے۔(اور اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

افتتاح رمضان پر کائنات میں رونما ہونے والی تبدیلیاں اور ان کی حقیقت:

افتتاحِ ماہِ رمضان پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائنات میں کئی طرح کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور استقبالِ رمضان کے سلسلے میں خصوصی اہتمام وانتظام کیا جاتا ہے۔ مثلاً سرکش قسم کے جنّات اور شریر شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، ان کی قید وبند سے شر وفتنہ میں کمی واقع ہوتی ہے، کائنات کا ماحول خوشگوار ہوتا ہے، نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، برائی مسدود ہوتی جاتی ہے، آسمانوں کے دروازے برکت ورحمت الٰہی کے نزول کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں، خود اللہ کی رحمت کے دروازے، خیر کے دروازے اور جنّتوں کے دروازے بھی کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر، جیسے اس کی شان کے لائق ہے، ہر رات آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور بکثرت لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔[139]

---

138 ترمذی: 3451، صحیح، عن طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

139 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم : إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔ (بخاری: 1899، 3277؛ مسلم: 2496)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں کس دیا جاتا ہے۔" ؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔ (ترمذی: 682، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جن زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اور ایک اعلان کرنے والا منادی کرتا ہے: اے نیکی کے طلب گار، آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب گار رک جا۔ اور کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ، جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں اور یہ (آزادی ملنا

آسمان کے دروازے کھلنے کا ایک مطلب اللہ کی رحمت کا نزول ہے۔ جنت کے دروازے کھلنے سے مراد یہ (بھی) ہے کہ اللہ تعالیٰ، بندوں کو اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق عطا کرتے ہیں اور اطاعت، دخولِ جنّت کا سبب ہے۔ جہنم کے دروازے بند کرنے سے مراد یہ (بھی) ہے کہ روزہ دار ایسے افعال سے رک جاتا ہے جو جہنم کا موجب ہیں۔ روزوں کی برکت سے ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ شیطانوں اور جنّوں کو (زنجیروں میں) جکڑنے کو، حقیقت اور مجاز دونوں پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ مجاز پر محمول کریں تو اس جکڑ بندی سے مراد یہ ہے وہ وسواس اور باطل خیالات ڈالنے سے باز آجاتے ہیں یا ان کے شُرور اور وسواس کم ہو جاتے ہیں۔ کبھی دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے کے باوجود برائیاں کیوں ختم نہیں ہوتیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیطانوں کے پیروکاروں اور نفوسِ شریرہ پر گیارہ مہینوں کے اندر وسواس اس قدر پختہ و راسخ ہو جاتے ہیں کہ مزید کسی انگیخت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جنات و شیاطین کے علاوہ نفوسِ خبیثہ، عادات قبیحہ اور انسان نما شیطان بھی، لوگوں کو برائی پر آمادہ کرتے ہیں۔[140]

نمازِ تراویح کیا ہے؟

رمضان کا چاند نظر آجانے کے بعد، عشاء کی نماز کے بعد مزید نفل نماز یعنی نماز تراویح کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔ نماز تراویح، دراصل تہجد کی نماز ہے جسے رمضان میں (عموما) عشاء کی نماز کے ساتھ ہی (یعنی ابتدائی وقت میں)، باجماعت ادا کر لیا جاتا ہے۔ نماز تراویح ادا کر لینے کی صورت میں نماز تہجد پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ نماز تراویح کو تہجد، ''قیام رمضان ''(یعنی رمضان کا قیام)، ''قیام اللیل ''(رات کا قیام)، اور ''صلوٰۃ اللیل'' (رات کی نماز)، بھی کہا جاتا ہے۔ ماہِ رمضان میں نماز تہجد کا نام، نماز تراویح رکھ دیا گیا کیونکہ چار رکعات پڑھ کر نمازی کچھ ترویحہ یعنی ٹھہر جاتے ہیں، کچھ وقت رک جاتے ہیں۔

نماز تراویح کا فائدہ اور اجر و ثواب:

رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے۔''

140 ارشاد باری ہے:۔۔۔إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ۔۔۔(یوسف:12: 53)۔ ترجمہ:۔۔۔بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے۔۔۔؛ الَّذِی يُوَسْوِسُ فِی صُدُورِ النَّاسِ ۞ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۞ (الناس:114: 5-6)۔ ترجمہ: جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے۔

نماز تراویح فرض عبادت تو نہیں لیکن ماہ رمضان میں کئے جانیوالے خصوصی اعمال میں سے ایک مسنون اور مستحب عمل ہے۔[141] نفل ہونے کے باوجود غیر رمضان کی نسبت، ماہِ رمضان میں اسے ادا کرنے کی تاکید، فضیلت اور بڑی ترغیب موجود ہے۔[142] اگر کوئی شخص اس سے غفلت برتتا ہے تو وہ بہت بڑے اجر و ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔ جب تک ماہ شوال کا چاند نظر نہیں آتا، رمضان کی تمام راتوں میں نماز تراویح کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے انسان کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[143] اور اگر نماز تراویح امام کے ساتھ باجماعت ادا کی جائے تو ساری رات کے قیام کا اجر و ثواب ملتا ہے۔[144]

---

141 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ ۔۔۔ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ، حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ، وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا۔۔(بخاری:2012)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے ۔۔۔چوتھی رات کو یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھیں۔(لیکن اس رات آپ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پہلے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر فرمایا۔" اما بعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا، لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔۔۔"

142 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ۔(مسلم:759)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (صحابہ کرامؓ کو) رمضان (کی راتوں) کے قیام کا حکم لازمی قرار دینے کی بجائے، انہیں صرف اس کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

143 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(بخاری: 37)۔ترجمہ:۔سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

144 عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ ۔۔۔ فَقَالَ: إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ۔۔۔(ترمذی:806، صحیح)۔ترجمہ: سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روزہ

عباداتِ رمضان میں ایمان اور احتساب کیا ہے؟

رمضان کا روزہ رکھنا، تراویح پڑھنا اور شب قدر کا قیام کرنا، ان تینوں کے متعلق وارد ہونے والی احادیث میں ایمان اور احتساب کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلا جس نے رمضان کا روزہ رکھا ایمان اور احتساب کی حالت میں، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[145] تو یہاں ایمان واحتساب کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل پر اللہ نے جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اس پر یقین رکھتے ہوئے اس کی طلب وامید میں وہ عمل کیا جائے۔ لہذا رمضان کا روزہ، تراویح اور قیام کا جو، اجر وثواب جناب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے اس پر یقین رکھتے ہوئے جو شخص روزہ رکھے گا اور قیام کریگا اس کیلئے یقینی وعدہ ہے کہ اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ کیونکہ ایمان واحتساب کی شرط دراصل ہر نیک عمل کی روح ہے۔ نیک نیّتی اور خلوص کے بغیر بڑے سے بڑا عمل بھی بے اثر ہوتا ہے۔

قیام اللیل کا مقصد:

ماہ رمضان کی راتوں میں، بالخصوص آخری عشرہ کی طاق راتوں میں، ساری رات یا رات کے بیشتر حصے کے قیام (قیام اللیل) کا مقصد شب قدر کی تلاش، اللہ کی رضا وخوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے جس کا فائدہ انسان کو گناہوں کی بخشش، بے حساب اجر وثواب کے حصول، دوزخ سے آزادی اور جنت میں داخلے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کو اجتماعی طور پر فیشن بنانا، ریاکاری کیلئے سوشل میڈیا پر ڈالنا، خشوع وخضوع کو فراموش کرنا، دعوتیں اڑانا، چائے کافی کا دَور چلانا اور اعلانات واشتہارات کے ذریعے اس کی دعوتِ عام دینا، مناسب نہیں کیونکہ اس سے قیام جیسی اہم اور مشقت سے بھرپور عبادت کے ثواب کے زائل ہونے کا

رکھا۔۔۔ تو آپ نے فرمایا: "جس شخص نے (ماہِ رمضان میں) امام کے (سلام پھیر کر) واپس ہونے تک امام کے ساتھ قیام کیا (باجماعت نماز تراویح ادا کی) تو اس کیلئے پوری رات، قیام کا اجر وثواب لکھا جائیگا۔۔۔"

145 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (بخاری: 38؛ مسلم: 760)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے ایمان اور احتساب (ثواب کی نیت) سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"

خدشہ ہے۔[146]

نماز تراویح کی رکعات، وقت، جماعت اور ادائیگی کا طریقہ:

1۔ ماہِ رمضان کی راتوں میں اور غیر رمضان (باقی گیارہ مہینوں) کی راتوں میں نماز عشاء کے بعد سے لیکر نماز فجر سے قبل تک کے درمیانی عرصہ میں،[147] نفل نماز اکیلئے پڑھنا، یا باجماعت پڑھنا، ہر دو صورتوں میں درست ہے۔[148] نفل نماز گھر میں پڑھنا بہت افضل ہے، بالخصوص تراویح کی نماز، اگر گھر میں اس کا

---

146 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الْجُوعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ۔ (ابن ماجہ: 1690، حسن صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے بھوک کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا، اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو اپنے قیام سے جاگنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔"

147 عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔۔۔ (مسلم: 736)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنا لیتے۔۔۔

148 باجماعت نفل نماز کے جواز کے حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ باب قائم کیا ہے: بَاب صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ۔ (بخاری: 1/ 396-397)۔ ترجمہ: یعنی نفلی نماز باجماعت پڑھنے کا جواز، اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی کریم ﷺ سے بیان فرمایا ہے۔؛ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔ (بخاری: 414؛ مسلم: 33)۔ ترجمہ: سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: تو کہاں پسند کرتا ہے کہ میں تیرے گھر میں تیرے لئے (تیری وجہ سے) نماز پڑھوں؟ عتبان کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کیلئے گھر میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ چناچہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہمیں اپنے پیچھے صف میں کھڑا کیا اور پھر دو رکعات پڑھیں۔

اہتمام ہو سکے، تو بہت اچھا ہے،[149] ورنہ مسجد میں اسے باجماعت ادا کیا جائے۔[150] بہر حال وقت کی وسعت اور مسجد میں آئے ہوئے لوگوں کی سہولت کے پیش نظر تراویح کو عشاء کی جماعت کے فوراً بعد پڑھنے سے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں اور قیام رمضان کی فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ تاہم اگر تراویح کو رات کے آخری حصے میں ادا کیا جائے تو بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

2۔ رمضان کی راتوں میں اسے عشاء کے بعد "تراویح" کے نام سے ادا کیا جاتا ہے کیونکہ چار رکعات (تراویح) کے بعد کچھ ترویحہ، یعنی کچھ وقت ٹھہرا جاتا ہے، رمضان کی راتوں میں رات کے پچھلے پہر، اسے قیام اللیل یا صلوٰۃ اللیل کے نام سے ادا کیا جاتا ہے اور باقی گیارہ ماہ اسے نماز تہجد اور صلاۃ وتر کے نام سے ادا کیا جاتا ہے۔ مگر رمضان ہو یا غیر رمضان، تراویح (تہجد / قیام اللیل) کو ہمیشہ سنّت سمجھ کر اور قیام کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر، ادا کرنا چاہیے۔

---

[149] عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِيهَا لَيَالِيَ حَتَّى اجْتَمَعَ إِلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً فَظَنُّوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيعِكُمْ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ۔ (بخاری: 7290؛ مسلم: 781)۔ ترجمہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں چٹائی سے گھیر کر ایک حجرہ بنا لیا اور رمضان کی راتوں میں اس کے اندر نماز پڑھنے لگے پھر اور لوگ بھی جمع ہو گئے تو ایک رات نبی کریم ﷺ کی آواز نہیں آئی۔ لوگوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ سو گئے ہیں۔ اس لیے ان میں سے بعض کھنگارنے لگے تاکہ آپ باہر تشریف لائیں، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: " میں تم لوگوں کے کام سے واقف ہوں، یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر یہ نماز تراویح فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جائے تو تم اسے قائم نہیں رکھ سکو گے۔ پس اے لوگو! اپنے گھروں میں یہ نماز پڑھو کیونکہ فرض نماز کے سوا انسان کی سب سے افضل نماز اس کے گھر میں ہے۔"

[150] عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ۔۔۔ فَقَالَ: إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ۔۔۔ (ترمذی: 806، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روزہ رکھا۔۔۔ تو آپ نے فرمایا: "جس شخص نے (ماہِ رمضان میں) امام کے (سلام پھیر کر) واپس ہونے تک امام کے ساتھ قیام کیا (باجماعت نماز تراویح ادا کی) تو اس کیلئے پوری رات، قیام کا اجر و ثواب لکھا جائیگا۔۔۔"

3۔ اس نماز کی کم از کم سنّت رکعات وتر کے علاوہ، آٹھ ہیں اور وتر سمیت کل گیارہ سے تیرہ تک ہیں۔ جبکہ غیر مسنون رکعات تیئس (23) اور انتالیس (39) ہیں۔ تراویح کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیریں اور آخر میں تمام رکعات کو طاق کرنے کیلئے وتر پڑھیں۔[151]

4۔ دو، دو رکعات کرکے جب چار رکعات پڑھائی جائیں تو کچھ دیر توقف کیا جائے۔ اس کے بعد پھر بقیہ چار، دو دو کرکے ادا کی جائیں اور پھر توقف کیا جائے۔ جبکہ وتر سب سے آخر میں تین رکعات اور ایک تشہد یا ایک صرف رکعت کی صورت میں پڑھے جائیں۔

نماز وتر کیا ہے؟ وتر کی حقیقت اور شرعی حکم کیا ہے؟

لغوی طور پر لفظ "وتر" کا معنی "طاق، اکیلا" ہے جسے انگریزی میں (odd) کہتے ہیں اور عربی میں وتر بولا

---

[151] عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً۔۔۔(بخاری:1096؛ مسلم: 738) ترجمہ: ابو سلمہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان میں کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ (رات کی نماز) رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔۔۔؛ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ۔۔۔(مسلم:736)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بلاشبہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات ادا فرماتے جن (گیارہ) میں سے ایک وتر ہوتا تھا۔؛ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا۔(مسلم: 737)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ذریعے وتر (ادا) کرتے تھے، ان میں آخری رکعت کے علاوہ کسی میں بھی تشہد کے لئے نہ بیٹھتے تھے۔ (بعض راتوں میں آپ ﷺ کا یہ معمول ہوتا)۔؛ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ۔(صحیح ابن خزیمہ، 1070، حسن، 2/ 138)۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں نماز پڑھائی، آپؐ نے آٹھ رکعات (تراویح) اور وتر پڑھایا۔

جاتا ہے۔ شرعی طور پر یہ وہ نماز ہے جو (عشاء کے بعد اور فجر سے پہلے) رات کی آخری نماز[152] کے طور پر ادا کی جاتی ہے تاکہ یہ ایک فرد کی دن کی تمام نمازوں (فرض، سنت، نفل) کو طاق (وتر) بنادے اور اس فرد کی تمام نمازیں طاق تعداد میں ختم یا مکمل ہوں۔[153] یہ نماز، فرض نہیں ہے بلکہ نفل ہے، لیکن مؤکد ترین سنت ہے[154] کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تاکید وترغیب فرمائی، اسے رات کی بہترین نمازوں میں سے ایک قرار دیا اور خود بھی، سفر یا حضر میں کبھی وتر کو ترک نہیں کیا۔ نماز وتر کا وقت نماز عشاء کے بعد

---

[152] عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا۔ (بخاری: 998؛ مسلم: 1755) ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وتر کو رات کی آخری نماز بناؤ۔“

[153] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى۔ (بخاری: 990؛ مسلم: 1748) ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔“

[154] عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْوِتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔ (ابوداوٗد: 1422، صحیح) ترجمہ: سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وتر ہر مسلمان پر حق ہے جو پانچ پڑھنا چاہے پانچ پڑھے، جو تین پڑھنا چاہے تین پڑھے اور جو ایک پڑھنا چاہے ایک پڑھے“۔ اگر وتر فرض یا واجب ہوتا تو اس کی رکعات کی تعداد مقرر ہوتی، وقت کا تعین ہوتا، یہ فرض نمازوں کی طرح احکامات کی تفصیل کے ساتھ ہم تک پہنچتا اور آپ ﷺ اس کو دوران سفر، سواری پر نفل نماز کی طرح نہ پڑھتے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ وتر، سنت مؤکدہ ہے۔ جیسے احناف (البحر الرائق (لابن نجیم)، 2/ 40؛ مختصر اختلاف العلماء، 1/ 224)، حنابلہ (المغنی، 2/ 118-119؛ شرح منتھی الإرادات (للبھوتی)، 1/ 237)، شوافع (المجموع (للنووی)، 4/ 19؛ الحاوی الکبیر (للماوردی)، 2/ 278) اور مالکیہ (التاج والإکلیل (للموافق)، 2/ 75؛ الذخیرۃ (للقرافی)، 2/ 392) کے فتاوی ہیں۔

سے طلوع فجر تک رہتا ہے[155] مگر اسے رات کے آخری حصہ میں ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔[156] یہ نماز عموماً ایک رکعت یا تین رکعت تک پڑھی جاتی ہے اور اس کی آخری رکعت میں قنوتِ وتر (دعا) پڑھی جاتی ہے۔

نماز وتر کی رکعات اور ادائیگی کا طریقہ:

نماز وتر کے مسائل میں بہت تنوع ہے اور یہ سارا تنوع ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ وتر (جو ایک نفل نماز ہے) میں وسعت اور آسانی ہے اور شریعت نے اس عبادت کو سخت اور محدود نہیں بنایا بلکہ آسان رکھا ہے۔ بہر حال نماز وتر (صلاۃ وتر / صلاۃ اللیل) کی ادائیگی کا طریقہ اور رکعات کی تعداد کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

1۔ رات کی نماز وتر ہو یا غیر وتر، سب نفل ہے۔

2۔ رات کی نماز 2، 2 رکعت پڑھنا اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا، پھر آخر میں وتر پڑھنا، سب سے افضل عمل ہے۔[157]

---

155 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ۔ (بخاری: 996؛ مسلم: 1738) ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں (نماز) وتر پڑھی ہے اور اخیر میں آپ ﷺ کی وتر صبح کے قریب ہوتی۔

156 عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ، فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ۔۔۔ (مسلم: 1766) ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جسے ڈر ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا، وہ رات کے شروع میں وتر پڑھ لے۔ اور جسے امید ہو کہ وہ رات کے آخر میں اٹھ جائے گا، وہ رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصے کی نماز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یہ افضل ہے۔۔۔

157 عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔ (مسلم: 736)۔ ترجمہ: نبی ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنا لیتے۔؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ۔۔۔ قَالَ

3۔ نمازوتر اگر 3 رکعات پڑھنی ہوں (جیسا کہ اکثر 3 رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں) تو اس کی ادائیگی کے دو طریقے صحیح ہیں اور ایک طریقہ غلط ہے:

پہلا (صحیح) طریقہ: پہلا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعات پڑھتے ہوئے پہلی دو رکعات کی بجائے صرف تیسری یعنی آخری رکعت میں تشہد بیٹھیں۔[158]

دوسرا (صحیح) طریقہ: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر صرف ایک رکعت نماز، الگ سلام کے ساتھ پڑھیں۔[159]

ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ، ثُمَّ ذَهَبْتُ ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى ، يَفْتِلُهَا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ ، حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ ، فَقَامَ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔(بخاری:183 ؛ مسلم: 673)۔ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاری۔۔۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا، جس طرح آپ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر اسے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پڑھ کر اس کے بعد آپؐ نے وتر پڑھا اور لیٹ گئے، پھر جب مؤذن آپ ﷺ کے پاس آیا، تو آپ نے اٹھ کر دو رکعت معمولی (طور پر) پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لا کر صبح کی نماز پڑھی۔؛ فتاوی نور علی الدرب (فتاوی شیخ ابن باز)، 10/22۔

[158] عن عائشة رضی الله عنها قالت: كان رسولُ الله ﷺ يُوتر بثلث لا يُسلّم الا فی آخرهِنَّ و هذا وِترُ اميرِ المؤمنين عمر بن الخطاب رضی الله عنه و عنه اخذه اهلُ المدينة۔(مستدرک حاکم:1140، صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے آخر (آخری رکعت) میں ہی سلام پھیرتے تھے۔ اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن الخطاب کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔(اس حدیث کے دیگر شواہد مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق وغیرہ میں بھی موجود ہیں)۔

[159] عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔(مسلم:736)۔ترجمہ: نبی

تیسرا طریقہ (جو غلط ہے): تین رکعات وتر کو نماز مغرب کی طرح ادا کرنا، یعنی 2 تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا، غلط طریقہ ہے۔[160]

ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنا لیتے۔؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَهِيَ خَالَتُهُ ۔۔۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ، ثُمَّ ذَهَبْتُ ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى ، يَفْتِلُهَا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ ، حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ ، فَقَامَ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔ (بخاری:183 ؛ مسلم: 673)۔ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزاری۔۔۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے بھی کھڑے ہو کر اسی طرح کیا، جس طرح آپ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر جا کر میں بھی آپ کے پہلوئے مبارک میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر اسے مروڑنے لگے۔ پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں، پھر دو رکعتیں پڑھ کر اس کے بعد آپؐ نے وتر پڑھا اور لیٹ گئے، پھر جب مؤذن آپ ﷺ کے پاس آیا، تو آپ نے اٹھ کر دو رکعت معمولی (طور پر) پڑھیں۔ پھر باہر تشریف لا کر صبح کی نماز پڑھی۔

[160] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: لا توتروا بثلاث، اوتروا بخمس، او بسبع، ولا تشبھوا بصلاۃ المغرب. واللفظ لموھب بن یزید، کلھم ثقات ۔(سنن دار قطنی:1650، صحیح)۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: "تین رکعت وتر ادا نہ کرو، پانچ یا سات رکعت ادا کرو اور اسے مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔" یہ الفاظ موہب بن یزید کے ہیں اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (سنن دار قطنی میں یہ حدیث کتاب الوتر، باب لاتشبھوا الوتر بصلاۃ المغرب (باب وتر کی نماز کو مغرب کی نماز کے مشابہہ مت کرو) کے عنوان سے موجود ہے۔ (نیز یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ابن حبان (2429)، مستدرک حاکم میں (1141، 1142)، بیہقی الکبیر میں (4892۔4894)، مصنف عبد الرزاق میں (4622) اور طحاوی کی شرح معانی الآثار میں (1738۔1739) میں بھی موجود ہے)؛عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: لا توتروا بثلاثٍ ركعاتٍ فتَشبَّهوا بالمغرِبِ ، ولكن أوتِروا بخَمسٍ أو بسَبعٍ أو بتِسعٍ أو بإحدَى عَشرةَ۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: 1629 ؛ بیہقی سنن کبری: 4880،

4۔ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص کی تلاوت کریں۔[161]

5۔ وتر سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا تین مرتبہ پڑھیں:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ۔

یعنی پاک ہے بادشاہ، نہایت ہی پاک۔

اور تیسری مرتبہ اپنی آواز کو کچھ بلند کرتے ہوئے[162] ایک مرتبہ یہ پڑھیں:

رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔

فرشتوں اور رُوح (جبرائیلؑ) کا رب۔[163]

بسند صحیح؛ فتح الباری، 6/ 205)۔ ترجمہ: سیدنا ابو هریرۃ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وتر تین رکعات یوں ادا نہ کرو کہ تم نماز مغرب کی مشابہت کرو، لیکن 5 یا 7 یا 9 یا 11 رکعات وتر پڑھا کرو۔؛ نیز صحیح مسلم کی حدیث (737) کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم 5 وتر ایک تشہد اور ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ اس روایت سے تین رکعت وتر میں درمیانی تشہد نہ بیٹھنے پر استدلال بالاَوْلَوِیہ ہے کہ جب پانچ رکعت وتر میں درمیانی تشہد نہیں تو تین رکعت وتر میں بطریق اولیٰ صرف ایک ہی تشہد ہو گا۔

161 عَنْ أُبَيِّ بن كعب رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُوتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَكَانَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ۔ (نسائی: 1732، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں «سبح اسم ربك الأعلى» اور «قل يا أيها الكافرون» اور «قل هو الله أحد» پڑھتے تھے، اور جب سلام پھیرتے تھے، تو «سبحان الملك القدوس» تین بار کہتے، اور تیسری بار اپنی آواز بلند کرتے۔

162 عَنْ أُبَيِّ بن كعب رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُوتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَكَانَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالثَّالِثَةِ۔ (نسائی: 1732، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں «سبح اسم ربك الأعلى» اور «قل يا أيها الكافرون» اور «قل هو الله أحد» پڑھتے تھے، اور جب سلام پھیرتے تھے، تو «سبحان الملك القدوس» تین بار کہتے، اور تیسری بار اپنی آواز بلند کرتے۔

6۔ نماز وتر 2، 2 رکعت کی صورت میں یا 4، 4 رکعت کی صورت میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہو گا کہ آخر میں ایک طاق رکعت شامل کر کے وتر بنالی جائے۔ یوں یہ 1، 3، 5، 7 اور 9 رکعات اکٹھی ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں۔ البتہ 9 سے زائد رکعات ایک سلام سے نہیں پڑھی جاسکتیں۔ اور 9 کے اندر بھی یہی بہتر ہے کہ آٹھویں رکعت میں تشہد بیٹھا جائے اور نویں میں بھی بیٹھا جائے اور پھر سلام پھیر اجائے۔[164]

7۔ واضح ہو کہ جس رکعت میں وتر کی دعا (قنوت وتر) مانگنی ہے اگر اس رکعت کا اعتبار کر کے لفظ "وتر" بولا جائے تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ جتنی رکعات، قنوت وتر والی رکعت سمیت، پڑھی جائیں گی وہ "وتر" کہلائیں گی اور باقی رکعات، نفل کہلائیں گی۔

8۔ صرف ایک رکعت وتر پڑھنا بھی، درست اور جائز ہے۔[165]

9۔ نماز وتر کو کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ 13 رکعات تک پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ رکعات 3،

---

163 دار قطنی: 1660، صحیح، عن اَبی بن کعب رضی اللہ عنہ

164 الانصاف (للمرداوی)، 2/120؛ زاد المعاد، 1/331؛ مجموع فتاوی ورسائل العثیمین، 14/164

165 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِي اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ صَلاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ الله: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَإِذَا خَشِي أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُلَهُ مَا قَدْ صَلَّى۔ (بخاری: 990؛ مسلم: 1748) ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات میں نماز کے متعلق معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔"؛ عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ - وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ - إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔۔۔ (مسلم: 736)۔ ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنا لیتے۔۔۔؛ اسی طرح بخاری: 990، مسلم: 749 اور 752 احادیث بھی اس ضمن میں موجود ہیں۔ نیز یہی جمہور صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور ائمہ سلف وخلف کا مؤقف ہے (الاستذکار، 2/110؛ المغنی، 2/110؛ طرح التثریب، 3/78؛ مختصر اختلاف العلماء (للطحاوی)، 1/226؛ المجموع، 4/21-22)

5، 7، 9، 11 اور 13 تک ہو سکتی ہیں۔[166]

10۔ اگر 5 رکعات نماز وتر ادا کرنی ہے تو صرف آخری رکعت میں ہی تشہد بیٹھا اور اسی میں سلام پھیرا جائے گا۔[167]

11۔ اگر 7 رکعات نماز وتر ادا کرنی ہے تو صرف آخری رکعت میں ہی تشہد بیٹھا اور سلام پھیرا جائے گا۔[168] البتہ اگر کوئی چھٹی رکعت میں تشہد بیٹھ کر اٹھ جائے اور ساتویں رکعت میں تشہد کے بعد سلام پھیرے تو بھی درست ہے۔

12۔ اگر 9 رکعات نماز وتر ادا کرنی ہے تو صرف آخری رکعت میں ہی تشہد بیٹھا اور سلام پھیرا جائے گا۔البتہ اگر کوئی آٹھویں رکعت میں تشہد بیٹھ کر اٹھ جائے اور نویں رکعت میں تشہد کے بعد سلام پھیرے تو

---

166 عن مسروقٍ، قال: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عن صَلَاةِ رَسولِ اللهِ ﷺ باللَّيْلِ؟ فَقالَتْ: سَبْعٌ، وتِسْعٌ، وإِحْدَى عَشْرَةَ، سِوَى رَكْعَتَي الفَجْرِ۔(بخاری:1139)۔ترجمہ:مسروق کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:نبی ﷺ رات کو کتنی رکعت نماز پڑھتے تھے؟انہوں نے فرمایا:سات رکعت، نو رکعت اور گیارہ رکعت ،فجر کی دو سنتوں کے علاوہ۔؛عن عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أوتَرَ بخمسٍ، وأوتَرَ بسبعٍ ۔(ابن حبان:2438، صحیح؛ سلسلہ احادیث صحیحہ:2961)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے پانچ رکعت وتر بھی پڑھے اور سات رکعت وتر بھی پڑھے۔؛عن أم سلمة رضي الله عنها قالت كان النبيُّ ﷺ يُوتِرُ بثلاثَ عشرةَ، فلمَّا كبِرَ وضَعُفَ أوتَرَ بسبعٍ۔(ترمذی:457، صحیح)۔ترجمہ:سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ پہلے تیرہ رکعت وتر پڑھا کرتے تھے،پھر جب عمر بڑھ گئی اور جسم کمزور ہو گیاتو سات رکعت وتر پڑھنے لگے۔

167 عن عائشةَ رَضِيَ اللهُ عنها قالت: كانَ رَسولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِن ذلكَ بخَمْسٍ، لا يَجْلِسُ في شيءٍ إِلَّا في آخِرِهَا۔(مسلم:373)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے،اور ان میں سے پانچ رکعت وتر ہوتے تھے،اور ان پانچ رکعتوں میں آپ ﷺ صرف آخری رکعت میں ہی بیٹھتے تھے۔

168 عن عائشةَ رَضِيَ اللهُ عنها قالت: لَمَّا أَسَنَّ رَسولُ اللهِ ﷺ وأَخَذَ اللَّحْمَ صلَّى سَبْعَ ركَعاتٍ لا يَقْعُدُ إِلَّا في آخرِهِنَّ۔(صحیح سنن نسائی:1717)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بوڑھے ہو گئے اور جسم بھاری ہو گیاتو آپ ﷺ سات رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں صرف آخری رکعت میں بیٹھتے تھے۔

زیادہ درست اور افضل ہے۔[169]

13۔ اگر 11 رکعات نماز وتر ادا کرنی ہے تو صرف آخری رکعت میں ہی تشہد بیٹھا جائے اور سلام پھیرا جائے یہ عمل سب سے افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی دسویں رکعت اور گیارہویں رکعت دونوں میں تشہد پڑھ لے اور آخری رکعت میں سلام پھیر لے تو بھی جائز ہے۔ اگر 10 رکعات 2، 2 کر کے ادا کی جائیں گی اور سلام پھیرا جائے گا اور آخر میں ایک رکعت ایک تشہد اور سلام کے ساتھ پڑھی جائے گی، یہ تو افضل عمل ہے۔[170]

14۔ اگر 13 رکعات نماز وتر ادا کرنی ہے تو 10 رکعات کو 2، 2 کر کے ادا کیا جائیگا اور سلام پھیرا جائے گا۔ اس کے بعد 3 رکعات ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائیں گی۔ یا 8 رکعات 2، 2 کر کے پڑھی

---

169 عن سَعدِ بنِ هِشامِ بنِ عامرٍ، أنَّه قال لعائشةَ رَضِيَ اللهُ عنها: يا أمَّ المؤمنين، أَنبِئيني عن وِتْرِ رسولِ اللهِ ﷺ فقالت: ۔۔۔ ويُصلِّي تِسعَ ركعاتٍ لا يجلسُ فيها إلَّا في الثامنةِ، فيذكُرُ اللهَ ويَحمَدُه ويدعوه، ثم يَنهَضُ ولا يُسلِّم، ثم يقومُ فيَصِلُ التاسعةَ، ثم يقعُدُ فيذكُرُ اللهَ ويَحمَدُه ويدعوه، ثم يُسلِّم تسليمًا يُسمِعُنا، ثم يُصلِّي ركعتينِ بعدَما يُسلِّمُ وهو قاعدٌ، فتِلك إحدى عشرةَ ركعةً يا بُنيَّ، فلمَّا أسنَّ نبيُّ اللهِ ﷺ، وأخَذه اللحمُ أَوْتَرَ بسبعٍ، وصنَع في الركعتينِ مِثل صَنيعِه الأوَّل، فتلك تِسعٌ يا بُنيَّ۔ (مسلم: 746)۔ ترجمہ: سعد بن ہشام کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں مجھے بتایئے۔ انہوں نے فرمایا: ۔۔۔ اور آپ ﷺ نو رکعت نماز پڑھتے تھے، جن میں آپ ﷺ آٹھویں رکعت کے سوا کہیں نہیں بیٹھتے تھے، آٹھویں رکعت میں اللہ کا ذکر کرتے، حمد کرتے اور دعا مانگتے، پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھتے، اللہ کا ذکر کرتے، حمد کرتے، دعا کرتے، پھر ایسا سلام پھیرتے کہ ہم سن لیتے۔ اس کے بعد آپ بیٹھے بیٹھے دو رکعت نماز پڑھتے۔ یہ کل گیارہ رکعت ہو جاتیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی عمر بڑھ گئی اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے سات رکعت وتر پڑھنا شروع کر دیے اور ان کے بعد کی دو رکعت بھی ویسے ہی پڑھتے تھے۔ اس طرح یہ نو رکعت بن جاتیں، میرے بیٹے! ؛ صرف 9 رکعات وتر پڑھنے والا 8 ویں اور 9 ویں رکعت دونوں میں تشہد پڑھ سکتا ہے (ان رکعات سے کم والا نہیں)، یہ مؤقف جمہور حنابلہ کا بھی ہے۔ (الانصاف (للمرداوی)، 2/120 ؛ زاد المعاد، 1/331 ؛ مجموع فتاوی ورسائل العثیمین، 14/164)

170 المجموع (للنووی)، 4/12 ؛ تحفۃ المحتاج (للھیتمی)، 2/227 ؛ حاشیہ البجیرمی علی شرح المنہج، 1/227

جائیں اور 5 رکعات وتر مسلسل پڑھے جائیں جن میں صرف آخری رکعت میں تشہد اور سلام ہو۔

قنوت کیا ہے؟ مفہوم اور اقسام:

قنوت کا معنی دعا کرنا، کھڑا ہونا، قیام، عاجزی وانکساری، اطاعت وبھلائی اور خشوع وخضوع وغیرہ کے ہیں۔[171] اصطلاحاً، نماز میں قیام کے مخصوص حصے میں دعا کرنا، قنوت کہلاتا ہے۔[172] عبادات میں قنوت دو قسم کی ہے، اول قنوت نازلہ اور دوم قنوت وتر۔ قنوتِ نازلہ وہ دعا ہے جو جنگ، مصیبت، وبائی امراض، ناگوار حالات، دشمن کے غلبہ اور ظالموں کے ظلم وستم کے وقت دورانِ نماز پڑھی جاتی ہے۔ جبکہ قنوتِ وتر وہ دعا ہے جو نمازِ وتر کی آخری رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

قنوتِ وتر کا حکم، الفاظ، پڑھنے کا وقت اور طریقہ:

نمازِ وتر کی آخری رکعت میں سورۃ الاخلاص کی تلاوت کے بعد، رکوع جانے سے قبل[173]، یا رکوع سے اٹھ کر

171 مشارق الأنوار (قاضی عیاض)، 2/186؛ مقدمہ فتح الباری لابن حجر، صفحہ: 171؛ مقاییس اللغۃ (ابن فارس)، 5/31

172 فتح الباری (لابن حجر)، 2/490

173 عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ، كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ فَإِذَا فَرَغَ قَالَ عِنْدَ فَرَاغِهِ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يُطِيلُ فِي آخِرِهِنَّ ۔(سنن نسائی: 1700، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الأعلی" دوسری رکعت میں "قل یا أیھا الکافرون" اور تیسری میں "قل ھو اللہ أحد" پڑھتے، اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے، پھر جب (وتر سے) فارغ ہو جاتے تو فراغت کے وقت تین بار "سبحان الملک القدوس" کہتے، اور ان کے آخر میں (آواز کو) کھینچتے؛ عن إبراهيمَ، عن عَلقمةَ، قال: إنَّ ابنَ مسعودٍ وأصحابَ النبيِّ ﷺ كانوا يَقنُتونَ في الوترِ قبلَ الرُّكوعِ۔ (المصنف، 2/302، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدرایۃ، 1/194" میں اس کی سند کو حسن قرار دیا۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو "إرواء الغلیل، 2/166" میں جید قرار دیا اور کہا کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے)۔ ترجمہ: جناب ابراہیم، جناب علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے (دیگر) صحابہ نمازِ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

سجدہ سے قبل[174]، (سینے تک دونوں) ہاتھ (جوڑ کر) اٹھا کر یا بغیر ہاتھ اٹھائے، [175] وتر کی دعا یعنی ''قنوتِ وتر'' پڑھیں کیونکہ نمازِ وتر میں قنوت پڑھنا صرف مشروع (جائز و ثابت شدہ) ہے۔ مگر یہ فرض یا واجب نہیں،

---

174 رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد قنوت، جائز ہے اور بعض کے نزدیک رکوع کے بعد افضل ہے۔(مطالب أولي النهى (للرحیبانی)، 1/554؛ حاشیۃ الروض المربع (لابن قاسم)، 2/189)؛ الأوسط فی السنن والاجماع والاختلاف (لابن منذر)، 5/211؛ الإشراف علی مذاهب العلماء، 2/272؛ مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 23/100؛ فتح الباری، 2/491؛ مجموع فتاوی لابن باز، 11/357؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 4/18۔ اگر وتر کی دعا کو ہنگامی حالات کے پیش نظر قنوتِ نازلہ کی شکل دے دی جائے ،تو اسے رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے۔ جیسا کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتروں میں مخالفینِ اسلام کے خلاف بد دعا رکوع کے بعد کرتے تھے۔(صحیح ابن خزیمہ:1100)

175 دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی مرفوع روایت نہیں ہے تاہم جمہور اہل علم کے نزدیک دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھانا ایک مستحب عمل ہے،خواہ وہ قنوت نازلہ ہو یا قنوت وتر ہو۔کیونکہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے بئر معونہ پر صحابہ کرام کو شہید کرنے والے کفار کے خلاف ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی تھی۔ اسی طرح سورج گرہن کی نماز میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تھے۔مزید یہ کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا عام نصوص سے بھی ثابت ہے اس لئے قنوت بھی دعا ہے تو اس میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہوا۔ نیز ابن ابی شیبہ میں کچھ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم ملتے ہیں جن میں ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ:1012) ۔ جیسے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قول (مسند احمد: 23714، صحیح) اور خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے۔(سنن الکبری للبیہقی، 2/212،210، صحیح)۔ اور چونکہ وتر کا قنوت بھی دعا ہے اس لئے قنوت نازلہ اور قنوت وتر میں حکم مشترک ہے۔بعض علماء کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ اٹھائے بغیر دونوں طریقوں سے قنوت وتر پڑھنا صحیح ہے البتہ ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنا اس لیے راجح ہے کہ ایک تو قنوت نازلہ میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں بھی ہاتھ اٹھانے صحیح ہوں گے۔واضح ہو کہ وتر میں تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا پھر انہیں باندھ لینا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔اسی طرح قنوت وتر کے دوران سینہ کے برابر ہاتھ اٹھانے چاہیں،اس سے زیادہ نہیں کیونکہ یہ دعاء'' ابتھال'' یعنی مباہلہ والی نہیں کہ انسان اس میں ہاتھ اٹھانے میں مبالغہ سے کام لے، بلکہ یہ تو رغبت کی دعاء ہے اور وہ اپنے ہاتھوں کو اس طرح پھیلائے کہ اس کی ہتھیلیاں آسمان کی جانب ہوں۔ نیز اہل علم کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نمازی قنوت وتر کے دوران اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر رکھے جس طرح کہ کوئی شخص دوسرے سے کچھ دینے کا کہہ رہا ہو۔

اگر کوئی پڑھنا بھول جائے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ جان بوجھ کر دعا ترک کر دینے کو اپنی عادت بنانا، اچھا عمل نہیں۔[176] امام کی جانب سے مانگی جانیوالی دعاؤں پر مقتدی مناسب آواز میں (جہری طور پر) آمین کہے۔[177] وتر کی دعا کے اختتام پر اپنے اٹھائے ہوئے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیرنا، درست نہیں۔[178]

---

176 دعاءِ قنوت محدثین کے نزدیک فرض ،واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے اس لئے اس کے ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ قنوت وتر کے ماہِ رمضان اور باقی گیارہ ماہ میں واجب ہونے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ترک دعا سے وتر ادا ہو جائے گا لیکن وہ بات نہیں حاصل ہو گی جو دعا کے ساتھ ادا کرنے میں ہو گی۔

177 جہری طور پر آمین کہنے کے جواز پر فتوی،علماء شوافع(المجموع (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ)، 493/3 ؛مغني المحتاج (امام شربيني رحمۃ اللہ علیہ)، 167/1)، علماء حنابلہ(شرح منتهى الإرادات (امام بھوتی رحمۃ اللہ علیہ)،241/1 ؛ مسائل الإمام أحمد (روایۃ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ)، صفحہ: 96؛ حاشیۃ الروض المربع(ابو قاسم رحمۃ اللہ علیہ، 196/2) ، علماء احناف ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین، 139/13) اور سعودی دائمی فتوی کمیٹی (فتاوی لجنہ دائمہ ، مجموعہ اول، 48/7) کا موجود ہے اور اس ضمن میں فقہاء کا اجماع (المغنی، 113/2، 114) بھی نقل کیا گیا ہے۔کیونکہ قنوت پڑھنے والا اپنے اور دوسروں کیلئے دعائیں مانگتا ہے۔(مجموع فتاوی ورسائل العثیمین،13/ 139) امام اسی لئے بلند آواز سے دعائیں مانگتا ہے کہ مقتدی سن کر آمین کہے ورنہ امام کے بلند آواز سے پڑھنے کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔(بدائع الفوائد لابن قیم،113/4)۔ بہر حال بلند آواز سے قنوت وتر پڑھنے اور مقتدیوں کے آمین کہنے کے حوالے سے اگر کوئی صحیح حدیث موجود نہ بھی ہو تو بھی اسے اگر قنوت نازلہ پر قیاس کیا جائے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔قنوت نازلہ کی طرح قنوت الوتر کو بھی جہری وتر کی نماز جہری ہونے کی وجہ سے جہرا پڑھا جائے گا۔ نیز دعا کے دوران بعض اہل علم واحد کے صیغہ کی جمع کے صیغہ کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں جبکہ بعض دوسرے قائل نہیں ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ اگر تو مقتدی نے امام کی دعا پر آمین کہنا ہو تو پھر امام جمع کو صیغہ استعمال کرے۔اور اگر سری دعا ہو تو پھر امام واحد کا صیغہ استعمال کرے جیسا کہ احادیث میں استعمال ہوا ہے۔

178 عام دعا کے اختتام پر ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا اگرچہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر بعض صحابہ مثلاً: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہ عمل ثابت ہے۔(الادب المفرد، حدیث:609)۔ اس لیے اس کا جواز ہے، تاہم اگر کوئی شخص دعائے قنوت کے بعد ہاتھ منہ پر نہیں پھیرتا تو اس کا یہ عمل صحیح ہے کیونکہ اس کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہیں ملتا۔(جزء فی مسح الوجہ بعد الدعاء(بکر ابوزید)،

قنوتِ وتر کی صورت میں جو دعا مانگی جاتی ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ إِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، وَإِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ [179] وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ۔ [180]

صفحہ:102)

[179] قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَلِمَاتٍ أَقُوْلُھُنَّ فِی الْوِتْرِ، قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ: فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ۔۔ اللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ۔۔۔تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ۔(ابوداؤد: 1245 ؛ ترمذی: 464، حسن)۔ترجمہ: سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر میں کہا کرتا ہوں (ابن جوّاس کی روایت میں ہے "جنہیں میں وتر کے قنوت میں کہا کروں") وہ کلمات یہ ہیں: اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کو تو نے ہدایت دی ہے۔۔۔ اے ہمارے رب تو بابرکت اور بلند و بالا ہے۔

[180] وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ۔ (سنن نسائی: 1747، ضعیف)۔اس دعا کے آخر میں جو الفاظ "وصلی اللہ علی النبی" یا "وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ" کے ہیں، انہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے مگر ان الفاظ کو دعا کے آخر میں پڑھ لینے میں کچھ قباحت نہیں کیونکہ سیدنا ابوحلیمہ معاذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ قنوت وتر میں نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھا کرتے تھے۔(فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ (اسماعیل بن اسحاق قاضی)، اثر نمبر: 107، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو موقوف صحیح لکھا ہے)۔یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا ہے۔اس اثر کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔(صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، صفحہ:180)۔نیز سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ وہ بھی قنوت وتر میں نبی اکرم ﷺ پر درود وصلاۃ پڑھا کرتے تھے۔اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔(صفۃ صلاۃ النبی ﷺ، صفحہ: 180)۔قنوت نازلہ کے بارے میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے اندر قنوت نازلہ کے آخر میں درود پڑھنے کا تذکرہ موجود ہے۔(صحیح ابن خزیمہ: 1100، (2/ 155) صحیح)۔جب فرض نماز کی قنوتِ نازلہ میں درود شریف پڑھنا درست ہے تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے قنوت وتر میں دعاؤں کے اختتام پر بھی، آپ ﷺ پر درود پڑھنا درست عمل ہے۔اس عمل کے صحیح ہونے کے دلائل شوافع (المجموع (للنووی)، 3/ 499؛ روضۃ الطالبین (للنووی)، 1/ 254)، حنابلہ (الإنصاف (للمرادی)، 2/ 122 ؛ کشاف القناع (للبھوتی)، 1/ 420) اور احناف (بدائع الصنائع (للکاسانی)، 1/ 274؛ فتح القدیر (کمال ابن الھمام)، 1/

اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کو تو نے عافیت دی ہے اور میری کارسازی فرما ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کی تو نے کارسازی کی ہے اور مجھے میرے لیے اس چیز میں برکت دے جو تو نے عطا کی ہے اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقدر کی ہے، تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جسے تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ عزت نہیں پا سکتا، اے ہمارے رب تو بابرکت اور بلند و بالا ہے۔ اور درود (رحمت) بھیجے اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر۔

قنوتِ وتر کی دعاؤں میں کن امور سے بچنا چاہئے؟

قنوتِ وتر کی دعا کے وقت صرف مسنون دعاؤں کا انتخاب کرنا بہترین انداز ہے۔ اس کے برعکس ایسے موقع پر، آواز کو بہت زیادہ بلند کرنے، اونچی آواز سے رونے، بلند آواز سے آہ وبکا کرنے، الفاظ کے سجع و تکلف کو اپنانے، لوگوں کو بہت دیر تک کھڑے رکھنے اور طویل دعاؤں سے اجتناب کرنا چاہئے۔[181]

نمازِ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت:

نمازِ تراویح میں حسبِ استطاعت اور حسبِ توفیق قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ اس حوالے سے دو باتیں اہم ہیں:

1۔ وہ لوگ جو قرآن مجید کو صحیح فہم و تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا چاہتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان (پورا سال)، کسی ایک دن یا ایک رات میں (دوران نماز یا علاوہ نماز) سارا قرآن مجید نہ پڑھیں بلکہ کم از کم تین دن یا تین راتوں تک قرآن مجید کی تلاوت مکمل کریں۔[182] یہی افضل واعلیٰ

---

438) کے ہاں بھی موجود ہیں۔

[181] الاعراف:7: 55؛ مریم:19: 3؛ تفسیر ابن جریر طبری، 12/ 485، 486۔487؛ بخاری:6337؛ الفتاوی الکبری لابن تیمیہ، 2/ 415؛ مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 22/ 489؛ فتاوی لجنہ دائمہ، 6/ 76، طبع دوم؛ المجموع للنووی، 3/ 499؛ مجموع فتاوی لابن باز، 11/ 355، 357؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 14/ 135۔136

[182] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: فِي شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، يُرَدِّدُ الْكَلَامَ أَبُو مُوسَى وَتَنَاقَصَهُ حَتَّى قَالَ: اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ

عمل ہے۔

2۔ وہ لوگ جو صرف قرآنی الفاظ اور آیات کی تلاوت، حصول ثواب وبرکت کیلئے، کرنا چاہتے ہیں، ان کو اجازت ہے کہ وہ ایک دن میں بھی پورا قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں۔[183]

ثَلَاثٍ۔(ابوداؤد: 1390، صحیح؛ یہ حدیث بخاری ومسلم اور دیگر کتب احادیث میں بھی تفصیلا موجود ہے)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں قرآن کتنے دنوں میں ختم کروں؟ فرمایا: "ایک ماہ میں"، کہا: میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں (ابوموسیٰ یعنی محمد بن مثنیٰ اس بات کو باربار دہراتے رہے) آپ اسے کم کرتے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے سات دن میں ختم کیا کرو"، کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: "وہ شخص قرآن نہیں سمجھتا جو اسے تین دن سے کم میں پڑھے"۔؛ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن فہم پر مبنی ہونی چاہیے، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہیئے اس لئے ایک دن یارات میں 10 پاروں کی تلاوت کافی ہوتی ہے۔

183 جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک دن یا ایک رات میں قرآن مجید مکمل نہیں پڑھا۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ حَتَّى الصَّبَاحِ۔(ابن ماجہ: 1348، صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ہی رات میں پورا قرآن پڑھا ہو۔؛عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَا أَعْلَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ، وَلَا قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحَ، وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ۔(نسائی: 1642، صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں سارا قرآن پڑھا ہو، یا پوری رات صبح تک قیام کیا ہو، یا رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں۔؛واضح ہو کہ صحابہ وتابعین کرام اور ائمہ عظام کے کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو 3 دن/رات سے کم مدت میں بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو جو حکم دیا تھا وہ مخاطب کے شوق اور قوت وطاقت کے اعتبار سے تھا۔متذکرہ حدیث میں تلاوت قرآن کی تحدید وتعیین نہیں ہوتی، یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس میں مذکورہ نہی تحریمی نہیں اور آپ ﷺ کا امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اور یہ بات حدیث کے تمام طرق اور سیاق وسباق سے بھی معلوم ہوتی ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک تلاوت کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ یہ انسانی قوت ونشاط پر موقوف ہے اور یہ حالات واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔(فتح الباری:9/ 122؛ فتاوی نذیریہ، 2/10؛ مصنف ابن ابی شیبہ: 8588-8589، 8591، 8594، 8595؛ فضائل القرآن لابن کثیر، صفحہ: 255، 257؛ حلیۃ الاولیاء، 9/134؛ شعب الایمان، 2/524 وغیرہ)

روزے کی نیّت اور نیّت کا مقصد:

1۔نیت کب، کیوں اور کیسے کریں؟ ماہ رمضان میں صبح کے روزے کی نیت، رات سوتے وقت (صبح صادق سے پہلے تک) کی جائیگی۔[184] کیونکہ ہر اچھے کام کیلئے نیت کرنا ضروری ہے۔[185] لفظ "نیت" کا معنیٰ ہی دل کا ارادہ ہے اس لئے نیت کرنے کیلئے زبان سے کچھ بھی بولنے کی ضرورت نہیں۔ نیت کا محل ومقام بھی دل ہے، زبان نہیں۔ نیت بندے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے جو ان دونوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ جو کچھ زبان سے بول دیا جائے وہ نیت نہیں ہوتی بلکہ اِظہار یا اِقرار ہوتا ہے جو اِرد گرد والے سب سُن لیتے ہیں اور کسی شخص سے مخفی نہیں رہتا۔ اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کیلئے نماز کی نیت کرکے نماز شروع کردے۔ دورانِ نماز اُسے محسوس ہو کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے، تو وہ نماز لمبی کردے۔ اسے شرکِ اصغر یعنی ریاکاری قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ دوران نماز اس شخص کی نیت بدل گئی ہے۔ حالانکہ اس شخص نے نیت کے کوئی بھی الفاظ اپنی زبان سے ادا نہیں کئے۔

2۔رات کی نیت صبح کے روزے کیلئے کافی ہے: اسی طرح جب کوئی شخص ماہِ رمضان کی رات کو یہ نیت کرکے سوئے کہ میں نے صبح اٹھ کر سحری کھا کر روزہ رکھنا ہے، مگر وہ سویا رہ جائے اور سحری کھانے کیلئے اس کی آنکھ ہی نہ کھلے، تو بھی اس شخص کا روزہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے روزے کی نیت کی تھی۔ عموماً ماہِ رمضان میں روزہ دار لوگ رات کو سونے سے قبل یہ نیت لے کر سوتے ہیں کہ صبح اٹھنا ہے اور روزہ رکھنے کیلئے سحری کھانی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی رات کو سوتے ہوئے نیت نہیں کرپاتا اور صبح سحری کا وقت بھی نکل

---

[184] عَنْ حَفْصَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلاَ صِيَامَ لَهُ۔(ترمذی:730، صحیح)۔ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں ہے۔"

[185] عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى۔(بخاری:1)۔ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اعمال کا دارومدار (انحصار) نیتوں پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی (یعنی کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا)۔"

جاتا ہے تو بھی، وہ روزے کی نیت کر لے کیونکہ روزہ رکھنا فرض ہے۔

3۔ہر روز نئی نیت یا ایک ہی روز پورے رمضان کی نیت کرنا: ہر رات، سوتے وقت روزے کی نیت کی جائے، یہی بہتر ہے،[186] مگر عہد جدید میں انسانی زندگی مصروف ترین ہے، بہت سے لوگ رات بھر سوتے نہیں یا کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ سارے رمضان کی نیت کر لی جائے۔[187]

4۔روزے کی نیت سے سحری کھانا: روزے کی نیت سے سحری کھانا بھی نیت کیلئے کافی ہو گا۔

5۔روزے کی نیت کا فجر سے مغرب تک باقی رہنا ضروری ہے: سارے دن کے روزے کی نیت کی جائے تو روزہ درست ہوتا۔ یعنی یہ نیت نہ کی جائے کہ دن کو یا فلاں وقت روزہ توڑ دونگا۔ اگر رمضان کے دن میں کوئی شخص دل سے روزہ توڑنے کا پختہ ارادہ کر لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چاہے اس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ لیکن اگر صرف دل میں تذبذب ہو اور روزہ توڑنے کا قطعی فیصلہ نہ کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ جب نیت باقی ہے تو روزہ باقی ہے، اور جب نیت ختم کر دی تو روزہ بھی ختم ہو گیا۔[188]

6۔نیت میں پختگی نہ ہو تو روزہ صحیح نہیں: ماہِ رمضان میں اگر آدمی کے دل میں تردد ہو کہ پتہ نہیں کل روزہ رکھوں یا نہ رکھوں؟ پھر وہ اسی حال میں روزہ رکھ لے، تو اس کا روزہ صحیح نہیں، اس پر قضا لازم ہو گی۔ اس لئے کہ نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے جبکہ تردد، نیت کے خلاف ہے۔[189]

7۔روزے کی مشروط نیت کرنا: اگر کوئی شخص کہے: ''اگر کل رمضان ہوا تو میں فرض روزہ رکھوں گا۔'' اور

---

186 نیل الأوطار للشوکانی، 4/233

187 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/356؛ نیز فقہ مالکی (الشرح الکبیر للدردیر، 1/521) اور فقہ حنفی (المبسوط للسرخسی، 3/56) کے فتاوی بھی اس مسئلہ پر موجود ہیں۔

188 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/358؛ مالکیہ (حاشیہ الدسوقی، 1/520)؛ شوافع (المجموع للنووی، 6/298؛ مغنی المحتاج للشربینی، 1/425)؛ حنابلہ (الإقناع للحجاوی، 1/309)؛ بعض الاحناف (تبیین الحقائق للزیلعی، 1/316)۔

189 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/358؛ مالکیہ (حاشیہ الدسوقی، 1/520)؛ شوافع (مغنی المحتاج للشربینی، 1/425)؛ حنابلہ (الإقناع للحجاوی، 1/309)؛ بعض الاحناف (تبیین الحقائق للزیلعی، 1/316)۔

واقعی رمضان اگلے دن ثابت ہو جائے، تو ایسے شخص کا روزہ صحیح ہو گا کیونکہ یہاں تردد روزہ رکھنے میں نہیں بلکہ رمضان کے ثابت ہونے میں ہے۔[190]

سحری کیا ہے؟

صبح صادق سے کچھ دیر پہلے تک کچھ کھانا، پینا۔ اس کھانے پینے کو سحری کہتے ہیں۔

سحری کا ابتدائی اور انتہائی وقت:

روزے کی نیت صبح صادق سے پہلے تک ہوتی ہے[191] اور سحری کا وقت اذان فجر کے قریب ہوتا ہے۔ صبح کی دو قسمیں ہیں، ایک صبحِ کاذب (وہ فجر جس میں روزہ شروع ہوتا ہے) اور دوسری صبح صادق (وہ فجر جس میں صبح کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے)۔

1۔ صبحِ کاذب: اس سے مراد وہ سفیدی ہے جو لمبائی میں افق پر اوپر کو اٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس سے نہ تو کھانا پینا بند کیا جائیگا اور نہ ہی نماز فجر پڑھی جائے گی۔

2۔ صبحِ صادق: اس سے مراد وہ سرخی یا دن کی روشنی ہے جو چوڑائی میں افق پر پھیلی ہوتی ہے۔ اس سے نماز فجر واجب ہو جاتی ہے اور روزے دار کے لئے کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔[192]

---

190 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/ 361۔363؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/ 186؛ حنابلہ (المغنی لابن قدامہ، 3/ 113؛ الانصاف للمرداوی، 3/ 209)۔

191 عَنْ حَفْصَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلاَ صِيَامَ لَهُ۔ (ترمذی: 730، صحیح)۔ ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی، اس کا روزہ نہیں ہے۔"

192 عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ أَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ: إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ: لاَ بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔ (بخاری: 4510)۔ ترجمہ: سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ (آیت میں) "الخیط الأبیض" اور "الخیط الأسود" سے کیا مراد ہے؟ کیا ان سے مراد دو دھاگے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے (بطور مذاق) فرمایا: کہ تمہاری کھوپڑی پھر تو بڑی لمبی چوڑی ہو گی۔ اگر تم نے رات کو دو دھاگے دیکھے ہیں۔" پھر (سوال کا جواب) فرمایا کہ "ان سے مراد

اس لئے سحری قبل از وقت نہ کھائیں بلکہ دیر سے یعنی رات کے بالکل آخری حصے (اذان فجر کے بالکل قریب) کھائیں۔[193] اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے تو (بوجہ اذان) کھانا چھوڑنے کی بجائے اسے کھا لیں اور اپنی ضرورت پوری کر لیں۔[194] مساجد کے اندر، سحری کے اختتام اور فجر کی جماعت کھڑی ہونے کا درمیانی وقفہ اتنا رکھیں کہ اس وقت میں پچاس آیات کی تلاوت ممکن ہو۔[195]

رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔"؛ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْفَجْرَ لَيْسَ الَّذِي يَقُولُ هَكَذَا. وَجَمَعَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ نَكَسَهَا إِلَى الأَرْضِ، وَلَكِنِ الَّذِي يَقُولُ هَكَذَا. وَوَضَعَ الْمُسَبِّحَةَ عَلَى الْمُسَبِّحَةِ وَمَدَّ يَدَيْهِ۔(مسلم: 1093)۔ترجمہ: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مالک اور استاد سے سلیمان تیمی ہی کی سند سے اس فرق کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر وہ نہیں ہے جو ایسی ہو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو مجتمع کر کے بعد میں زمین کی طرف جھکا دیا) لیکن فجر وہ ہے جو اس طرح ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت کو دوسری شہادت پر رکھا اور دونوں ہاتھ پھیلا دیئے دائیں بائیں کھول دیے۔

193 عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثٌ من أخلاقِ النُّبوةِ : تَعجيلُ الإفطارِ، وتأخيرُ السُّحورَ، ووضْعُ اليمينِ على الشِّمالِ في الصلاةِ۔(صحیح الجامع: 3038، صحیح)۔ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تین باتیں اخلاقِ نبوّت میں سے ہیں، پہلی بات: روزہ جلدی افطار کرنا۔ دوسری بات: سحری دیر سے کھانا۔ تیسری بات: نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر باندھنا۔"؛ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔(بخاری: 1920)۔ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تاکہ فجر کی نماز جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائے۔۔

194 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ فَلاَ يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ۔(ابوداؤد: 2350، حسن صحیح)۔ترجمہ:۔سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی اس حال میں اذان سنے کہ پینے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو، تو اسے فوراً رکھنے کی بجائے اپنی ضرورت پوری کر لے۔

195 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى الصَّلاَةِ فَصَلَّى. قُلْنَا لأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلاَةِ قَالَ

سحری کے وقت اذان دینا اور اعلان کرنا:

1۔ رمضان اور غیر رمضان، پورا سال سحری اور تہجد کے نام پر کوئی اذان نہیں ہے۔ اسی طرح مسجد کے بیرونی اسپیکرز کھول کر نعتیں پڑھنا، نظمیں پڑھنا، سحری کے وقت کے اعلان کرنا اور نماز فجر کے اعلان کرنا، درست نہیں کیونکہ اس سے مسجد کے پڑوس والے لوگ اذیت کا شکار ہونگے۔ عہد حاضر میں اب گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں، وقت دیکھنا آسان ہے، موبائیلوں پر الارم سمیت سحر وافطار کے اوقات کی سہولت موجود ہے اور ہر طرف بجلی و گیس کی سہولیات دستیاب ہیں۔ جس زمانے میں وقت دیکھنے کیلئے گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئیں تھیں، سورج، ستاروں اور چاند کے ساتھ وقت، موسم اور سمتوں کا حساب رکھا جاتا تھا، سہولیات کم تھیں، چاند تاروں کی روشنی کے علاوہ آبادیوں میں کوئی روشنی کا انتظام نہیں ہوتا تھا اور چراغ یا دِیا جلا کر گزارہ کیا جاتا تھا، اس زمانے میں صرف لوگوں کو باخبر کرنے کیلئے فجر کے وقت دو اذانیں پڑھی جاتی تھیں۔

2۔ ان دو اذانوں کی وجہ یہ تھی کہ رات کے پچھلے پہر کوئی تہجد میں مصروف ہوتا تھا، کوئی سویا ہوتا تھا، کوئی غسل کر رہا ہوتا اور کوئی قضائے حاجت میں مصروف ہوتا تھا، ان لوگوں کو نماز فجر کے وقت کا فوری اندازہ نہیں ہوتا تھا، اس لئے ان سب کو آگاہ کرنے کیلئے فجر کی دو اذانیں سارا سال دی جاتی تھیں۔ ان سب لوگوں کو آگاہ کرنے کیلئے کہ فجر کا وقت قریب آچکا ہے اپنے کام سمیٹ لیں، فجر سے کچھ وقت قبل (یعنی صبح کاذب کے وقت) حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلی اذان دیتے تھے اور کچھ ہی وقت بعد (یعنی صبح صادق کے وقت) حضرت عبد اللہ بن امِّ مکتوم رضی اللہ عنہ دوسری اذان کہتے تھے۔ اس دوسری اذان کے بعد سحری کا اختتام ہوتا تھا اور روزے دار کھانا پینا بند کر دیتا تھا۔[196] ان دونوں اذانوں کے درمیان وقفہ صرف اتنا ہوتا تھا کہ ایک اذان

كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً۔(بخاری: 1134)۔ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی، پھر جب وہ سحری کھا کر فارغ ہوئے تو نماز کے لیے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی سحری سے فراغت اور نماز کی ابتداء میں کتنا فاصلہ تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

[196] عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ، أَوْ قَالَ: يُنَادِي لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا۔۔۔(بخاری: 7274؛ مسلم: 621)۔ترجمہ: سیدنا

کہہ کر، دعائیں پڑھ کر مینارے یا بلند جگہ سے نیچے اتر تا تھا اور دوسرے کو بتاتا تھا تو تب دوسرا اذان کیلئے وضو بناتا اور اوپر چڑھتا تھا، اس مختصر سے وقفے کے ساتھ یہ دونوں اذانیں فجر کی ہوتی تھیں، تہجد یا سحری کی نہیں۔[197]

3۔ موجودہ دور میں اگر کسی مسجد میں فجر کی دو اذانوں کا اہتمام کیا جائے تو دونوں کیلئے الگ الگ مؤذن مقرر کریں تا کہ اہل علاقہ ان کی آواز پہچان سکیں اور بغیر کسی دقّت کے وقت کا اندازہ لگا کر نماز فجر کی تیاری شروع کر سکیں۔

4۔ صرف ایک سچے شخص کی خبر کی بنیاد پر پوری قوم، اسلام کے بنیادی رکن یعنی فرض رمضان کے روزے شروع کر سکتی ہے اسی طرح اذان کی صورت میں ایک ہی شخص کے اعلان پر، اسلام کے بنیادی رکن یعنی فرض نماز اور فرض روزوں کے مسائل واحکام پر عمل ہو جاتا ہے۔

سحری کی اہمیت، فائدہ اور مقصد:

سحری کے وقت آنکھ کھل جائے تو اٹھ کر سحری ضرور کھائیں کیونکہ سحری کا کھانا، شعائرِ اسلام میں سے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی شخص کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ صرف اس لیے اذان دیتے ہیں یا نداء کرتے ہیں تا کہ جو نماز کے لیے بیدار ہیں وہ واپس آ جائیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں اور فجر وہ نہیں ہے جو اس طرح لمبی دھار ہوتی ہے۔۔۔"

[197] عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ مُؤَذِّنَانِ بِلاَلٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الأَعْمَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ . قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلاَّ أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَرْقَى هَذَا۔(مسلم:1092)۔ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جو کہ نابینا تھے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" بلال رضی اللہ عنہ تو رات کے وقت ہی اذان دے دیتے ہیں لہذا تم کھاتے اور پیتے رہو یہاں تک کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔" راوی نے کہا کہ ان دونوں کی اذان میں کوئی فرق نہیں تھا۔سوائے اس کے کہ وہ اذان دے کر اترتے تھے اور یہ چڑھتے تھے۔

ہے۔اسی طرح مسلمانوں اور اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزوں کے درمیان فرق، سحری کھانے سے ہوتا ہے (وہ سحری نہیں کھاتے جبکہ ہم سحری کھاتے ہیں)۔ [198] اس لئے سحری کھانے میں سستی نہ کریں کیونکہ یہ کھانا باعثِ برکت ہوتا ہے [199] اور روزے پر انسان کو قوی و مضبوط کرتا ہے۔لہذا پورا مہینہ سحری کی برکات سے مستفید ہوں، خواہ ایک کھجور یا پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، اس کے ذریعے سحری ضرور کریں۔

حالتِ جنابت اور حالتِ حیض میں سحری:

1۔جُنبی مرد و عورت کی سحری: ماہِ رمضان میں اگر کسی کی آنکھ عین سحری کے وقت کھلے اور وہ حالتِ جنابت میں بھی ہو، تو اس کے پاس غُسل کرنے کا وقت نہیں ہوگا۔یا سحری کی تیاری اور سحری کھانے کا دورانیہ اتنا ہو کہ غسل کا وقت نہ بچے تو پہلے استنجا کر کے وضو کریں، پھر سحری بنائیں یا کھائیں اور اس کے بعد غسل کر کے نماز فجر ادا کریں۔یعنی حالتِ جنابت میں مرد ہو یا عورت، اگر اس نے غسل کے بغیر کچھ کھانا پینا ہے، یا سونا ہے، تو پہلے استنجاء کر کے وضو ضرور کرے، اس کے بعد کھائے پیئے یا سو جائے لیکن نماز سے پہلے لازمی غسل کر لے۔ [200]

---

198 عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ۔(مسلم:1096)۔ترجمہ: سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمارے اور اہل کتاب کے صیام (روزہ رکھنے) میں جو فرق ہے (وہ ہے) سحری کھانا۔"

199 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً۔(بخاری:1823؛ مسلم:1095)۔ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔"

200 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُهُ۔(بخاری: 1931؛ مسلم: 1109)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ جُنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے تھے، احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے، پھر آپ روزہ رکھتے تھے (یعنی غسل نماز فجر سے پہلے اور سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے تھے)۔؛ عن عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ

2۔ حائضہ خاتون کی سحری: ایسی خاتون جس کو حیض کا خون بند ہو چکا ہو اور صرف غسل کرنا باقی ہو، وہ فجر کے وقت روزے کی نیت کر سکتی ہے اور باوضو سحری کھا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ بعد میں (نماز کیلئے) غسل کرلے کیونکہ غسل نماز کیلئے شرط ہے روزے کے صحیح ہونے کیلئے شرط نہیں۔[201] ایسی خاتون کو جُنبی شخص پر قیاس کیا گیا ہے جو اپنا غسل فجر تک مؤخر کر لیتا ہے۔[202]

سحری میں کھانے کی بہترین چیز کون سی ہے؟

سحری کے وقت بہترین چیز، جو روزہ دار کھاتا ہے، وہ کھجور ہے۔ بوقتِ سحر، جناب رسول اللہ ﷺ خود بھی کھجور تناول فرماتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیتے تھے۔ اس لئے یہ مستحب (پسندیدہ عمل) ہے۔[203] اگرچہ اس کے بغیر بھی سحری ہو جاتی ہے۔

سحری کی دعائیں:

سحری کا کھانا اللہ کا نام لے کر یعنی "بسم اللہ" پڑھ کر کھائیں[204] اور کھانے کے بعد وہی دعائیں پڑھیں

رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ۔ (بخاری: 1825؛ مسلم: 1109)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ امّ سلمۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ ﷺ غسل کرتے جبکہ آپ ﷺ حالتِ روزہ میں ہوتے تھے۔

201 سحری ہے۔ اس پر چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم متفق ہیں۔ (حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 2/253)، مالکیہ (الکافی فی فقہ اہل المدینۃ لابن عبد البر، 1/339؛ الفواکہ الدوانی للنفراوی، 1/311)، شافعیہ (روضۃ الطالبین للنووی، 2/368)، حنابلہ (کشاف القناع للبھوتی، 2/322؛ المغنی لابن قدامہ، 3/149))

202 المغنی لابن قدامہ، 3/149

203 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ۔ (ابوداؤد: 2345، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کھجور مومن کی کتنی اچھی سحری ہے۔"

204 عن عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا غُلَامُ سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ۔ (بخاری: 5061؛ مسلم: 2022)۔ ترجمہ: عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور کھانے کے

جو روزانہ کھانا کھانے کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔[205]

نماز فجر کے بعد غلطی سے سحری کھالینا:

انسانوں سے غلطیاں اور بھول چوک ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھ کر سحری کھا رہا ہوں کہ ابھی رات ہے اور کھانے کے بعد اسے معلوم ہو کہ فجر طلوع ہو چکی ہے۔ تو ایسے روزہ دار کا معاملہ اہل علم کے مابین مختلف فیہ ہے۔[206] بہر حال اس کا روزہ صحیح ہے اور اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے۔[207]

دوران میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "اے بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو (یعنی اپنے سامنے سے)۔" چناچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔

205 عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا ۔ (ابو داوٗد: 3851، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کھاتے پیتے تو (بعد میں) یہ کہتے: "تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے (ہمیں) کھلایا اور پلایا اور اسے آسانی سے ہضم ہونے والا اور اسے باہر نکالنے کا راستہ بنایا۔"

206 ایسے روزے کے صحیح نہ ہونے اور قضا لازم ہونے پر چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اتفاق ہے۔ (حنفیہ (الهداية للمرغيناني، 1/129؛ تبيين الحقائق للزيلعي، 1/322)، مالکیہ (الشرح الكبير للدردير وحاشية الدسوقي، 1/526؛ المدونة الكبرى لسحنون، 1/266؛ الفواكه الدواني للنفراوي، 2/704)، شافعیہ (المجموع للنووي، 6/313)، حنابلہ (الإنصاف للمرادوي، 3/310؛ مسائل الإمام أحمد لأبي داوٗد السجستاني، صفحہ: 93)) کیونکہ سورۃ البقرۃ آیت 187 " فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ " کے مطابق اس مسئلہ میں فجر کا وقت حقیقت میں داخل ہو چکا تھا، لہٰذا روزہ ٹوٹ گیا اور قضا لازم ہو گئی۔ (العناية شرح الهداية للبابرتي، 2/372؛ الهداية للمرغيناني، 1/129)

207 اس سلسلہ میں تین دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔ پہلی دلیل کے مطابق سورۃ البقرۃ کی آیت 187 " وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ " کے مطابق اصل قاعدہ یہ ہے کہ رات باقی سمجھی جاتی ہے یہاں تک کہ فجر کے داخل ہونے کا واضح یقین ہو جائے۔ اور یقین کے مقابلے میں شک اور گمان ہوتے ہیں۔ فقہ کا طے شدہ اصول ہے کہ " أَنَّ اليقينَ لا يزولُ بالشَّكِّ " یعنی یقین، شک سے ختم نہیں ہوتا۔ اس لئے جب تک ہمیں فجر کے طلوع ہونے کا یقین نہ ہو، ہمارے لئے کھانا وپینا جائز

نماز فجر اور دن بھر کے صالح اعمال:

1۔ نماز فجر اور درس یا ترجمہ کلاس:

سحری کے بعد بہترین عمل یہ ہے کہ باوضو ہو کر مسجد جائیں اور نماز فجر ادا کریں۔ عموما رمضان میں نماز فجر کے بعد مساجد میں درس یا ترجمہ کلاس ہوتی ہے کیونکہ بکثرت لوگ نماز کیلئے آتے ہیں لہذا ان کی تعلیم وتربیت کا بندوبست، درس یا ترجمہ کلاس کی شکل میں کیا جاتا ہے۔

2۔ صبح وشام کے اذکار ودعائیں:

نماز فجر کے بعد صبح کے اذکار ودعائیں اور عصر کے بعد (مغرب سے پہلے) یا مغرب کے بعد شام کے اذکار اور دعائیں پڑھیں۔ کیونکہ ان اذکار اور دعاؤں کے ظاہری، باطنی، جسمانی اور روحانی طور پر بہت سے محسوس وغیر محسوس فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ انہیں دوائی کی طرح صبح وشام اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنائیں۔

3۔ تلاوتِ قرآن مجید:

قیامِ رمضان کے علاوہ ماہِ رمضان کے دنوں میں بکثرت قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ حُفّاظ کرام اس ماہ ہر روز

ہو گا۔(الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/394)؛دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۃ البقرہ آیت 286 "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا" کے مطابق یہ عمل خطا کے زمرے میں ہے جس پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرماتا۔ لہذا جو شخص فجر کے وقت کے داخل ہونے سے ناواقف ہو کر کھاپی لے، وہ خطا کرنیوالا ہے اور خطا معاف ہوتی ہے۔؛تیسری دلیل حدیث ہے: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ: أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قِيلَ لِهِشَامٍ: فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ: سَمِعْتُ هِشَامًا: لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا۔(بخاری:1959)۔ترجمہ:سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بادل تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضاء کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا "مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضاء کی تھی یا نہیں۔؛اس حدیث سمیت کسی اور حدیث میں صحابہ کو قضا کا حکم دینا منقول نہیں۔ اگر قضا واجب ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔ اگر یہ حکم دن کے آخر میں نہیں دیا گیا تو دن کے شروع میں بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ دن کے شروع میں تو کھانے پینے کی اجازت ہی دی گئی ہے یہاںتک کہ فجر واضح ہو جائے۔(الشرح الممتع لابن عثیمین،6/333،398،394)

دن کے وقت قرآن دہرائیں اور رات کو تراویح پڑھائیں جبکہ ہر مسلمان رمضان کے مہینے میں کم از کم ایک بار مکمل قرآن مجید ضرور پڑھے۔[208] کیونکہ ماہِ رمضان، قرآن کے نزول کا مہینہ ہے، اس کا قرآن مجید کے ساتھ گہرا تعلق ہے،[209] اور یہ قرآن مجید کیلئے سالانہ یادگار مہینہ بھی ہے اس لئے کہ ماہِ رمضان میں ہی قرآن کو لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان (آسمانِ دنیا) کے مقام "بیت العزۃ" پر اتارا گیا اور وہاں سے یہ وقتاً فوقتاً جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔[210]

4۔انفاق فی سبیل اللہ:

ماہِ رمضان میں خصوصی طور پر اللہ کی راہ میں بکثرت (مگر استطاعت کے مطابق) مال خرچ کریں۔ماہ رمضان میں یہ بہت ہی بابرکت عمل ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس مہینے میں تیز ہوا کی طرح تیز اور بکثرت خرچ کرتے تھے۔[211] اللہ تعالیٰ اس مہینے میں بندوں کو بے حد

---

208 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ۔(بخاری:6؛ مسلم: 2308)۔ترجمہ:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ خیر و بھلائی میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور جب رمضان میں جبریلؑ آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ کی سخاوت بڑھ جاتی، وہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تو نبی ﷺ انہیں قرآن سنایا کرتے تھے، جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ خیر و بھلائی اور سخاوت کرنے میں کھلی ہوا (تیز رفتار آندھی) سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

209 شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ۔۔۔(البقرۃ:2: 185)۔ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔۔۔

210 بخاری (مترجم اردو)، 3/ 161؛ فقال أنزل القرآن جملة واحدة من اللوح المحفوظ فی لیلة القدر من شهر رمضان إلى بيت العزة فی السماء الدنيا، ثم نزل به جبريل عليه السلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم نجوما فی ثلاث وعشرين سنة۔(تفسیر معالم التنزیل للبغوی، 1/ 198)

211 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ ، فَلَرَسُولُ اللهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ

وحساب برکتوں، سعادتوں، خوشیوں، عزتوں، فراوانیوں، مغفرتوں، معافیوں اور طرح طرح کے رزق سے نوازتا ہے اس لئے بندے کو بھی چاہئے کہ اپنی تجوریوں کے منہ اللہ کی مخلوق کیلئے کھولے اور اللہ کے عطا کردہ مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرے۔

5۔ذکرِ الٰہی:

زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھیں، بالخصوص ماہ رمضان میں یہ بہت بڑی سعادت ہے۔اپنے کاروبار، دکان، دفتر، ادارے اور ہر جگہ جہاں پر آپ مصروفِ عمل ہوں، اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تَر رکھیں اس لئے کہ ماہ رمضان میں انجام دی گئی ہر نیکی کا اجر وثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔[212]

6۔توبہ واستغفار:

رمضان ماہِ غُفران ہے لہذا روزہ حالت روزہ میں بکثرت توبہ کریں اور اپنے گناہوں وغلطیوں کی معافی مانگیں۔کیونکہ جس کے نامہ اعمال میں بکثرت یہ عمل پایا جائے گا اس کیلئے روز قیامت خوشخبری ہو گی۔[213]

الْمُرْسَلَةِ۔(بخاری:6؛مسلم: 2308)۔ترجمہ:سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خیر و بھلائی میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور جب رمضان میں جبریل ؑ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملاقات کرتے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سخاوت بڑھ جاتی، وہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں قرآن سنایا کرتے تھے، جب جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ خیر و بھلائی اور سخاوت کرنے میں کھلی ہوا (تیز رفتار آندھی) سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے۔

212 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي۔۔۔ (مسلم: 1151)۔ ترجمہ:سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:"ابن آدم کا ہر عمل بڑھا یا جا تا ہے۔نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جا تی ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔وہ میری خاطر اپنی خواہش اور اپنا کھا نا پینا چوڑ دیتا ہے۔۔۔"

213 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتِغْفَارًا كَثِيرًا۔(صحیح الجامع:3930)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "خوشخبری ہے اس شخص کیلیے جو اپنے نامۂ اعمال میں بہت زیادہ استغفار پائے۔"

کیونکہ ماہ رمضان کا مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو معاف فرمادے، اس کے درجات بلند فرمادے اور اسے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل فرمادے۔[214]

7۔دُرود شریف:

درود شریف کی کثرت کریں کیونکہ درود شریف پڑھنا جناب رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حصول کا سبب ہے۔[215] بکثرت درود شریف پڑھنا، گناہوں کی مغفرت، دکھوں، غموں اور مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔[216]نیز درود شریف کی کثرت، قبولیتِ دعا کا ذریعہ اور قربِ نبوی ﷺ کا سبب بھی ہے اور حالتِ روزہ میں اس کی کثرت سے روزہ دار بے حساب اجر وثواب کما سکتا ہے۔

8۔بحث ومباحثہ اور لڑائی جھگڑے سے احتراز:

صرف ضروری، اہم اور خیر سے بھرپور گفتگو کریں۔ معاف کرنا، برداشت کرنا اور صبر کرنا سیکھیں۔ لڑائی

---

214 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ۔۔۔(ترمذی:3545، حسن صحیح)۔ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ شخص مجھ پر درود نہ بھیجے، اور اس شخص کی بھی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آیا اور اس کی مغفرت ہوئے بغیر وہ مہینہ گزر گیا۔۔۔“

215 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ :۔۔۔ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ ، حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ ۔(مسلم: 384)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”۔۔۔ جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی، اس کو میری سفارش حاصل ہو گی۔“

216 عَن أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ۔۔۔قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا ، قَالَ ﷺ: إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ ۔(ترمذی: 2457، حسن)۔ترجمہ: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔۔۔ میں نے عرض کیا(اے اللہ کے رسول ﷺ! وظیفے میں پوری رات آپ پر درود پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”اب یہ درود تمہارے سب غموں کے لیے کافی ہو گا اور اس سے تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

جھگڑے، اختلافات، فحش کلامی، جاہلانہ گفتگو، گالم گلوچ اور شوروغل سے سے دُور رہیں۔[217] کیونکہ روزہ صرف بھوک وپیاس کا نام نہیں بلکہ یہ نفس کی تربیت، اخلاق کی اصلاح اور دل کی صفائی کا نام بھی ہے لہذا اس کو غصہ، لغزش، طیش اور اختلاف کے وقت اپنی ڈھال بنائیں۔[218] ورنہ آپ کا اجر وثواب ضائع ہو سکتا ہے۔

9۔ نظر اور شرمگاہ کی حفاظت:

حالتِ روزہ میں بد نظری کرنے کی بجائے اپنی نظروں کو جھکائیں، اپنے خیالات، خواہشات، ضروریات، دل ودماغ اور جسم ولباس کو پاک وصاف رکھیں۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں، تنہائی کو پاک رکھیں اور موبائیل یا لیپ ٹاپ کو مسلمان کریں۔ کیونکہ روزہ صرف پیٹ کا نہیں بلکہ تمام جسمانی اعضاء کا بھی ہوتا ہے۔ بے راہ روی سے دل تاریک ہو جاتا ہے، عبادت کی لذت ختم ہو جاتی ہے، قبولیت دعا میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، ایمان کمزور وبے مزا ہو جاتا ہے اور عمل، بے سکونی ومعاشرتی فساد کا باعث بن جاتا ہے۔

10۔ دعوت وتبلیغ:

امورِ خیر میں سے اہم ترین عمل یہ ہے انسانیت کو دینِ اسلام، قرآن وسنت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے۔ ماہِ رمضان میں خیر وبھلائی کا ماحول ہوتا ہے لہذا کوشش کریں کہ اپنی اور دوسروں

---

[217] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رِوَايَةً قَالَ : إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ ۔(بخاری: 1795؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جب تم میں سے کوئی شخص حالت روزہ میں صبح کرے تو وہ فحش کلامی نہ کرے اور نہ ہی جاہلانہ گفتگو کرے اور اگر کوئی شخص اس روزہ دار کو گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔"؛ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ۔۔۔ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ ، فَلاَ يَرْفُثْ وَلاَ يَصْخَبْ ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔۔۔(بخاری: 1805؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جس دن تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ فحش کلامی نہ کرے، اور نہ ہی شوروغل کرے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار شخص ہو۔"

[218] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :۔۔۔وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ۔۔۔ (بخاری: 1904؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"۔۔۔اور روزہ ڈھال ہے۔۔۔"

اصلاح ہو جائے، اچھی بات کا حکم دیا جائے، بری بات سے منع کیا جائے اور خیر و عمل کی دعوت دی جائے۔

11۔ تعلیم و تعلّم:

علم سیکھنا اور سکھانا، پڑھنا اور پڑھانا ویسے بھی بہت افضل عمل ہے مگر یہ رمضان میں زیادہ باعث برکت و اجر بن جاتا ہے کیونکہ رمضان قرآن کا مہینہ ہے اس لئے قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کا سننا، سمجھنا، ترجمہ پڑھنا، تفسیر و تشریح سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا، بہت عظیم عمل ہے۔

12۔ صلہ رحمی:

اللہ تعالیٰ کی خاطر رشتوں کو جوڑنا، نبھانا، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا، مالی امداد کرنا، خیر خواہی کرنا، عیادت کرنا، اچھی گفتگو کرنا، دعا اور تعاون کرنا وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ جبکہ انہیں توڑنا اور رشتہ داروں سے قطع تعلق ہو جانا، نہ صرف کبیرہ گناہ ہے بلکہ انسان کے نیک اعمال کے ضیاع اور جنت سے محرومی کا سبب بھی ہے۔ اس لئے سارا سال، خصوصاً ماہ رمضان میں (جب روزہ دار صالح اعمال کا شوق رکھتا ہے)، اپنے نیک اعمال کی حفاظت کیلئے اپنے رشتہ داروں سے تعلق کو بہتر بنائیں۔

13۔ نفل نماز:

فرض نمازوں کے علاوہ نفل عبادات، خصوصاً نفل نماز کی طرف متوجہ ہو جائیں کیونکہ یہ بندے کو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب کرتی ہے، بندے کو اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے، گناہوں کی بخشش ہوتی ہے، دل کی صفائی ہوتی ہے، اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور جنت میں جانے کے امکان روشن ہو جاتے ہیں۔ عام دنوں کی نسبت رمضان میں خصوصی اہتمام کریں کہ نماز تراویح (تہجد)، نماز اشراق، نماز چاشت، نماز اوّابین، تحیۃ المسجد، نماز توبہ، نماز حاجت اور نماز تسبیح وغیرہ پڑھیں۔

14۔ خدمت خلق:

مخلوق کی خدمت، پیغمبرانہ وصف ہے اس لئے ماہِ مبارک میں اللہ کی مخلوق کی جسمانی، مالی، اخلاقی، تعلیمی، روحانی اور نفسیاتی خدمت اور ضرورت پوری کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے بے حساب اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ دنیاوی و اخروی فوائد بھی حاصل کریں۔ روزہ انسان کو مخلوق کا درد، تکلیف اور اس کی حالت کا صحیح ادراک سکھاتا اور سمجھاتا ہے اس لئے مسکین، یتیم، بیوہ، بیمار، معذور، مسافر، قیدی، طالب علم، پڑوسی،

رشتہ دار، غیر مسلم ہمسایہ اور مستحق کی خدمت کریں۔

15۔ معاملات کی اصلاح:

اپنے معاملات کی اصلاح کا اچھا موقع رمضان میں ہوتا ہے اس طرح کہ حالت روزہ میں خواہشات پر کنٹرول حاصل کرنا آسان ہوتا ہے، یہ ایک ٹریننگ ہے کہ انسان اپنے وجود کی حفاظت کرنا سیکھ لیتا ہے اور اپنی خواہشات کی سمت درست کرلیتا ہے۔لہذا معاملات کی اصلاح کیلئے اپنے دل کو حسد، کینہ، بغض، نفرت اور غیبت سے پاک کرتے ہوئے اخلاص، عاجزی اور للّٰہیت پیدا کریں اور دوسروں کے ساتھ نرم مزاجی، خوش گفتاری، اخلاق، بُردباری، عاجزی، محبت، خیر خواہی، سچائی، دیانتداری، خوشی، مسکراہٹ اور مثبت سوچ کے ساتھ پیش آئیں۔

یہ سب خیر وبھلائی کے کام ہیں جن کو سرانجام دینا اور جن میں سبقت کرنا، ہر مسلمان بالخصوص روزے دار کیلئے ضروری ہے۔اس لئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ماہِ رمضان میں "أجود الناس" ہوتے تھے۔جُود کا تعلق صرف ضرورتمندوں کی مالی ضرورت پوری کرنا یا مالی سخاوت سے نہیں بلکہ اس میں تعلیم وتدریس، خطبہ وتقریر، دعوت وتبلیغ، عبادت وریاضت ، خدمت خلق اور صلہ رحمی وغیرہ سب شامل ہے کہ آپ ﷺ ان امور میں سب سے بڑھ کر سبقت کرنے والے ہوتے تھے۔

<u>روزے کا دورانیہ:</u>

روزہ صبح صادق (اذانِ فجر) سے لے کر غروبِ آفتاب (اذانِ مغرب) تک مکمل کریں۔[219]

<u>طویل دنوں والے ممالک میں روزے کا دورانیہ اور حکم:</u>

دنیا میں ہر خطے کے روزہ دار پر لازم ہے کہ وہ فجر سے سورج غروب ہونے تک اِمساک (روزہ مکمل) کرے، خواہ دن لمبا ہو یا چھوٹا ہو، بشرطیکہ رات اور دن 24 گھنٹوں میں بدلتے ہوں۔ اگر دن بہت لمبا ہو اور روزہ

---

219 وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۔(البقرۃ:2: 187)۔ ترجمہ: اور تم کھاتے پیتے رہو یہاںتک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے (اذانِ فجر کا وقت ہو جائے)۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

ناقابلِ برداشت ہو مشقت یا بیماری کا سبب بنے تو افطار کی اجازت ہے اور بعد میں مناسب دنوں میں ان روزوں کی قضادی جائیگی۔[220]

غیر معمولی دن رات والے علاقوں میں روزے کا دورانیہ اور حکم:

اگر کسی ملک میں دن اور رات 24 گھنٹوں میں متعین نہ ہوں، مثلا دن کئی دنوں یا ہفتے یا مہینے کا ہو تو ایسی صورتحال میں دن اور رات کا اندازہ قریب ترین ایسے ملک کے وقت سے لگایا جائیگا جہاں دن رات 24 گھنٹوں میں بدلتے ہوں۔[221]

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

حالتِ روزہ میں بنیادی طور پر ایک روزے دار کیلئے صرف کھانے، پینے اور جماع (ازدواجی تعلق قائم کرنے) سے پرہیز ہے کیونکہ صوم یعنی روزہ، انہی تینوں امور سے پرہیز کا نام ہے۔ لیکن کچھ دیگر چیزیں اور امور بھی ایسے ہیں جن کا تعلق روزے کے ساتھ ہے اور روزے کی حالت میں ان سے پرہیز کرنا ضروری ہے تاکہ روزہ فاسد نہ ہو جائے یا روزے دار سارا دن بھوک وپیاس برداشت کرنے کے باوجود اجر وثواب سے محروم نہ ہو جائے۔[222] مثلا:

1۔ حالتِ روزہ میں اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر جان بوجھ کر کوئی چیز کھا پی

---

220 مجموع فتاوی ابن باز، 15/ 293، 300؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/ 308-309؛ المجمع الفقهی الاسلامی (تابع رابطۃ العالم الاسلامی)، قرارات المجمع الفقهی الاسلامی، 1/46، قرار نمبر 46 (9/6)، بعنوان: بلند عرضِ بلد والے ممالک میں نماز اور روزے کے اوقات کا تعین۔

221 ایضا

222 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلاَّ الْجُوعُ ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلاَّ السَّهَرُ۔ (ابن ماجہ: 1690، حسن صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے بھوک کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا، اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو اپنے قیام سے جاگنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔''

لے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔[223]

2۔ کسی کو خود بخود قے (اُلٹی) آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس پر قضا واجب ہے۔[224]

3۔ دوران وضو، کلّی کرتے وقت جان بوجھ کر پانی حلق تک پہنچانا، یعنی پانی ناک میں چڑھانے میں مبالغہ کرنا، حالتِ روزہ میں یہ بھی ممنوع ہے۔[225] ایسی صورت میں روزہ ٹوٹنے کا خدشہ ہے اور ایسے ہی گرمی کے موسم میں نہروں، تالابوں اور سوئمنگ پولز میں چھلانگ لگانے یا ڈبکی لگانے سے غوطہ لگ جاتا ہے اور پانی ناک یا حلق تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سے بھی بچیں۔

4۔ بیوی کے ساتھ حالتِ روزہ میں جماع (ازدواجی تعلق قائم) کرنا۔ ایسے شخص کو روزے کی قضا بھی دینی ہوگی اور اس کے ساتھ حسبِ طاقت تین میں سے ایک کفارہ ادا کرنا پڑے گا، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے، یا پھر دو ماہ کے مسلسل (بلاناغہ) روزے رکھے، یا پھر ساٹھ (60) مسکینوں کو کھانا کھلائے۔[226] لیکن

---

[223] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ۔ (بخاری: 1933)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔“

[224] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ۔ (ابوداؤد: 2380، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کو قے ہو جائے اور وہ روزے سے ہو تو اس پر قضاء نہیں، ہاں اگر اس نے قصداً قے کی تو قضاء کرے۔“

[225] عن لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ. قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ صَائِمًا۔ (ترمذی: 788، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے وضو کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: ”کامل طریقے سے وضو کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی سُرکنے (کھینچنے / پہنچانے) میں مبالغہ کرو، اِلّا یہ کہ تم روزے سے ہو۔“

[226] عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ ﷺ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ

اگر وہ انتہائی غریب و مسکین اور کمزور وناتواں ہے، کفارہ ادا کرنے کی حالت میں نہیں ہے، تو اول وہ آئندہ حالتِ روزہ میں ہمیشہ خود کو کنٹرول رکھے، دوم وہ اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ وخیرات کرے اور اللہ سے معافی مانگے اور سوم یہ کہ روزے کی قضا بھی دے۔

5۔ اگر خاوند ایک ہی دن میں ایک سے زائد مرتبہ اپنی بیوی سے جماع کرے، تو اس کا کفارہ ایک ہی ہے کیونکہ اس کا روزہ تو پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔[227]

6۔ اگر خاوند دو یا دو سے زیادہ الگ دنوں میں جماع کرے تو روزہ ٹوٹ جائیگا، ہر دن کا کفارہ الگ الگ

ﷺ بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ فَوَاللهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔(بخاری:1936)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ یارسول اللہ! میں تو تباہ ہو گیا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا بات ہوئی؟'' اس نے کہا کہ میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟'' اس نے کہا نہیں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟'' اس نے عرض کی نہیں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم کو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟'' اس نے اس کا جواب بھی انکار میں دیا، راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا (عرق نامی) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔(عرق تھیلے کو کہتے ہیں جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں) نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: ''سائل کہاں ہے؟'' اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔'' اس شخص نے کہا یارسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟، بخدا ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دیکھے جا سکے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا جا اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔''

227 التمھید لابن عبد البر، 7/181؛ المغنی لابن قدامہ، 3/144؛ المجموع للنووی، 6/336-337؛ کتاب الامّ للشافعی، 2/108؛ حاشیۃ العدوی علی کفایۃ الطالب الربانی، 1/456؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/407

ہو گا، خواہ اس نے پہلے جماع کا کفارہ ادا کیا ہو یا نہیں،[228] کیونکہ ہر دن کا روزہ ایک مستقل عبادت ہے اور کفارے ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے (یعنی ایک کفارہ دوسرے کی جگہ کافی نہیں ہوتا)۔[229]

7۔ جو خاوند رمضان کے بعد، رمضان کے روزے کی قضا کے روزے میں، حالت روزہ میں جان بوجھ کر اپنی بیوی سے جماع کر لے تو روزہ ٹوٹ جائیگا مگر کوئی کفارہ لازم نہیں ہو گا۔[230] کیونکہ اس میں رمضان کی حرمت موجود نہیں اور اس معاملے میں کفارے کا خاص حکم صرف ماہِ رمضان کے دن کے ساتھ ہے۔[231]

8۔ جو شخص ماہ رمضان میں کسی عورت سے یا اپنی بیوی سے غیر فطری طریقے سے جماع کرے یعنی شرمگاہ کی بجائے دُبر (پاخانہ والی جگہ) کا استعمال کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس پر روزے کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے۔[232] کیونکہ یہ عمل وطی ہے جو جماع کی طرح حد کو واجب کرتا ہے اور روزے کو فاسد اور کفارے کو لازم کرتا ہے۔[233] اور یہ ایسی جگہ میں وطی ہے جو شہوت کا محل ہے اس لئے جماع کی طرح اس میں بھی کفارہ واجب ہوتا ہے۔[234]

9۔ خاتون کو حیض یا نفاس شروع ہو جانے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ ٹوٹ جانیوالا روزہ اور بقیہ

---

228 حاشية العدوي على كفاية الطالب الرباني، 1/456؛ مغني المحتاج للشربيني، 1/444؛ كشاف القناع للبهوتي، 2/326

229 المجموع للنووي، 6/336؛ المغني لابن قدامه، 3/144؛ نهاية المحتاج للرملي، 3/203

230 اس مسئلہ پر فقہی مذاہب اربعہ کے اہل علم کا اتفاق ہے۔ (حنفیہ (تبيين الحقائق للزيلعي، 1/329)، مالکیہ (مواهب الجليل للحطاب، 2/433؛ الكافي لابن عبد البر، 1/344)، شافعیہ (المجموع للنووي، 6/345)، حنابلہ (شرح منتهى الإرادات، 1/486)؛ نیز دیکھیں: التمهيد لابن عبد البر، 7/181)

231 المغني لابن قدامه، 3/139

232 اس مسئلہ پر فقہی مذاہب اربعہ کے اہل علم کا اتفاق ہے۔ (حنفیہ (المبسوط للسرخسي، 3/73)، مالکیہ (الكافي لابن عبد البر، 1/342؛ مواهب الجليل للحطاب، 3/343)، شوافع (المجموع للنووي، 6/341)، حنابلہ (الإنصاف للمرداوي، 3/221؛ كشاف القناع للبهوتي، 2/323))

233 المجموع للنووي، 6/341

234 تبيين الحقائق للزيلعي مع حاشية الشلبي، 1/327

روزے جو اس حالت میں چھوٹ گئے، ان کی قضا، رمضان کے بعد دینی ہو گی، البتہ نماز کی معافی ہے۔[235]

10۔ جھوٹ بولنا ، دھوکہ دینا، غلط باتیں کرنا یا کہنا ،غیبت کرنا ، گالیاں دینا، لڑائی جھگڑا کرنا اور ایسی باتیں کرنا یا کہنا جو حقیقت کے خلاف ہوں۔[236]

11۔ حالتِ روزہ میں کسی قسم کی فحش کلامی (شہوت انگیز گفتگو، نامحرموں سے چیٹ، سوشل میڈیا پر نامناسب گفتگو، کمنٹس اور پوسٹنگ، میوزک سننا اور بولنا وغیرہ)، بیہودہ اور لغو گفتگو (غیبت، چغلی، عشقیہ غزلیں گانے گنگنانا، جگت بازی، الٹے نام ڈالنا وغیرہ)، جاہلانہ حرکتیں اور جاہلانہ کام (ناول، ڈائجسٹ پڑھنا، فلم، ڈرامہ دیکھنا، بد نظری وبد نگاہی کرنا، دوسرے میں لڑائی جھگڑا کروانا وغیرہ)، شور وغوغا کرنا (بلند آواز سے چیخنا، دھاڑنا، آوازیں کسنا، نعرے مارنا، جھوٹی عار اور غیرت دلانا وغیرہ)، اونچی آواز سے بولنا، گالم گلوچ اور لڑائی جھگڑا کرنا۔[237]

---

[235] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِينِهَا۔(بخاری: 298؛ مسلم: 79-80)۔ ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔“

[236] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ۔(بخاری: 1903)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے (روزہ رکھ کر) جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

وضاحت: حاشیہ نمبر 236 اور 237 میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے، جمہور اہل علم کے ہاں یہ نواقضِ صوم نہیں ہیں۔ چند اہل علم کا یہ فتوی ہے کہ ان امور کے مرتکب شخص کا روزہ ہوتا ہی نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ روزہ تو ہو جاتا ہے مگر یہ روزہ اخروی اجر وثواب سے خالی ہو گا، روزے کے مقصد اور روح کے منافی ہو گا اور ایسے شخص پر کوئی قضا نہیں ہے۔

[237] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ رِوَايَةً قَالَ : إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ ۔(بخاری: 1795؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص حالت روزہ میں صبح کرے تو وہ فحش کلامی نہ کرے اور نہ ہی جاہلانہ گفتگو کرے اور اگر کوئی شخص اس روزہ دار کو گالی دے یا اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔“؛ عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ۔۔۔ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ ، فَلَا يَرْفُثْ

12۔ انجیکشن (ٹیکہ) عضلات میں لگے یا رگوں میں، جگہ کا مسئلہ نہیں بلکہ اصل مسئلہ انجیکشن کی نوعیت کا ہوتا ہے۔ ایسا انجیکشن لگوانا جو غذا، خوراک، بھوک وپیاس یا طاقت کا بدل (متبادل) شمار ہوتا ہو۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کا اثر معدہ تک پہنچ جاتا ہے۔[238]

13۔ اگر حالت نیند میں احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس میں روزہ دار کا کوئی اختیار نہیں۔ مگر بیداری کی حالت میں منی کے خارج ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ منی سے مراد شرمگاہ سے نکلنے والا وہ پانی ہے جو اچھل کر نکلتا ہے۔ بیداری کی حالت میں ہاتھ سے، مباشرت سے، بوسہ وکنار سے، نظر کی بے احتیاطی سے یا بیوی کی قربت کے نتیجے میں اگر منی نکل آئے تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور قضا لازم آئے گی لیکن کفارہ نہیں ہوگا (کفارہ اور قضا دونوں جماع سے لازم ہوتے ہیں)۔ اس لئے کہ روزہ نام ہی شہوات اور نفسانی خواہشات کو قابو کرنے کا ہے اور جس عمل سے شہوت یا نفسانی خواہش پوری ہو جائے تو روزے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ [239]

وَلاَ يَصْخَبْ ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ۔۔۔(بخاری: 1805؛ مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس دن تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ فحش کلامی نہ کرے، اور نہ ہی شور وغل کرے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار شخص ہو۔“

238 علماء وفقہاء کے ہاں یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ اس حوالے سے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ، اسلامی فقہ اکیڈمی، دارالافتاء سعودی عرب اور مجمع الفقہ الاسلامی کے فتاوی جات موجود ہیں۔

239 أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۔۔۔ (البقرۃ: 2: 187)۔ ترجمہ: روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔۔۔؛ (معلوم ہوا کہ حالت روزہ میں دن کے وقت جماع ممنوع ہے۔ جب جماع ممنوع ہے تو اس کے نتیجے میں حاصل ہونی والی چیز یعنی منی (اور اس کا خروج واخراج)، بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے)۔؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلاَّ الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي۔۔۔ (مسلم: 1151)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابن آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے۔ نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سوائے روزے کے (کیونکہ) وہ (خالصتاً) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ میری خاطر

14۔ روزے کی حالت میں نماز کی پابندی نہ کرنے والے شخص کا روزہ، سوائے بھوک وپیاس کے اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور اس کا تارک کفر کا مرتکب ہے۔[240]

15۔ سگریٹ، بیڑی، حقہ، ویپ (الیکٹرانک سگریٹ)، شیشہ، تمباکو نوشی،[241] نسوار، منہ میں نشہ آور اسپرے، کسی انداز سے انرجی (قوت) حاصل کرنے، ناک کا اسپرے جس سے ذائقہ حلق میں اتر جائے، پان، غذائی ڈرپ اور مائع صورت میں غذائی سپلیمنٹ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

16۔ پانی یا دوائی کے غرارے کرنا، ناک میں پانی چڑھانے کی طرح ہے۔ اس لئے حالتِ روزہ میں غرارے کرنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ اگر دوائی یا پانی حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر حلق سے نہ اترے تو روزہ برقرار رہے گا۔ البتہ روزے دار کو دوران وضو کلّی کرنے اور ناک میں بلا مبالغہ، پانی چڑھانے کی اجازت ہے۔[242]

17۔ ہر وہ چیز جو حالت بیداری میں انسان کے اپنے اختیار سے پیٹ میں جاتی ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اپنی شہوت (خواہش) اور اپنا کھانا پینا چوڑ دیتا ہے۔۔۔"؛ (معلوم ہوا کہ منی کا اخراج شہوت کی تکمیل ہے جو روزے کے منافی ہے)۔

[240] عَنْ بُرَيْدَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الْعَهْدُ الَّذِى بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ۔ (مسند احمد: 23057، قوی الإسناد)۔ ترجمہ: سیدنا بُریدة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو (فرق کرنے والا) عہد ہے، وہ نماز ہے، تو جو اسے چھوڑ دے گا، کافر ہو جائیگا۔"

[241] حالتِ روزہ میں جان بوجھ کر دھوئیں کو اپنے جسم میں داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ چاروں فقہی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے۔ (حنفیہ: حاشیہ ابن عابدین، 2/395؛ مالکیہ: الشرح الکبیر للدردیر، 1/525؛ شافعیہ: حواشی الشروانی والعبادی علی تحفۃ المحتاج، 3/400؛ حنابلہ: کشاف القناع للبھوتی، 2/320-321) کیونکہ دھوئیں کا جسم مادہ کی شکل میں پیٹ تک پہنچ جاتا ہے اس لئے وہ ایسی چیز کے حکم میں ہے جو جسم میں داخل ہوتی ہے جیسے پانی۔ عرف عام اسے "پینا" کہا جاتا ہے اور اردو میں اس کیلئے تمباکو نوشی (تمباکو پینا) بولا جاتا ہے۔ گویا اسے پینے والا جان بوجھ کر اپنے ارادے واختیار سے کھانے پینے کے راستے (منہ) کے ذریعے اپنے جسم میں داخل کرتا ہے جس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/223)

[242] مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/266

18۔ ہر وہ چیز جو عادتاً (یا عام طور پر) کھائی نہیں جاتی جیسے، درہم (سکہ)، کنکر (پتھر)، گھاس پھوس، لوہا، دھاگہ یا اس جیسی کوئی چیز، اسے حالتِ روزہ میں نگلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[243]

19۔ ڈائلیسس (گردوں کی صفائی کروانا)، سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی طریقے سے کیا جائے۔ یعنی گردوں کو جس طریقے سے بھی صاف کیا جائے اس میں ایسی چیز ضرور استعمال ہوتی ہے جو روزہ توڑنے والی ہوتی ہے۔ جیسے جسم کو صاف یا نیا خون فراہم کیا جاتا ہے اور بعض اوقات غذائیت رکھنے والا مادہ بھی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں روزہ توڑنے والی ہیں۔ مریض پر قضا لازم ہے۔[244]

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

روزے کے حوالے سے اصل قاعدہ یہ ہے کہ:

أَنَّ الأصلَ صِحَّةُ الصِّيامِ حتى يقومَ دليلٌ على فَسادِهِ۔

روزہ درست سمجھا جائے گا جب تک اس کے فاسد ہونے پر کوئی واضح دلیل قائم نہ ہو۔[245]

اسی طرح جو چیز روزہ دار کے پیٹ میں اس کے اختیار کے بغیر داخل ہو جائے، وہ عام طور پر

---

243 سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: الفِطرُ ممَّا دخل، وليس ممَّا خرَجَ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 9411، حسن؛ بخاری میں تعلیقاً، باب الحجامہ والقیئ للصائم میں "الصوم مما دخل" کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے)۔ ترجمہ: روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو (انسانی اختیار سے اس کے) اندر داخل ہو، نہ کہ اس سے جو باہر نکلے۔؛ چاروں فقہی مذاہب کا فتوی اسی پر ہے اور سلف وخلف جمہور علماء کا یہی مؤقف ہے۔؛ واضح ہو کہ روزہ دار کا ایسی چیز نگلنا بھی کھانے کے حکم میں ہے جیسے عربی میں کہا جاتا ہے " أَكَلَ حَصاةً " اس نے کنکر کھالیا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی، 2/93) حالانکہ کنکر کھایا نہیں جاتا مگر نگل لینا، عرفاً کھانے کے حکم میں آجاتا ہے اور شریعت، عرف کو معتبر مانتی ہے۔؛ نیز جس روزہ دار نے کوئی ایسی چیز نگل لی جس سے بچنا اس کیلئے ممکن بھی تھا اور جس کی اسے ضرورت بھی نہیں تھی، تو وہ ایسے شخص کے مشابہ ہو گیا جس نے روزے کی حالت میں دانتوں کے درمیان پھنسی ہوئی چیز کو خود نکال کر نگل لیا ہو۔ (المجموع للنووی، 6/315)

244 مجموع فتاوی لابن باز، 15/274-275؛ فتاوی لجنہ دائمہ، مجموعہ اولیٰ، 10/189

245 مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/245

روزہ فاسد نہیں کرتی۔[246] روزے دار کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کون سی چیزوں کے استعمال اور کن امور کی انجام دہی سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جیسے:

1۔ ایسا شادی شدہ مرد یا عورت، جو (جماع سے) اپنے جذبات پر قابو رکھ سکتا ہو، روزے کی حالت میں اگر وہ اپنی بیوی یا شوہر کے ساتھ پیار ومحبت کا اظہار کرے، باہم بوس وکنار کرے، بغلگیر ہو جائے اور (شرمگاہ کو ڈھک کر) باہم مباشرت کرے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[247] مگر حالتِ روزہ میں احتیاط ہی بہتر ہے۔

2۔ اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ ہیں ٹوٹتا۔ وہ اپنا روزہ مغرب تک پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔[248]

---

246 الإشراف لابن المنذر، 131/3 ؛ المحلی لابن حزم، 350/4 ؛ المجموع للنووی، 327/6 ؛ شرح مختصر خلیل للخرشی، 258/2؛ المبدع لابن المفلح، 430/2؛ فتح الباری لابن حجر، 155/4؛ امام ابنِ قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول بغیر قصد وارادہ اگر راستے کی گرد وغبار، مکھی، آٹے چھانتے وقت باریک گرد، چھڑکا جانیوالا پانی، بہایا جانے والا پانی، کلّی کا پانی، زبردستی حلق یا ناک میں ڈالی کوئی چیز، سر یا پیٹ کے زخم کی کوئی دوائی، اگر ناک، کان یا حلق تک پہنچ جائے، اسی طرح بلا قصد وارادہ حجامہ یا پچھنا اور کسی عورت کے بوسے کی وجہ سے ہونے والا انزال وغیرہ، سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (المغنی لابن قدامہ، 130/3)

247 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ۔ بخاری: 1826؛ مسلم: 1106)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں بوسہ لے لیا کرتے تھے ،اور (جماع کے علاوہ) میل جول (مباشرت) بھی کرتے تھے، لیکن وہ اپنے اوپر سب سے زیادہ کنٹرول رکھنے والے تھے۔؛ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ، فَرَخَّصَ لَهُ، وَأَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ. فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ۔ (ابوداؤد: 2387، 2389، حسن صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالتِ روزہ میں (بیوی سے) مباشرت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور یہی سوال کیا تو آپ ؐ نے منع فرما دیا۔ (راوی کے بقول) جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع فرمایا وہ نوجوان تھا۔؛ اہل علم کے فتاوی: (حنفیہ (الھدایۃ للمرغینانی، 123/1)، شوافع (روضۃ الطالبین للنووی، 362/2)، حنابلہ (کشاف القناع للبھوتی، 330/2)۔

248 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ

3۔ مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[249] مسواک کا ظاہری مقصد، سنّت پر عمل اور منہ اور دانتوں کی صفائی ہے۔ توتھ پیسٹ کا مقصد بھی ظاہری صفائی ہے، اس لئے اگر کوئی مسواک کی بجائے توتھ پیسٹ استعمال کرے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ توتھ پیسٹ (جو مصنوعی چیز ہے) کے استعمال کے دوران اس بات کا خیال رکھنا بہتر ہو گا کہ دانتوں کی صفائی کے دوران لعاب کے ساتھ گھلنے ملنے والے ذائقے کو باہر تھوکا جائے۔[250]

4۔ روزے دار کو نیند میں اگر احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

5۔ حالتِ روزہ میں سر پر تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

6۔ حالت روزہ میں کنگھی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

7۔ حالت روزہ میں آنکھوں میں سرمہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[251]

8۔ روزے کی حالت میں فصد لگوانا[252] / پچھنا لگوانے / حجامہ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[253]

وَسَقَاهُ۔ (بخاری: 1933)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔ کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔“

249 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ۔ (بخاری: 847؛ مسلم: 225)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتی تو میں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم (وجوبا) دے دیتا۔“ ؛ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَسْتَاكُ، وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ۔ (یہ حدیث بخاری کی حدیث نمبر 1934 کے ترجمۃ الباب میں موجود ہے، جس کا عنوان یہ ہے کہ روزہ دار کیلئے تر یا خشک مسواک کرنا درست ہے۔ ویسے یہ حدیث ابوداؤد: 2364، میں موجود ہے مگر ضعیف ہے)۔ ترجمہ: سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں بے شمار مرتبہ وضو میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔

250 مجموع فتاوی شیخ لابن باز، 15/ 260۔261؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/354؛ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، شمارہ دہم) کے اندر بھی اہل علم کی کمیٹی نے اس مسئلہ پر اتفاق کیا ہے۔

251 جمہور اہل علم کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔

252 اس کا مطلب ہے بازو، ٹانگ یا گردن کے قریب کوئی مخصوص رگ براہ راست کھول / کاٹ کر فاسد خون نکالنا اور پھر اسے دبا کر پٹی کے ذریعے بند کر دینا۔ یہ عمل حجامہ سے کچھ مختلف ہے اس طرح کہ حجامہ جلد کے اوپر کٹ لگا کر جلد کے نیچے

9۔ گرمی یا پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[254]

10۔ حالت روزہ میں نہانے، غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[255]

11۔ خون صاف کروانے، خون ٹیسٹ کروانے[256] اور کسی کو خون کا عطیہ دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سے بذریعہ کپ خون نکالنے کا نام ہے۔ جو اہل علم بوجہ حجامہ، روزہ ٹوٹنے کے قائل نہیں ان کے ہاں بوجہ فصد بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جمہور کا مؤقف یہی ہے۔ البتہ سعودی فتوی کمیٹی، ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنابلہ کا مؤقف اس کے برعکس ہے۔

[253] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم احْتَجَمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ۔ (بخاری: 1938)۔ ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

[254] عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ النَّاسَ فِي سَفَرِهِ عَامَ الْفَتْحِ بِالْفِطْرِ وَقَالَ: تَقَوَّوْا لِعَدُوِّكُمْ . وَصَامَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم. قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ الَّذِي حَدَّثَنِي لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ أَوْ مِنَ الْحَرِّ۔ (ابوداؤد: 2365، صحیح)۔ ترجمہ: جناب ابو بکر بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فتح مکہ کے سال اپنے سفر میں لوگوں کو روزہ توڑ دینے کا حکم دیا اور فرمایا: "اپنے دشمن (سے لڑنے) کے لیے طاقت حاصل کرو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھا۔ ابو بکر کہتے ہیں: مجھ سے بیان کرنے والے نے کہا کہ میں نے مقام عَرج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر پر پیاس سے یا گرمی کی وجہ سے پانی ڈالتے ہوئے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے۔

[255] عن عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ۔ (بخاری: 1825؛ مسلم: 1109)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (بعض مرتبہ) فجر ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ روزہ میں ہوتے تھے۔؛ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُهُ۔ (بخاری: 1931؛ مسلم: 1109)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے گواہی دیتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے تھے، احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے، پھر آپ روزہ رکھتے تھے (یعنی غسل نماز فجر سے پہلے اور سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرتے تھے)۔

12۔ ایسا انجیکشن (ٹیکہ) لگوانا جو غذا اور توانائی فراہم نہ کرتا ہو، خواہ وہ عضلات میں لگے، رگ میں لگے یا جلد کے نیچے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس کا اثر معدہ تک نہیں جاتا۔[257]

13۔ ضرورت یا مصلحت کے تحت، کھانے یا کھانے والی چیز کا ذائقہ چکھنے یا کھانا چیک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ حلق تک نہ پہنچے، کھانے کو تھوک دے، منہ دھولے یا زبان رگڑ لے۔[258]

14۔ خوشبو سونگھنے یا خوشبو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کوئی بھی ایسی چیز جس کی اچھی یا بُری مہک ہو، اس کے سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[259] البتہ "بَخُور" سونگھتے ہوئے اندر کھینچنے (استنشاق) کے متعلق اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔[260] صحیح بات یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[261]

---

256 مجموع فتاوی لابن باز، 15/271، 273؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/351

257 روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی اصل، صحت پر مشتمل ہے یہاں تک کہ روزے کے ٹوٹنے پر کوئی دلیل آجائے۔ یہ انجکشن نہ کھانے کے مترادف ہے نہ پینے کے، اس لیے یہ کھانے پینے کے حکم میں شامل نہیں ہوتا۔ (مجموع فتاوی لابن باز، 15/258؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/196، 213، 215)؛ نیز اسلامی فقہ اکیڈمی، سعودی لجنہ دائمہ اور کویت کی فتوی کمیٹی کا بھی یہی فتوی ہے۔

258 جمہور کا مؤقف یہی ہے۔ فتاوی دیکھیں: حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، 448؛ المجموع للنووی، 6/369؛ الإنصاف للمرداوی، 3/231؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/329؛ مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/266-267

259 مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/242؛ فتاوی نور علی الدرب لابن عثیمین، صفحہ: 249؛ حاشیہ ابن عابدین، 2/395: حاشیۃ الدسوقی، 1/525؛ نیز اس مسئلہ پر چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اتفاق بھی ہے۔

260 جو اہل علم روزہ ٹوٹنے کے قائل ہیں (مراقی الفلاح للشرنبلالی، صفحہ: 245؛ حاشیہ ابن عابدین، 2/417، 395؛ الشرح الکبیر للدردیر وحاشیۃ الدسوقی، 1/735؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/320-321) ان کے نزدیک وجہ بخور کا دھواں ہے جو جسم میں داخل ہو سکتا ہے اس لیے یہ پانی کی طرح روزہ کو توڑنے والا سمجھا جاتا ہے۔ (مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/223)

261 جن اہل علم کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا (المحلی بالآثار لابن حزم، 4/335-336؛ مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 25/241؛ تحفۃ المحتاج للھیتمی، 3/400؛ نھایۃ المحتاج للرملی، 3/169) ان کا خیال ہے کہ قرآن یا حدیث میں اس کے روزہ توڑنے کا کوئی واضح ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ روزہ توڑتا، تو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے بارے میں بتا دیتے، جیسا کہ کھانے یا پینے کے

15۔ گرد وغبار، مکھی، مچھر کا حلق میں اتر جانا، تھوک کا نگل جانا(بشر طیکہ وہ منہ سے باہر نہ آئے اور منہ میں جمع نہ کیا جائے)،[262] بلغم نگل جانا،[263] مسوڑے سے خون نکلنا(جب تک وہ حلق میں نہ جائے)[264]، کلّی کرنے کے بعد پانی کی تری کا تھوک کے ساتھ حلق میں جانا، ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح بغیر قصد وارادہ اگر آٹا یا کوئی چیز چھانتے وقت اڑنے والا گرد وغبار، سانس کے راستے اندر جانیوالی چیز، چھڑکا جانیوالا پانی، بہایا جانے والا پانی، کلّی کا پانی، زبردستی حلق یا ناک میں ڈالی کوئی چیز، سر یا پیٹ کے زخم کی کوئی دوائی، اگر ناک، کان یا حلق تک پہنچ جائے۔ یا بلا قصد وارادہ حجامہ یا پچھنا لگا دیا جائے یا کسی عورت کے بوسے کی وجہ سے ہونے انزال ہو جائے، تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔[265]

16۔ آکسیجن[266]، کان کے قطرے، آنکھ کے قطرے، ناک کے قطرے[267] اور ویکسین سے روزہ نہیں

بارے میں بتا دیا۔ یہ کھانے یا پینے کی چیز نہیں ہے اور جسم اسے خوراک کی طرح استعمال نہیں کرتا، نہ ہی یہ معدے میں خون بننے جیسی حالت پیدا کرتا ہے۔(مجموع فتاوی لابن تیمیہ،25/241،247)

262 مراتب الإجماع لابن حزم، صفحہ:40؛ المجموع،6/317؛ المبدع لابن مفلح،2/442

263 تھوک یا بلغم کے نگل جانے اور کان میں انگلی یا دوا ڈالنے کے حوالے سے دیکھیں(مجموع فتاوی لابن عثیمین،19/356)

264 المحلی لابن حزم،4/348

265 المغنی لابن قدامہ،3/130

266 سانس لینے اور اسے بحال رکھنے کیلئے آکسیجن گیس کے استعمال سے روزہ نہیں توڑتا۔ اس کی تصدیق اسلامی تعاون کی تنظیم کے تحت کام کرنیوالی اسلامی مجلسِ فقہ نے اپنی دسویں نشست میں کی تھی۔ کیونکہ یہ محض ایک گیس ہے جو سانس کے نظام میں داخل ہوتی ہے اور کوئی بھی یہ بات نہیں کہتا کہ ہوا کا سانس لینا یا اسے اندر کھینچنا روزہ توڑتا ہے، نیز اس میں کوئی غذائی یا دیگر مواد شامل نہیں اور معدے تک اس کے اثرات نہیں پہنچتے۔(قرارات و سفارشات اسلامی مجلس فقہ، فیصلہ نمبر: 93،(10/1) بابت مفطراتِ طبی علاج کے سلسلے میں، اور فیصلے کا متن یہ ہے:"مندرجہ ذیل امور مفطرات میں شامل نہیں ہیں:۔۔۔ 9. آکسیجن کا گیس"۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي(رسالہ اسلامی مجلس فقہ)، شمارہ دہم)۔

267 اہل علم میں سے بعض اس کی اجازت نہیں دیتے کیونکہ یہ دوا، ناک کے راستے حلق سے معدے تک چلی جاتی۔ جبکہ بعض اہل علم اس کی اجازت دیتے ہیں اس شرط پر کہ آدمی اس چیز کو نگلنے سے بچ جائے جو حلق تک پہنچتی ہے تو روزہ نہیں

ٹوٹتا۔ ایسی دوائی جس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو اس کے استعمال سے حالتِ روزہ میں احتیاط کرنی چاہیے۔[268]

17۔ انسولین کے انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ غذا ہے نہ مشروب بلکہ صرف بیماری کا علاج ہے جو معدے کی بجائے خون کے ذریعے جسم میں داخل ہوتا ہے۔

18۔ دمے کا اسپرے یا انہیلر[269] اور نیبولائزر کے اثرات اگر حلق یا معدے تک نہیں جاتے بلکہ

ٹوٹتا۔ کیونکہ روزہ دین کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی بابت ہر خاص و عام کو جاننے کی ضرورت ہے۔ اگر ناک کی دوا جیسی چیزیں واقعی ایسی ہوتیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حالت روزہ میں حرام قرار دیا ہو یا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو تو آپ ﷺ پر لازم تھا کہ انہیں بیان فرماتے۔ صحابہ کو بھی اس کا علم ہوتا اور دیگر احکام کی طرح اس مسئلہ کو بھی وہ امت تک پہنچاتے۔ اہل علم میں سے کسی نے اس ضمن میں کوئی صحیح، ضعیف، مسند، مرسل روایت نقل نہیں کی۔(مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/234)

268 کان اور آنکھ کے قطروں کے حوالے سے دیکھیں:(مجموع فتاوی شیخ ابن باز، 15/ 260۔261)؛ آکسیجن اور مصنوعی سانس سے روزہ نہ ٹوٹنے کا فتوی دیکھیں:(فتاوی الصیام، صفحہ:206)۔

269 مجموع فتاوی لابن باز، 15/ 265؛ مجموع فتاوی لابن عثیمین، 19/ 209۔210؛"عصری طبی مسائل سے متعلق بعض امور پر اسلامی نقطۂ نظر" کے عنوان سے منعقدہ ندوہ کی کارروائیوں کا مکمل متن، دارالبیضاء (مراکش)، صفحہ: 639، مطبوعات: اسلامی تنظیم برائے طبی علوم۔؛ کویت میں اسلامی تنظیم برائے طبی علوم کے تحت منعقد ہونے والی نویں فقہی طبی کانفرنس میں شریک ہونے والے اکثر علماء بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ دمے کے اسپرے سے نکلنے والا باریک ذرات والا مادہ دراصل ہوا کے ساتھ ملا ہوا بخار/ غبار ہوتا ہے، جس کی حد پھیپھڑے ہیں، اور اس کا مقصد پھیپھڑوں کی نالیوں اور ہوا کی شاخوں کو کھولنا ہوتا ہے جو دمے کی بیماری میں تنگ ہو جاتی ہیں۔ یہ ذرات معدے تک نہیں پہنچتے، اور نہ ہی مریض کے لیے کھانا یا پینا شمار ہوتے ہیں۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي، 10/ 641؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/ 211) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل نہ کھانے کے معنی میں ہے اور نہ پینے کے، اس لیے یہ خون کا ٹیسٹ کروانے اور غیر غذائی انجکشن لگوانے کے مشابہ ہے۔(مجموع فتاوی لابن باز، 15/ 265؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/ 211) تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض دمے کے اسپرے کا کچھ حصہ غذائی نالی کے ذریعے معدے تک پہنچ بھی جائے، تو وہ مقدار انتہائی معمولی ہوتی ہے؛ کیونکہ ایک چھوٹی بوتل میں صرف 10 ملی لیٹر دوا ہوتی ہے اور وہ بھی 200 اسپرے کے لیے

پھیپھڑوں تک محدود رہتے ہیں، تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

19۔ ہونٹوں پر لپ اسٹک اور چیپ اسٹک لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ ان کے اجزاء بذریعہ منہ حلق میں نہ جائیں۔

20۔ بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

21۔ سر پر یا جسم پر تیل کی مالش کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

22۔ نکسیر یعنی ناک سے خون کا جاری ہونا، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ منہ کے ذریعے خون حلق میں نہ چلا جائے۔

23۔ زخم پر مرہم / دوائی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سر کی چوٹ یا پیٹ کا زخم یا آلہ تناسل میں (زخم یا بیماری کی وجہ سے) مائع (قطرے / پانی کی) شکل میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[270]

24۔ آلہ تناسل / پیشاب کی نالی میں کسی قسم کی مائع چیز یا تیل داخل کرنا[271]، قِسطرة (کیتھیٹر / باریک نالی جو مثانے تک داخل کی جاتی ہے) داخل کرنا، مِنظار (اینڈوسکوپ) استعمال کرنا(ایک آلہ جس میں باریک سی نالی، روشنی اور کیمرہ ہوتا ہے)، دوائی داخل کرنا، مثانے کو دھونے کے لیے محلول ڈالنا، یا شعاعی معائنہ (ایکس رے، سی ٹی سکین اور ایم آر آئی وغیرہ) کو واضح کرنے کے لیے کوئی مخصوص تشخیصی مادہ داخل کرنا، اس سے روزہ[272] نہیں ٹوٹتا۔[273]

ہوتی ہے، یوں ایک اسپرے میں تقریباً 0.05 ملی لیٹر دوا آتی ہے، جو نہایت قلیل مقدار ہے۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي، 10/ 759)اور چوتھی وجہ قیاس ہے جو مسواک کے استعمال پر کیا گیا ہے کہ جس سے ذائقہ یا معمولی اجزاء اندر جا سکتے ہیں مگر روزہ فاسد نہیں ہوتا۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي، 10/ 655)

270 مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/ 233

271 حنفیہ (المبسوط للسرخسی، 3/ 63؛ الفتاوی الھندیۃ، 1/ 204)، مالکیہ (الشرح الکبیر للدردیر، 1/ 533)، حنابلہ (الإنصاف للمرداوی، 3/ 217؛ المغنی لابن قدامہ، 3/ 126)

272 علم تشریح(Anatomy) کی رُو سے مردانہ عضوِ تناسل کے باطنی حصے اور جوف (معدہ و نظامِ ہضم) کے

25۔ عورت کی شرمگاہ میں بطور دوائی، قطرے ڈالنے، اندامِ نہانی میں استعمال ہونے والی "ویجائنل سپوزٹریز / بتّی) اور ایکسرے کیلئے رنگ دار مادہ (Contrast Dye) برائے تشخیص، نہ کہ بطور دوا، داخل کرنے سے بھی، روزہ نہیں ٹوٹتا۔[274]

26۔ حُقنہ (اَینما) [275] لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مگر یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔[276] بہتر یہی ہے کہ

درمیان کوئی راستہ موجود نہیں۔(المغنی لابن قدامہ، 126/3) پیشاب کے مسالک اور نظامِ ہضم کے درمیان کسی بھی قسم کا براہِ راست تعلق ثابت نہیں، نیز یہ امر بھی مسلم ہے کہ جسم پیشاب کی نالی میں داخل ہونے والی کسی چیز سے غذائیت حاصل نہیں کرتا۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي، شمارہ دہم) اور دوسری بات یہ ہے کہ اصولِ فقہ کا مسلم قاعدہ یہ ہے کہ اصل روزے کی صحت ہے، اور اس کے فساد کا حکم اسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب اس پر واضح اور قطعی دلیل قائم ہو۔(المغنی لابن قدامہ، 126/3)

273 اسلامی فقہ اکیڈمی (مجمع الفقہ الاسلامی) کے فیصلے اور سفارشات، قرار نمبر: 93 (10/1)، بعنوان: علاج کے میدان میں مفطرات۔ قرار کے متن میں ہے:"درج ذیل امور مفطرات میں شمار نہیں ہوتے: ... وہ چیزیں جو احلیل (یعنی مرد و عورت کی ظاہر پیشاب کی نالی) کے ذریعے داخل کی جائیں، مثلاً قِسطرہ (باریک نلی)، منظار، ایکس رے میں وضاحت کے لیے استعمال ہونے والا مادہ، دوائی، یا مثانے کے غسل کے لیے محلول۔"(مجلة مجمع الفقه الإسلامي، شمارہ دہم)۔مزید ملاحظہ ہو: مجمع الفقہ الاسلامی کی سرکاری ویب سائٹ۔

274 کیونکہ جدید طب نے ثابت کیا ہے کہ عورت کے تولیدی (تناسلی) نظام اور ہاضمے کے نظام کے درمیان کوئی راستہ یا رابطہ موجود نہیں۔ (مجلة مجمع الفقه الإسلامي، شمارہ دہم)

275 قبض کے مریضوں کو قبض کے خاتمہ کیلئے بطور علاج حقنہ (انیما) لگایا جاتا ہے۔ یہ ایک دوا ہے جو مریض کے مقعد (پاخانہ والی جگہ) میں لگائی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں اسے ایک انجیکشن کے ذریعے یا انجیکشن کی طرح، لگایا جاتا ہے تاکہ آنتوں کی صفائی ہوجائے۔

276 اس ضمن میں اہل علم کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ چاروں فقہی مذاہب (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ جس مادّے کے ذریعے حقنہ لگایا جاتا ہے وہ آدمی کے اختیار سے اس کے جسم کے اندر (پیٹ یا معدہ) تک پہنچتا ہے، لہذا یہ کھانے پینے سے مشابہ ہے۔ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ، شافعیہ میں قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ، مالکیہ میں ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور ظاہریہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حالت روزہ میں حقنہ (انیما) لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں نہیں اور یہ روزے دار

حالت روزی میں اس سے احتیاط برتی جائے۔

27۔ مریض کو علاج کی غرض سے حالت روز ہ میں، مقعد(پاخانہ والی جگہ) میں "بتی" (لبوس/ تحامیل)لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[277]

28۔ دانتوں کے درمیان موجود (پھنسی ہوئی) معمولی سی چیز (کھانے کا چھوٹا ذرّہ)، جو نکالنا مشکل ہو، کو نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ تھوڑی ہو اور تھوک کے ساتھ خود بہہ جائے۔[278] ایسے چھوٹے ذرات سے بچنا ممکن نہیں ہوتا اس لئے ان کا حکم بھی تھوک والا ہی ہے۔[279] اگر اسے باہر نکالنا ممکن ہو مگر روزہ دار (اپنے اختیار و مرضی سے) اسے نگل لے تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔[280]

29۔ غلطی سے یا بھول کر جماع (ازدواجی تعلق قائم) کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایسے شخص پر قضا لازم ہے

کو غذا فراہم نہیں کرتا بلکہ جسم کے اندر موجود فضلات کو خارج کرتا ہے۔ روزہ اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کے احکام جاننا مسلمانوں پر لازم ہے۔ اگر ایسی چیزیں روزہ توڑنے والی ہوتیں تو آپ ﷺ انہیں ضرور بیان فرماتے، اور اگر آپ ﷺ بیان فرماتے تو صحابہ کرام انہیں جانتے ہوتے اور ہم تک ضرور پہنچاتے، جس طرح انہوں نے باقی احکام شریعت ہم تک پہنچائے۔ نیز اہل علم میں سے کسی نے بھی آپ ﷺ سے اس بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف ، متصل یا مرسل روایت کچھ بھی نقل نہیں کیا۔(مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/ 233؛ الشرح الممتع، 6/ 368؛ مجلہ المجمع الفقہ الاسلامی، 10/ 638؛ المحلّیٰ لابن حزم، 4/ 349)؛ روزے کے حوالے سے اصل قاعدہ یہ ہے کہ روزہ درست سمجھا جائے گا جب تک اس کے فاسد ہونے پر کوئی واضح دلیل قائم نہ ہو۔(مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 25/ 245؛ الموسوعہ الفقہیہ، 2/ 87؛ مجموع فتاوی لابن عثیمین، 1/ 516)

277 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/ 381؛(یہ مفہوم امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے اخذ شدہ ہے کہ حقنہ (انیما) سے روزہ نہیں ٹوٹتا)۔؛ المحلّی لابن حزم، 6/ 203؛ الذخیرۃ للقرافی، 2/ 505؛ مواھب الجلیل للحطاب، 3/ 346

278 الإشراف لابن المنذر، 3/ 131؛ یہ اہل علم کے ہاں متفقہ مسئلہ ہے۔

279 المغنی لابن قدامہ، 3/ 126

280 شافعیہ (المجموع للنووی، 6/ 323)، حنابلہ (کشاف القناع للبھوتی، 2/ 321؛ المغنی لابن قدامہ، 3/ 126)، مالکیہ (القوانین الفقھیۃ، صفحہ: 80)۔

اور نہ ہی کوئی کفارہ۔[281]

30۔ حالت بیداری میں مذی کے خروج سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی سے مراد شرمگاہ سے نکلنے والا وہ پانی ہے جو پتلا ہوتا ہے اور قطرہ قطرہ کرکے نکلتا ہے۔اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔

31۔ دل کے دوروں کے علاج کیلئے زبان کے نیچے رکھنے والی گولیوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ یہ گولیاں تھوڑی ہی دیر میں وہیں جذب ہو جاتی ہیں، پھر خون کے ذریعے دل تک پہنچتی ہیں اور دل کے اچانک دورے کو روک دیتی ہیں۔ان گولیوں میں سے کوئی چیز معدے (پیٹ) کے اندر نہیں جاتی۔البتہ شرط یہ ہے کہ ان گولیوں کے حل ہونے کے بعد ان میں سے کوئی چیز نگلی نہ جائے۔یہ بات فقہ اسلامی کی مجلس نے اجماع کے ساتھ طے کی ہے۔[282]

---

[281] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ۔(بخاری: 1933)۔ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :" جب کوئی بھول گیا اور کچھ کھا پی لیا تو اسے چاہئے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا۔"؛اس حدیث میں بہ نسبت کھانے پینے کے، افطار عام ہے، اس میں جماع بھی شامل ہے۔(سبل السلام للصنعانی، 160/2؛ حاشیۃ الطحطاوی، صفحہ:437)؛ماہ رمضان میں حالتِ روزہ میں جان بوجھ کر جماع کرنے والے شخص کے بارے میں جو احادیث ہیں، ان میں " ھلکتُ " یعنی میں ہلاک ہوگیا اور "احترقتُ احترَقتُ " یعنی میں جل گیا، جیسے الفاظ ہیں جو صرف جان بوجھ کر جماع کرنے پر ہی صادق آتے ہیں کیونکہ بھولنے والے پر اہل علم کے اجماع کے مطابق کوئی گناہ نہیں۔(شرح النووی علی مسلم، 255/7)؛ نیز جماع کو بھول کر کھانے پینے پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ حدیث کے مطابق بھول کر کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا، تو جماع بھی اسی معنی میں ہے۔ کھانے پینے کا خاص نام لینے کی وجہ یہ ہے کہ جماع کی نسبت انسان زیادہ تر کھانے پینے میں بھول جاتا ہے اور اس کی پرواہ کم کرتا ہے جبکہ جماع کے متعلق نسیان بہت کم ہے۔(فتح الباری، 156/4)؛ یہ حنفیہ اور شافعیہ اور بعض سلف کا مؤقف بھی ہے۔اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، صنعانی رحمۃ اللہ علیہ، شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

[282] مجمع الفقہ اسلامی کے فیصلے اور سفارشات، قرار نمبر: 93(10/1)، موضوع: علاج کے دائرے میں روزہ توڑنے والی چیزیں۔قرار کا متن یہ ہے:"درج ذیل امور کو روزہ توڑنے والی چیزوں میں شمار نہیں کیا جائے

روزہ دار کے منہ سے ناگوار مہک آنا:

روزہ رکھنے اور پیٹ کے خالی ہونے کی وجہ سے روزہ دار کو خود اپنے اور دوسروں کے منہ سے ناگوار سی بدبو یا ناخوشگوار سی مہک محسوس ہوتی ہے۔اس کو بُرا سمجھنے کی بجائے نظر انداز کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ناگوار سی بدبو، کستوری کی مہک سے زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے۔[283]

گا:علاج کی وہ گولیاں جو سینے کے درد (انجائنا) اور اس جیسے دیگر امراض کے علاج کے لیے زبان کے نیچے رکھی جاتی ہیں، بشرطیکہ ان کے حل ہونے کے بعد حلق تک پہنچنے والی چیز کو نگلنے سے اجتناب کیا جائے۔"(مجلة مجمع الفقه الإسلامي، شمارہ دہم)، نیز ملاحظہ ہو: مجمع الفقہ اسلامی کی سرکاری ویب سائٹ۔؛پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ کھانا ہے اور نہ پینا، اور نہ ہی کھانے پینے کے حکم میں ہے۔(مجلة مجمع الفقه الإسلامي، جو تنظیم تعاونِ اسلامی (OIC) کے تحت شائع ہوتی ہے، 778/1)دوسری وجہ یہ ہے کہ ان گولیوں میں سے کوئی چیز معدے تک نہیں پہنچتی، بلکہ زبان کے نیچے موجود خون کی نالیاں دوا کو جذب کر لیتی ہیں۔(معاصر طبی مفطرات، ایک فقہی وطبی تقابلی مطالعہ،للکندی، صفحہ:258) اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو چیز جسم کے مساموں کے ذریعے داخل ہو، وہ روزہ نہیں توڑتی(الذخیرة للقرافی،505/2)، چاہے یہ مسام منہ کے باہر ہوں یا منہ کے اندر۔تیسری وجہ یہ ہے کہ اصل اصول یہ ہے کہ روزہ درست رہتا ہے، اور اسے فاسد صرف یقین کی صورت میں ہی کہا جا سکتا ہے۔

283 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّكُمْ، قَالَ: لِكُلِّ عَمَلٍ كَفَّارَةٌ، وَالصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ المِسْكِ۔(بخاری:7538)۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالی سے نقل کیا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے : "ہر عمل کا کفارہ ہے اور روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور یقینا روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے بھی زیادہ ہے۔"؛عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ ۔۔۔ وَلَخُلُوفُ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔ (مسلم: 1151)۔ترجمہ:سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ابن آدم کا ہر عمل بڑھا یا جا تا ہے۔نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جا تی ہے)۔۔۔اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بُو سے بھی زیادہ ہے۔"

افطاری کا وقت اور اس کی احتیاط :

1۔افطاری کا وقت مشروط ہے: افطاری کا وقت غروبِ آفتاب سے مشروط ہے ،[284] اس لئے جب سورج غروب ہو جائے تو بغیر کسی تاخیر کے ، فوری طور پر روزہ افطار کریں۔[285] جو لوگ خیر و بھلائی پر قائم رہنا چاہتے ہیں ان کو شریعتِ اسلامیہ یہی سکھاتی ہے کہ وہ افطار میں کسی قسم کی تاخیر کی بجائے غروبِ آفتاب پر فوری روزہ افطار کر لیں۔[286] البتہ ہوائی سفر کے دوران، سحری اور افطاری کے وقت کا تعین حاضر جگہ اور مقام کے لحاظ سے کیا جائیگا۔

2۔اگر افطاری کے بعد ہوائی سفر کے دوران سورج نظر آئے تو: اگر سورج غروب ہونے پر روزہ افطار کر لیا جائے، پھر جہاز اڑے اور سورج دوبارہ نظر آنے لگے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، روزہ بالکل درست ہو گا۔[287]

3۔ہوائی جہاز پر سفر کرنے والے کیلئے افطار کا وقت: اگر روزہ دار جہاز میں ہو اور گھڑی، لیپ ٹاپ،

---

284 عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا ، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔ (بخاری:1853؛ مسلم:1100) ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر (مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو (روزہ دار کیلئے) روزہ کے افطار کا وقت آ گیا۔"

285 عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ثلاثٌ من أخلاقِ النُّبوةِ : تَعجيلُ الإفطارِ، وتأخيرُ السُّحورَ، ووضْعُ اليمينِ على الشِّمالِ في الصلاةِ۔ (صحیح الجامع: 3038، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" تین باتیں اخلاقِ نبوّت میں سے ہیں، پہلی بات: روزہ جلدی افطار کرنا۔ دوسری بات: سحری دیر سے کھانا۔ تیسری بات: نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر باندھنا۔"

286 عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لاَ يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (بخاری: 1856؛ مسلم: 1098)۔ ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے خیر (وبھلائی) پر (قائم) رہیں گے۔"

287 فتاوی شیخ عبد الرزاق عفیفی، صفحہ:168؛ فتوی شیخ ابن باز، مجلہ البحوث الاسلامیہ، 16/130؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/397؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/331، 334

موبائیل یا کسی ذریعے سے معلوم ہو جائے کہ نیچے کے ملک میں افطار کا وقت ہو چکا ہے، لیکن جہاز کی بلندی کی وجہ سے سورج نظر آرہا ہو تو روزہ دار کو افطار کی اجازت نہیں ہے۔ وہ غروب آفتاب کا انتظار کرے۔[288]

4۔افطاری میں جان بوجھ کر تاخیر نہ کریں: سورج غروب ہونے پر افطاری میں بلا وجہ تاخیر کرنا اسلام میں منع ہے۔ اسی طرح اگر کوئی غروبِ آفتاب سے قبل جان بوجھ کر افطاری کرلے، تو یہ بھی ناجائز ہے اور ایسا سنگین جرم ہے جس پر دوزخ کے عذاب کی وعید ہے۔[289] لہذا افطاری صحیح ترین وقت پر غروب آفتاب کے فورا بعد کرنی چاہئے۔

5۔جلد افطاری کرنے میں حکمت: غروب آفتاب پر فوری روزہ افطار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں یہود و نصاری کی مخالفت موجود ہے کہ وہ افطار میں دیر لگاتے تھے اور اللہ کی نعمت افطاری کو اپنانے اور اللہ کے حکم کو قبول کرکے اس پر عملدرآمد کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔ اس لئے مسلمان ان کی مخالفت

---

[288] فتاوی شیخ عبد الرزاق عفیفی، صفحہ:168؛ فتوی شیخ ابن باز، مجلہ البحوث الاسلامیہ، 16/130؛ مجموع فتاوی ابن باز، 15/293، 322؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/398؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 19/331

[289] عن أبی امامة الباهلی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: بينا أنا نائمٌ أتانی رجلان فأخذ بضَبعی فأتيا بی جبلًا وعرًا فقالا اصعَدْ فقلتُ إنِّی لا أُطيقُه فقال إنَّا سنُسهِّلُه لك فصعِدتُ حتَّى إذا كنتُ فی سواءِ الجبلِ إذا بأصواتٍ شديدةٍ قلتُ ما هذه الأصواتُ قالوا هذا عُواءُ أهلِ النَّارِ ثمَّ انطلق بی فإذا أنا بقومٍ معلَّقين بعراقيبِهم مشقَّقةٌ أشداقُهم تسيلُ أشداقُهم دمًا قال قلتُ من هولاء قال الَّذين يُفطِرون قبل تَحِلَّةِ صومِهم۔۔۔(صحیح الترغیب والترھیب:2393، صحیح)۔ ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہوئے سنا: "میں سو رہا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور میرے دونوں بازو کو پکڑ کر مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ کی طرف لے چلے پھر مجھ سے کہا کہ اس پہاڑ پر چڑھو، میں نے جواب دیا کہ میں اس پر نہیں چڑھ سکتا، ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کی مدد کرتے ہیں، چنانچہ میں چڑھنے لگا اور جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو مجھے تیز آوازیں سنائی دیں میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے پھر وہ دونوں مجھے آگے لیکر چلے، تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں، ان کے جبڑے پھاڑے جارہے ہیں اور جبڑوں سے خون بہہ رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا وقت ہونے سے قبل روزہ افطار کردیتے ہیں۔۔۔"

میں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی میں جب تک افطار میں جلدی کرینگے تب تک دین غالب رہے گا اور لوگ خیر و بھلائی کو سمیٹتے رہیں گے۔

6۔غروبِ آفتاب کے گمان میں (غلطی سے) افطاری کرلینا: ماہِ رمضان میں اگر ایسی غلطی ہو جائے کہ غروبِ آفتاب کے گمان میں غلطی سے افطاری کر لی جائے اور بعد میں معلوم ہو کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا، تو دن کے باقی ماندہ حصے میں کھانے پینے سے رک جائیں،[290] جب افطاری کا وقت ہو تب افطاری کریں۔ تاہم ایسی صورتحال میں روزہ صحیح ہو گا[291] اور قضا لازم نہیں ہو گی۔ [292] اس رکنے (امساک) کا مقصد

---

290 العنایۃ شرح الھدایۃ للبابرتی، 2/372؛ منح الجلیل لعلیش، 2/134؛ القوانین الفقھیۃ لابن جزی، 1/133؛ تحفۃ المحتاج للھیتمی، 3/433؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/145

291 مذاہب اربعہ کے اہل علم کا خیال ہے کہ یہ روزہ مکمل اور صحیح نہیں اور اس پر قضا لازم ہے کیونکہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 187 " ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ " کے مطابق روزہ رات تک پورا نہیں ہوا۔(المجموع للنووی، 6/310؛ الھدایۃ للمرغینانی، 1/129؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/372؛ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، 2/453؛ کشاف القناع للبھوتی، 2/309؛ المغنی لابن قدامہ، 3/148)۔

292 اہل علم کے اس دوسرے گروہ (التمھید لابن عبد البر، 21/98؛ مجموع فتاوی ابن تیمیہ، 20/572-573؛ تھذیب سنن ابی داؤد لابن القیم، 6/212؛ الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/396) کا مؤقف یہ ہے کہ سورۃ البقرہ آیت 286 " رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا " کے مطابق یہ عمل خطا کے زمرے میں ہے جس پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرماتا (تھذیب سنن ابی داؤد لابن القیم، 6/212) اور حدیث میں ہے: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَتْ: أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ غَيْمٍ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قِيلَ لِهِشَامٍ: فَأُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ: سَمِعْتُ هِشَامًا: لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا۔ (بخاری: 1959)۔ ترجمہ: سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بادل تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضاء کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا؟ اور معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا "مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضاء کی تھی یا نہیں۔ ": اس حدیث سمیت کسی اور حدیث میں صحابہ کو قضا کا حکم دینا منقول نہیں۔ اگر قضا واجب ہوتی تو ضرور نقل کی جاتی۔ (الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/398)۔

یہ ہے کہ جتنا ممکن ہو روزے کے وقت کا حق ادا کیا جاسکے یا روزے میں لاپرواہی اور تساہل کے الزام سے بچا جائے۔[293]

7۔ غروبِ آفتاب میں شک ہو تو افطاری مت کریں: سورج غروب ہے یا نہیں ہوا؟ اگر یہ شک ہو تو افطاری نہ کریں۔ اگر کوئی ایسی حالت میں افطاری کر لے اور بعد میں علم ہو کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، تو ایسا شخص گناہگار ہے اور اس پر اس روزے کی قضا واجب ہے۔[294]

افطاری کس چیز سے کرنی ہے؟

افطاری کرنے کیلئے بہترین چیز، کھجور ہے اس لئے سب سے پہلے کھجور کھائیں کیونکہ بوقتِ افطار کھجور کا استعمال سنّت بھی ہے اور ہر اعتبار سے صحت بخش بھی ہے۔ افطار کے وقت سب سے پہلے چند تر (یا تازہ) اور نرم کھجوریں کھانی چاہیں۔ اگر نرم کھجور دستیاب نہ ہو سکے تو کوئی بھی کھجور کھالیں اور اگر کھجور موجود نہیں تو (پیٹ بھرنے کی بجائے) پانی کے صرف چند گھونٹ پی لیں۔[295]

---

[293] العنایۃ شرح الھدایۃ للبابرتی، 372/2

[294] یہ مسئلہ چاروں فقہی مذاہب (حنفیہ (الھدایۃ للمرغینانی، 129/1؛ بدائع الصنائع للکاسانی، 106/2)، مالکیہ (حاشیۃ الدسوقی، 526/1)، شافعیہ (نھایۃ المحتاج للرملی، 158/3)، حنابلہ (الإنصاف للمرداوی، 310/3)) کے ہاں متفقہ ہے۔ کیونکہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 187 " ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ " کے مطابق روزہ، سورج کے یقینی غروب تک پورا کرنا لازم ہے (الشرح الممتع لابن عثیمین، 396/6) اور حدیث کے مطابق: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔ (بخاری: 1853؛ مسلم: 1100) ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر (مغرب) میں چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو (روزہ دار کیلئے) روزہ کے افطار کا وقت آگیا۔ "؛ معلوم ہوا کہ جب تک سورج کے غروب کا یقین نہ ہو، دن باقی رہتا ہے اور شک کی حالت میں کھانا پینا، حد سے تجاوز کرنا اور ایک ایسا عمل ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا۔

[295] عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ۔ (ابوداؤد: 2356، حسن صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز (مغرب) سے پہلے چند تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے۔ اگر تر کھجوریں نہ

افطاری کا موقع اور اس وقت کی دعائیں:

افطاری ایک ایسی روحانی خوشی کا موقع ہے جو مسلمانوں کو پورا مہینہ ملتا رہتا ہے اور اس خوشی کا حقیقی احساس واِدراک انسان کو تبھی ہو گا جب اس کی ملاقات اپنے رب سے ہو گی۔[296] یہ نہایت بابرکت وقت ہے اس لئے دورانِ افطاری اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگیں، کیونکہ یہ دعاؤں کی قبولیت کا وقت بھی ہے اور افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا، ردّ نہیں کی جاتی۔[297] بسم اللہ پڑھ کر افطاری کریں۔ دورانِ افطاری یہ دعا پڑھیں:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ۔[298]

پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اگر اللہ نے چاہا تو (روزے کا) اجر ثابت ہو گیا۔

ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

296 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قَالَ اللهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ۔۔۔لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔(بخاری:7538)۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔۔۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہو گا۔"؛عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔۔۔لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ۔۔۔(مسلم: 1151)۔ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابن آدم کا ہر عمل بڑھا یا جاتا ہے۔نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک (بڑھا دی جاتی ہے)۔۔۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی اس کے (روزہ) افطار کرنے کے وقت کی اور (دوسری) خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت کی۔۔۔"

297 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ۔۔۔ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ۔۔۔(ترمذی: 2526، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "۔۔۔ تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، عادل بادشاہ، روزہ دار جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور مظلوم کی دعا۔۔۔"

298 ابوداؤد: 2359، حسن، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

روزہ افطار کروانے کا ثواب:

ماہِ رمضان برکتوں، رحمتوں اور وسعتوں کا مہینہ ہے۔ اس مہینے کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا بھر میں مسلمان ایک دوسرے کو اپنے دستر خوان پر بیٹھنے کی دعوت دیتے، کھلاتے پلاتے، تقسیم کرتے اور اپنی خوشیوں کے لمحات کو دعوتِ افطار (افطار الصائم) کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے نظر آتے ہیں۔ یہ بہت احسن عمل ہے کیونکہ کسی روزہ دار کو افطار کروانا، اجر وثواب میں روزہ رکھنے والے کے برابر ہے۔[299]

افطاری کروانے والے کیلئے دعا:

جب ایک مسلمان، اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی افطاری کروائے تو مہمان اپنے میزبان کیلئے یہ دعا مانگے:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ۔[300]

تمھارے پاس روزے دار افطار کیا کریں، نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمھارے لیے دعائیں کریں۔

روزے میں وِصال کرنا:

روزے میں وصال کرنا، منع ہے۔ وِصال یہ ہے کہ آدمی جان بوجھ کر دو یا دو سے زیادہ دن تک افطاری نہ کرے، مسلسل روزے رکھے، نہ رات میں کچھ کھائے پیئے اور نہ ہی سحری کے وقت۔ اس نوعیت کا روزہ "وصلی" کہلاتا ہے اور یہ عمل "وصال" کہلاتا ہے۔ یہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے جائز تھا کیونکہ یہ آپ ﷺ کا خاصّہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وصال کی قوت عطا فرما رکھی تھی۔ امّتی کیلئے ایسا کرنا

---

299 عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا۔ (ترمذی: 807، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کسی روزہ دار کو افطار کرواتا ہے تو روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کئے بغیر اسے (یعنی میزبان کو) بھی روزہ دار کے برابر اجر ملتا ہے۔"

300 ابوداؤد: 3854، صحیح، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ

صرف اس حد تک جائز ہے کہ وہ ایک افطاری چھوڑ دے اور اگلے دن سحری تک ضرور کچھ کھا پی لے۔[301]

روزہ دار کی راتیں:

ماہِ رمضان میں افطاری کے بعد اور سحری سے قبل تک، کھانے پینے اور زوجین کے باہمی ازدواجی تعلق کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ حالتِ اعتکاف میں زوجین، باہمی ازدواجی تعلق قائم نہیں کرسکتے۔[302]

---

301 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَا تُوَاصِلُوا فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِينِ۔(بخاری: 1967)۔ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صومِ وصال نہ رکھو۔ اور اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر لے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔؛عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تُوَاصِلُوا، قَالُوا: إِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي، فَلَمْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ، قَالَ: فَوَاصَلَ بِهِمُ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَيْنِ أَوْ لَيْلَتَيْنِ، ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ۔(بخاری: 7299)۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :"تم صوم وصال (افطار و سحر کے بغیر کئی دن کے روزے) نہ رکھا کرو۔" صحابہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" لیکن (اسکے باوجود بھی)لوگ صوم وصال سے نہیں رکے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن یا دو راتوں میں صوم وصال کیا، پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" اگر چاند نہ نظر آتا تو میں اور وصال کرتا(یعنی) آپ ﷺ کا مقصد لوگوں کی سرزنش کرنا تھا۔"

302 أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۔۔۔(البقرۃ: 2: 187)۔ ترجمہ: روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز (اولاد) کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید

ماہِ رمضان میں عمرہ کی ادائیگی:

ماہ رمضان میں عمرہ کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ماہ رمضان میں عمرہ ادا کرنا، اجر وثواب میں حج کرنے کے برابر ہے۔[303] بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔[304] اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ ماہ رمضان میں عمرہ ادا کرنے سے حج کا فریضہ ساقط یا ادا ہو جاتا ہے، بلکہ حج تو اپنے وقت پر ادا کرنا ہی ہو گا البتہ اجر وثواب اور فوائد وبرکات کے اعتبار سے مُعتَمِر (عمرہ کرنے والے) کو صرف ماہ رمضان میں یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

ماہِ رمضان میں ایک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا:

ماہ رمضان میں ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرنے کی صورت میں روزوں کی تعداد میں کمی وبیشی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر زیادتی واقع ہو جائے تو روزہ ترک کرنے کی بجائے نفلی روزہ کی نیت کر لی جائے، اور اگر کمی واقع ہو جائے تو گنتی پوری کرنے کیلئے بقیہ روزے رکھے جائیں، اس لئے کہ رمضان کے روزے فرض ہیں جن کی تعداد کبھی 29 ہوتی ہے اور کبھی 30، اور یہ تعداد کبھی بھی 28 یا 31 نہیں ہو سکتی۔[305]

دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے (اذانِ فجر کا وقت ہو جائے)۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔۔۔

[303] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ۔۔۔ فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً ۔(بخاری: 1782؛ مسلم: 3038)۔ ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاریہ عورت سے فرمایا: ”۔۔۔ جب رمضان آئے تو تم عمرہ کر لینا کیونکہ ماہ رمضان میں عمرہ کرنا، حج کے (ثواب کے) برابر ہے۔“

[304] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ۔۔۔ فَعُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِي۔(مسلم: 3039)۔ ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاریہ عورت ”ام سنان رضی اللہ عنہا“ سے فرمایا: ”۔۔۔ماہ رمضان میں عمرہ کرنا، حج کے یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔“

[305] عن ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ۔(بخاری: 1814؛ مسلم: 1080)۔ ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ہم تو ایک امّی قوم ہیں، لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی حساب کرنا۔ مہینہ یوں ہے اور یوں ہے (آپ ﷺ نے

ماہ رمضان میں زکوۃ کی ادائیگی:

1۔ ماہِ رمضان میں زکوۃ صرف اس مسلمان پر واجب ہوتی ہے جس کے نصاب پر، ماہ رمضان میں، سال پورا ہو جائے۔

2۔ جس شخص کا نصاب (رمضان کی بجائے) کسی اور مہینے میں پورا ہو رہا ہو تو وہ اسی مہینے میں زکوۃ ادا کرے (رمضان کا انتظار مت کرے اور نہ زکوۃ کو رمضان تک مؤخر کرے) اور اس میں کسی قسم کی تاخیر مت کرے کیونکہ یہ گناہ ہے۔[306]

اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے بتایا) یعنی کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔" ؛ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلاَلَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلاَلَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ. فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلاَ نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلاَثِينَ أَوْ نَرَاهُ. فَقُلْتُ أَوَلاَ تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لاَ هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ۔ (مسلم: 1087)۔ ترجمہ: جناب کُریب رضی اللہ عنہ (جو کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے) سے مروی ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا بنت حارث (زوجہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب) نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام کی غرض سے) ملک شام بھیجا۔ میں نے شام آکر ان کا کام (مکمل) کیا اور میں اس وقت شام میں ہی تھا جب رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا، چنانچہ میں رمضان کے آخر میں مدینہ (واپس) پہنچ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے مجھ سے پوچھا کہ تم نے (شام میں) چاند کب دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا کیا تو نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (اگلے دن کا) روزہ بھی رکھا تھا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ ہم نے تو چاند ہفتے کی رات (ایک دن بعد) دیکھا ہے، سو ہم اس حساب سے روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کے تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔ کریب کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے نہیں، ہم کو جناب رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔

[306] قال النووی رحمه الله : يجب إخراج الزكاة على الفور، إذا وجبت، وتمكن من إخراجها، ولم يجز تأخيرها ؛ لقوله تعالى: ﴿وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ والأمر على الفور۔۔۔ (شرح المهذب، 5/308)۔ ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یعنی زکاۃ

3۔ (البتہ) اگر رمضان کے شروع ہونے میں چند دن ہی باقی ہوں تو چند دنوں کے انتظار میں کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ ماہ رمضان میں کسی بھی نیک عمل کا اجر وثواب کئی سو گنا بڑھ جاتا ہے۔[307]

4۔ اگر رمضان کے بعد کسی مہینے میں زکوۃ کا سال پورا ہورہا ہو تو زیادہ ثواب واجر کے حصول کیلئے رمضان میں ہی پیشگی زکوۃ دینا درست ہو گا۔

جب واجب ہوجائے، تو اس کی فوری ادائیگی ضروری ہے، اور بلا وجہ لیٹ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے زکوۃ ادا کرو۔۔۔؛ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتوی ہے۔(مجموع الفتاوی،18/295)

307 سعودی مستقل فتوی کمیٹی "اللجنۃ الدائمۃ" کا اس پر فتوی ہے کہ رمضان کے سبب زکاۃ لیٹ کرنا درست نہیں، الا یہ کہ تھوڑا بہت فرق ہو، جیسا کہ شعبان کی پندرہ بیس کو زکاۃ فرض ہورہی ہو تو پھر رمضان کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔(فتاوی اللجنۃ الدائمۃ،9/398)

ماہِ رمضان کا آخری عشرہ

ماہ رمضان کا ہر دن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں و برکتوں سے لبریز ہوتا ہے لیکن اس کے آخری عشرے (آخری دس دن) میں بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیئے بلکہ عبادت کیلئے اپنی کمر کَس لینی چاہیئے کیونکہ یہ دن بہت زیادہ فضیلت کے حامل ہیں۔ آخری عشرے کی راتوں (خصوصاطاق راتوں) میں جاگ کر قیام اللیل کرنا چاہیئے اور شبِ قدر کو پانے کی جستجو کرنی چاہیئے اس لئے کہ ان میں جس قدر بھی عبادت کر لی جائے، وہ غنیمت ہے۔[308] یہ مغفرت و فضیلت، فضل ورحمت اور سعادت وبرکت کو سمیٹنے کے (رمضان) سیزن کے آخری ایّام ہیں لہذا انہیں بازاروں، شاپنگ سینٹروں اور دیگر امور میں ضائع کرنے کی بجائے نمازوں کی پابندی، ذکر واذکار، توبہ واستغفار اور قرآن کی بکثرت تلاوت میں گزاریں، بلکہ ان دنوں اور راتوں میں عبادت وریاضت میں ایسے مشقت کریں جیسے لوگ چند دن کے کاروباری سیزن کے دنوں میں کرتے ہیں۔[309]

اعتکاف کیا ہے؟اعتکاف کی حکمت اور حقیقت کیا ہے؟

لغوی طور پر اعتکاف کا معنی ٹھہر جانا، جم جانا اور اور کسی مقام پر اپنے آپ کو روک کر رکھنا ہے۔ شرعی طور پر ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں کسی خاص شخص کا تمام دنیاوی مصروفیات ترک کرکے، لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر، محض عبادت کی نیت سے، خود کو فارغ کرکے، مسجد میں آنا اور مخصوص حالت میں ٹھہر جانا، اعتکاف کہلاتا ہے۔[310] اعتکاف، ماہِ رمضان کی ایک ایسی مخصوص و اہم عبادت ہے جس کے ذریعے ایک

---

308 عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ ۔(بخاری:2024)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو جناب نبی کریم ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور ان راتوں میں خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگایا کرتے تھے۔

309 عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔(مسلم: 1175)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جانب نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت میں) اتنی محنت کرتے جتنی اور دنوں میں نہیں کرتے تھے۔

310 لزوم المقام من المسجد من شخص مخصوص على صفة مخصوصة۔(نیل الأوطار، 4/ 279؛ سبل السلام، 2/ 173)؛ الاعتكافُ هو لزومُ الإنسان مَسجدًا لطاعةِ الله سبحانه وتعالى؛ لينفرِدَ به عن النَّاسِ؛ ويشتغِلَ بطاعةِ الله؛

مسلمان کو اپنے کاروبار، اہل خانہ اور تمام امور دنیا سے کٹ کر (منقطع ہو کر) اور یکسو ہو کر، چند دن صرف اللہ کی عبادت کیلئے مسجد میں ٹھہرنے کا خصوصی موقع ملتا ہے۔ مُعتکِف کی مثال اس غلام جیسی ہے جو اپنے آپ کو اپنے آقا کے آگے ڈال دے، پھر کہے کہ میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گی حتی کہ وہ مجھے معاف کر دے اور میرے گناہ بخش دے۔ معتکف کو اپنے گناہوں، غلطیوں اور کوتاہیوں پر رونے کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت، ذکر و فکر، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تقدیس، توبہ واستغفار اور اللہ تعالیٰ کے قرب وخوشنودی کے حصول کا وافر موقع ملتا ہے۔

اعتکاف کا حکم، فائدہ، اہمیت، مقصد اور غرض وغایت:

1۔اعتکاف کا حکم: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرضیتِ رمضان کے بعد کبھی اعتکاف نہیں ترک کیا بلکہ اگر کسی وجہ سے ماہِ رمضان میں اعتکاف نہیں کر سکے تو آپ نے اس کی قضا دی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنّتِ مؤکدہ (کفایہ) ہے۔[311]

2۔اعتکاف کا فائدہ: دورانِ اعتکاف اللہ کی عبادت کیلئے وقف بندے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی قربت حاصل ہوتی ہے اور بندے پر اللہ کی رحمت کے کئی انکشافات ہوتے ہیں۔

3۔اعتکاف کی اہمیت: اعتکاف جیسی عبادت کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے سنجیدگی اور یکسوئی درکار ہے اس لئے اعتکاف کے خواہشمند حضرات وخواتین کو پہلے اس عبادت کی اہمیت وافادیت بتانی اور سکھانی چاہئے۔

4۔اعتکاف کا مقصد: دوران اعتکاف فضول گفتگو، دوستوں سے لمبی چوڑی ملاقاتیں، سحر وافطار کی دعوتیں، غیر محرموں سے چیٹ، بیہودہ تحریروں کا مطالعہ، موبائیل فون کا بکثرت استعمال اور سوشل میڈیا پوسٹنگ سے بھی پرہیز کریں کیونکہ ایسے رویّوں کی بدولت، سب سے الگ تھلگ ہو کر معتکف ہو جانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

5۔اعتکاف کی غرض وغایت: اعتکاف کی غرض وغایت دل کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا،

ويتفرّغ لذلك۔ (مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین،20/155)

311 اعتکاف کے سنت ہونے پر چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اتفاق ہے اور اس پر اہل علم کا اجماع بھی ہے۔

دنیا اور مخلوقات کی مشغولیات اور فکروں سے الگ ہو کر اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا، دل کو گناہ وغفلت سے ہٹا کر اللہ کی اطاعت پر لگانا، دل کو یکسو کرنا اور نفس کو اللہ کیلئے وقف کرنا، دل ودماغ کی پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب مرکوز کرنا، اللہ کے ساتھ خلوت اختیار کرنا، اللہ کی محبت اور ذکر کو دل کا مرکز بنانا، مخلوق کی اُنسیت کی بجائے اللہ کی اُنسیت پیدا کرنا اور آخرت کی تیاری کرنا ہے۔[312]

اعتکاف کی اجازت کس کو ہے؟

اعتکاف کیلئے چند ضروری شرائط ہیں جن کو پورا کرنے والے شخص کا اعتکاف معتبر ہے اور اسے اعتکاف کی اجازت ہے:

1۔ نیّت موجود ہو اور خالصتاً اللہ کیلئے ہو۔

2۔ مسلمان ہو، کیونکہ کافر ومشرک کا اعتکاف صحیح نہیں۔

3۔ عاقل ہو، کیونکہ مجنون وپاگل شخص کا اعتکاف صحیح نہیں۔

4۔ تمییز (سمجھ بوجھ) ہو، کیونکہ غیر ممیز بچوں کا اعتکاف صحیح نہیں۔

5۔ مسجد میں ہو، کیونکہ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ پر اعتکاف کرنا صحیح نہیں، مرد کیلئے اور نہ ہی عورت کیلئے۔

6۔ طہارت کی حالت میں ہو، کیونکہ جنابت، حیض، نفاس کی حالت میں اعتکاف صحیح نہیں۔

7۔ شوہر کی اجازت کے ساتھ ہو، کیونکہ بیوی کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف صحیح نہیں ہو گا۔

8۔ اعتکاف کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنے کیلئے۔ نذر جتنے دن اور جتنے وقت کی مانی ہو اسے پورا کرنا ہو گا۔[313]

9۔ ترجیحاً روزہ دار ہو، بے روزہ شخص کا اعتکاف بھی صحیح ہے۔[314]

---

312 زاد المعاد لابن القیم، 2/87؛ تبیین الحقائق للزیلعی مع حاشیۃ الشبلی، 1/348

313 یہ شرائط چاروں فقہی مکاتب فکر کے اہل علم کے ہاں مسلمہ ہیں۔ مزید وضاحت آرہی ہے۔

314 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ۔ (بخاری: 2032)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد الحرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔؛ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف کیلئے روزہ

اعتکاف کی جگہ اور مقام:

1۔اعتکاف صرف مسجد میں ہے: چونکہ روئے زمین پر مساجد سب سے پاکیزہ جگہیں ہیں اس لئے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے خواہشمند مرد و عورت کیلئے اعتکاف کی جگہ صرف جامع مسجد ہے (جہاں باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا ہو)۔[315] جناب رسول اللہ ﷺ رمضان کا آخری عشرہ مسجد نبوی

شرط ہوتا تو رات کے اعتکاف کی اجازت نہ دی جاتی۔ اور رات کو روزہ رکھنا ویسے بھی ممکن نہیں ہوتا۔؛عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔۔۔فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَالْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔(بخاری: 2033؛ مسلم: 1173)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔۔۔آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں؟(یعنی سوکنوں کی باہمی غیرت کا نتیجہ ہیں)۔پس آپ ﷺ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔؛شوال کے اعتکاف کے ساتھ روزہ لازم نہیں لہٰذا روزے کے بغیر بھی اعتکاف درست ہے۔

[315] ۔۔۔وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔۔۔(البقرۃ: 2: 187)۔ترجمہ:۔۔۔اور (اپنی) عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں (حالت) اعتکاف میں ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔۔۔؛آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ بھی صحیح ہوتا تو مباشرت (جماع) کی حرمت کو مسجد کے ساتھ خاص کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا، حالانکہ جماع اعتکاف کے منافی ہونے پر اجماع ہے۔لہٰذا مساجد کا خصوصی ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف صرف مسجد ہی میں ہوتا ہے۔(شرح الزرقانی علی المؤطا،2/306)؛ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔(ابوداؤد: 2473، حسن صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا کسی مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت کو چھوئے، اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، اور نہ کسی ضرورت سے نکلے سوائے ایسی ضرورت کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں، اور جامع مسجد کے سوا کہیں اور اعتکاف نہیں۔؛اعتکاف کے صرف مسجد میں صحیح ہونے پر اہل علم کا اجماع کئی اہل علم نے نقل کیا ہے۔جیسے ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ، ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ، قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

شریف میں، اعتکاف کا خصوصی اہتمام فرما کر گزارتے تھے[316] اور دنیوی معاملات اور تعلقات ختم فرما دیتے تھے۔ جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے (دوسرا اور تیسرا عشرہ یعنی) بیس دن اعتکاف فرمایا تھا۔[317]

2۔اعتکاف کیلئے کسی مخصوص مسجد کی شرط نہیں: اعتکاف کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ کسی مخصوص مسجد میں ہو اور نہ ہی یہ شرط ہے کہ تین مساجد (مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کے علاوہ کہیں اور اعتکاف کرنا جائز نہیں۔[318] کیونکہ قرآن مجید میں اعتکاف کیلئے ''المساجد'' کا لفظ عام ہے جو روئے زمین کی تمام مساجد کو شامل ہے۔[319]

3۔کس مسجد میں اعتکاف صحیح ہوگا؟ اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہو گا جہاں پنجگانہ نماز کی جماعت

---

316 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔(بخاری: 2025؛ مسلم: 1171)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔

317 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا۔(بخاری: 2044)۔ترجمہ: سیدنا ابو هریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔لیکن جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا، اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔؛عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لاَ يَعُودَ مَرِيضًا وَلاَ يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلاَ يَمَسَّ امْرَأَةً وَلاَ يُبَاشِرَهَا وَلاَ يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلاَّ لِمَا لاَ بُدَّ مِنْهُ وَلاَ اعْتِكَافَ إِلاَّ بِصَوْمٍ وَلاَ اعْتِكَافَ إِلاَّ فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔(ابوداوٗد: 2473، حسن صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا کسی مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت کو چھوئے، اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، اور نہ کسی ضرورت سے نکلے سوائے ایسی ضرورت کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں، اور جامع مسجد کے سوا کہیں اور اعتکاف نہیں۔

318 چاروں فقہی مکاتب فکر کے اہل علم کا یہی فتوی ہے۔

319 الشرح الممتع لابن عثیمین،6/503

ہوتی ہے۔[320] کیونکہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جہاں جماعت نہیں ہوتی، تو معتکف یا تو واجب ترک کریگا یا بار بار مسجد سے نکل کر جماعت والی مسجد جائے گا۔ یہ بار بار باہر نکلنا اعتکاف کے منافی اس لئے ہے کہ اعتکاف کا معنی ہی مسجد میں ٹھہرنا اور عبادت پر قائم رہنا ہے۔[321]

4۔اعتکاف کیلئے جامع مسجد کی شرط: اعتکاف جامع مسجد میں ہی کرنا چاہئے البتہ اگر کوئی شخص ان دنوں میں اعتکاف کرتا ہے جن میں جمعہ نہیں (جیسے ہفتہ سے جمعرات)، تو اس کیلئے غیر جامع مسجد میں اعتکاف کرنا درست ہے۔[322] اس لئے کہ لفظ" المساجد" عام ہے،[323] اور کسی مخصوص مسجد کے ساتھ اسے خاص کرنے کے لیے دلیل درکار ہے۔اگر کوئی شخص جامع مسجد میں اعتکاف نہیں کرتا تو جمعہ پڑھنے کیلئے جامع مسجد جائے گا اور واپس اپنی اعتکاف والی جگہ پر آئے گا۔یعنی غیر جامع مسجد میں اعتکاف بھی اس شرط کے ساتھ جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ جامع مسجد میں اعتکاف کیا جائے۔[324]

5۔مسجد میں دوران اعتکاف جگہ تبدیل کرنا: مسجد میں دوران اعتکاف اگر جگہ تبدیل کرنی پڑتی ہے اور خیمہ ایک جگہ سے دوسری جگہ شفٹ کرنا پڑتا ہے تو اس میں کوئی حرج اور کوئی قباحت نہیں۔ مسجد کے اندر ہر وہ جگہ جو مسجد کا حکم رکھتی ہو، اعتکاف وہیں پر ہو گا، جو جگہ مسجد کا حکم نہیں رکھتی خواہ مسجد کے ساتھ

---

320 المبسوط للسرخسی، 3/106؛ تبیین الحقائق للزیلعی، 1/349؛ الفروع لابن مفلح، 5/137؛ مجموع فتاوی لابن باز، 15/444؛ الشرح الممتع لابن عثیمین،6/509

321 المغنی لابن قدامہ،3/189

322 چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا متفقہ مؤقف یہی ہے:حنفیہ(البنایۃ للعینی،4/128؛بدائع الصنائع للکاسانی، 3/113؛ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، 2/395)، مالکیہ(التاج والإکلیل للمواق، 2/455)، شافعیہ(المجموع للنووی، 6/483؛ مغنی المحتاج للشربینی، 1/450)،حنابلہ(الإنصاف للمرداوی، 3/258؛المغنی لابن قدامہ، 3/189۔190)؛ نیز سلف اہل علم کے ہاں بھی ایسے فتاوی موجود ہیں۔(التمھید لابن عبد البر،8/326)

323 مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین،20/157؛ أحکام القرآن لابن العربی،1/135

324 المبسوط للسرخسی،3/108؛الفروع لابن مفلح،5/140؛شرح منتھی الإرادات للبھوتی،1/501؛شرح السنۃ للبغوی، 6/401؛احکام القرآن لابن العربی،1/180؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین،20/155

متصل ہی کیوں نہ ہو، وہاں پر اعتکاف کیلئے خیمہ نہ لگائیں۔[325]

6۔ مسجد کے ملحقہ مقامات میں معتکف کا جانا اور آنا: معتکف کیلئے مسجد کے اندر مسجد کے ملحقہ مقامات میں آنا جانا جائز ہے۔[326] مثلاً اگر منارہ مسجد کے اندر ہو یا اس کا دروازہ مسجد میں ہو تو اس پر چڑھنا، وہاں جانا جائز ہے۔[327] اسی طرح مسجد کی چھت پر جانا یا وہاں اعتکاف کرنا بھی جائز ہے۔[328] مسجد کا صحن اگر مسجد سے متصل ہو تو وہاں جانا بھی جائز ہے اور اعتکاف درست رہے گا۔[329]

7۔ جگہ کے اعتبار سے سب سے افضل اعتکاف، کس مسجد کا ہے؟ اعتکاف کیلئے سب سے افضل جگہ مسجد حرام، اس کے بعد مسجد نبوی، اس کے بعد مسجد اقصیٰ اور اس کے بعد جامع مسجد کا درجہ ہے۔[330]

اعتکاف کا آغاز اور اس کا طریقہ کار:

1۔ آغازِ اعتکاف کیلئے کوئی مخصوص عمل نہیں: اعتکاف کے آغاز کیلئے کوئی مخصوص نماز یا وظیفہ یا طریقہ نہیں۔ سوائے اس طریقہ کے جو آپ ﷺ کا عمل ہے۔

2۔ اعتکاف کے صحیح ہونے کیلئے باوضو رہنے کی شرط: اعتکاف کے صحیح ہونے کیلئے وضو شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس کا اعتکاف صحیح اور قائم ہے۔ البتہ کوشش یہی ہونی چاہئے کہ اکثر باوضو رہا جائے۔[331]

---

325 ۔۔۔وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔۔۔(البقرۃ:2: 187)۔ ترجمہ:۔۔۔جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔۔۔

326 جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔

327 الإنصاف للمرداوی، 259/3

328 جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے البتہ مالکیہ کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف موجود ہے؛ المغنی لابن قدامہ، 196/3

329 جمہور اہل علم سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے۔

330 چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اس مؤقف پر اتفاق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین مساجد کو دوسری تمام مساجد کے مقابلے میں خصوصی شرف اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جبکہ جامع مسجد کی اہمیت گزر چکی ہے۔

331 مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 268/21

3۔اعتکاف کاآغازاور طریقہ کار: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے آغاز کے وقت کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف موجود ہے۔اس سلسلہ میں اہل علم کے دو رجحانات ہیں:

پہلا رجحان: اعتکاف کا آغاز بیسویں روزے مغرب کے وقت یعنی اکیسویں رات کے غروب آفتاب سے پہلے ہوتا ہے۔[332]

دوسرا رجحان: اعتکاف کا آغاز اکیسویں دن کی فجر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔[333]

---

332 یہ چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا متفقہ مؤقف ہے۔؛ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنَ اعْتِكَافِهِ قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفْ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ ---(بخاری:2027)۔ترجمہ:سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ایک سال آپ ﷺ نے انہی دنوں میں اعتکاف کیا اور جب اکیسویں تاریخ کی رات آئی۔یہ وہ رات ہے جس کی صبح آپ ﷺ اعتکاف سے باہر آ جاتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:" جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔۔۔"؛عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔(بخاری:2026؛مسلم:1172)۔ترجمہ:جناب نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ وفات پا گئے، پھر آپ کی بیویاں آپ کے بعد اعتکاف کیا کرتی تھیں۔؛لفظ"العشر" یعنی دس (ھا کے بغیر)،مؤنث عدد ہے جو عربی زبان میں راتوں کی تعداد کیلئے آتا ہے۔قرآن میں ہے" وَلَيَالٍ عَشْرٍ " یعنی(ذوالحجہ) کی دس راتوں کی قسم!۔چنانچہ رمضان کی آخری دس راتوں کی پہلی رات اکیسویں رات ہوتی ہے۔(المغنی لابن قدامہ،3/208)

333 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ، ان قیم رحمۃ اللہ علیہ، صنعانی رحمۃ اللہ علیہ اور عہد جدید میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے۔؛عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ ---(بخاری:2033؛مسلم:1173)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔میں آپ ﷺ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔اور آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔۔۔

تطبیق وعمل کی صورت: دونوں رجحانات کے پیشِ نظر بہتر صورت یہ ہے کہ اعتکاف کی نیت رکھنے والے افراد، 20 رمضان کو نماز مغرب سے قبل مسجد میں پہنچ جائیں، اپنا خیمہ لگائیں، نماز مغرب ادا کریں، رات مسجد میں گزاریں اور اکیس رمضان نماز فجر کے بعد اپنے خیمہ میں داخل ہو جائیں۔[334]

اعتکاف کا دورانیہ، کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت:

1۔آخری عشرے کا اعتکاف اور اس کی اہمیت: رمضان کے آخری پورے عشرے کا اعتکاف کرنا ہی سنّت ہے۔ اور وقت کے لحاظ سے سب سے افضل واعلیٰ اعتکاف وہ ہے جو رمضان میں کیا جائے اور رمضان میں بھی سب سے زیادہ مؤکد اور افضل اعتکاف آخری عشرے کا ہے۔[335]

2۔صرف ایک رات کا اعتکاف: اگر کوئی فرد کسی ضرورت یا مجبوری کی بناء پر ایک عشرے سے کم مدت اعتکاف کرنا چاہئے تو اس کی کم از کم مدت ایک رات ہے۔[336]

---

334 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ وَإِنَّهُ أَمَرَ بِخِبَائِهِ فَضُرِبَ أَرَادَ الِاعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔۔۔(مسلم: 1172)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو صبح کی نماز پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔اور ایک بار آپ ﷺ نے (مسجد میں) اپنا خیمہ لگانے کا حکم فرمایا۔ وہ لگا دیا گیا اور آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔۔۔

335 چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا اس مؤقف پر اتفاق ہے۔؛ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔(بخاری: 2026؛ مسلم: 1172)۔ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاںتک کہ آپ ﷺ وفات پاگئے، پھر آپؐ کی بیویاں آپ کے بعد اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

336 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ۔(بخاری: 2032)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد الحرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

3۔حسبِ توفیق میسّر دنوں کا اعتکاف: اگر کوئی فرد اعتکاف کرنے میں تاخیر کا شکار ہو گیا ہے تو اس کیلئے دس دنوں کی گنتی پوری کرنا ضروری نہیں، جتنے دن میسر ہوں اتنے دنوں کیلئے اعتکاف کر لے۔ کیونکہ اس معاملے میں وسعت ہے۔

4۔اعتکاف کی کم از کم مدت کا مقرر نہیں: اعتکاف کی کم از کم مدت، شرعاً مقرر و متعین نہیں ہے۔[337]

5۔مدّتِ اعتکاف کی کوئی حد نہیں: اعتکاف کی زیادہ سے زیادہ مدّت کی کوئی حد مقرر و متعین نہیں ہے۔[338]

اعتکاف کو باطل کرنیوالے اور اعتکاف کے منافی کام:

1۔بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلنا۔ لیکن بشری تقاضوں اور فطری ضرورت جیسے قضاءِ حاجت، کھانا پینا، نہانا، کپڑے اور سحری وافطاری یا ضرورت کی چیزیں خریدنا جبکہ کوئی لا کر دینے والا نہ ہو، کیلئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔[339]

2۔اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کرنا یا شہوت وخواہش پوری کرنا۔

3۔نوعمر لڑکوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا اور ان سے نامناسب حرکات (اغلام بازی) کرنا۔

---

337 جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔ کیونکہ سورۃ البقرۃ آیت187 ''وَلا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں اللہ کی رضا کے لیے نیت کے ساتھ جتنا بھی قیام ہو، وہ اعتکاف ہے، چاہے وہ مدت کم ہو یا زیادہ، کیونکہ شریعت نے اعتکاف کے لیے نہ کوئی خاص مدت مقرر کی ہے اور نہ کوئی مخصوص وقت۔ (المحلی لابن حزم، 3/411)

338 کیونکہ سورۃ البقرۃ آیت187 ''وَلا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعتکاف کے لیے نہ کوئی مخصوص وقت مقرر کیا ہے اور نہ ہی کوئی خاص مدت بیان کی ہے، لہٰذا اعتکاف اپنے اصل حکم پر باقی ہے، اور بغیر کسی دلیل کے اس کے لیے کوئی حد مقرر کرنا درست نہیں۔ (المحلی لابن حزم، 3/412)۔؛ بعض اہل علم نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم، 8/68؛ الإعلام لابن الملقن، 5/430)

339 مجموع فتاوی لابن تیمیہ، 26/216؛ نیل الأوطار للشوکانی، 4/266؛ مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین، 20/342

4۔ حالت بیداری میں کسی بھی طریقے سے جان بوجھ کر منی خارج کرنا۔

5۔ عورت کو حیض یا نفاس کا خون جاری ہو جانا۔[340]

6۔ مسلمان شخص کا مرتد ہو جانا۔[341]

7۔ اعتکاف کی نیت کو توڑ دینا۔

8۔ جھوٹ و بہتان باندھنا، چغلی و غیبت بکنا، گالم گلوچ کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا۔

9۔ کاروباری لین دین اور خرید و فروخت کرنا۔

10۔ کرکٹ یا کوئی میچ دیکھنا، ڈرامہ و فلم دیکھنا، غیر محرموں سے گفتگو اور ان سے ملاقاتیں کرنا۔

11۔ موسیقی سننا، سوشل میڈیا لائیو میچ لگانا اور لہو و لعب میں مصروف ہو جانا۔

12۔ سحر و افطار پارٹیاں منعقد کرنا اور دوستوں کا اکٹھ و اجتماع کر کے گپ شپ لگانا۔

13۔ کسی بیمار کی تیمارداری کیلئے یا کسی فوت شدہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کیلئے نکل جانا۔

14۔ بلدیاتی یا عام انتخابات کیلئے یا ان میں شرکت کیلئے ووٹ ڈالنے چلے جانا۔

---

340 معتکفہ کو ایسی صورتحال پیدا ہو جانے پر مسجد سے فوری نکل جانا چاہئے۔ اس کا اعتکاف باطل نہیں ہو گا بلکہ عارضی طور پر رک جائیگا، وہ پاک ہو جانے پر مسجد دوبارہ واپس آکر اپنا اعتکاف شروع کرے اور پچھلے اعتکاف کو ملا کر بقیہ اعتکاف پورا کر لے۔ جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔ نیز سورۃ النساء کی آیت 43: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَقْرَبُوا الصَّلاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا “ کے تحت جس طرح بوجہ جنابت مسجد میں ٹھہرنا منع ہے اسی طرح بوجہ حیض و نفاس ٹھہرنا بھی منع ہے بلکہ حیض و نفاس کا حدث، جنابت کے حدث سے شدید ہے۔ (نیل الأطار للشوکانی، 1/286)؛ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ۔۔۔ (بخاری: 351)۔ ترجمہ: سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو بھی باہر لے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دعاؤں میں شریک ہو سکیں۔ البتہ حائضہ عورتوں کو نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رکھیں۔۔۔

341 فقہی مذاہب اربعہ کے جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔

15۔ سحری وافطاری کے مواقع پر تقریر، خطاب اور ان پروگراموں میں شرکت کیلئے نکل جانا۔

16۔ کسی محفل یا میٹنگ میں شریک ہونے کیلئے مسجد سے نکل جانا۔

17۔ دوران اعتکاف اپنے رب کے ساتھ خلوت نشینی اور لوگوں سے گوشہ نشینی کی بجائے وعظ و نصیحت، تعلیم و تعلم اور دروس و مواعظ میں مشغول ہو جانا۔[342]

یہ سب ممنوع اور اعتکاف کے منافی اعمال ہیں جن سے اعتکاف کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔[343]

حالتِ اعتکاف میں جائز امور:

حالت اعتکاف میں، معتکف شخص کیلئے بعض امور کی اجازت ہے جیسے:

1۔ مسجد میں رہتے ہوئے کسی راہگیر سے سلام ودعا اور اس کا حال پوچھ لینا یا مختصر تیمارداری کرنا۔ یا اپنا گھر اگر مسجد سے متصل ہے تو مسجد میں رہتے ہوئے سر نکال کر گھر والوں سے بات چیت کرنا۔ ملاقاتیوں سے حال احوال پوچھنا۔[344]

---

342 امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شرعی اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے ساتھ خلوت نشیں ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے وقت مسجد میں چادر باندھ لیا کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے ساتھ تنہائی میں وقت گزاریں، اور اس دوران صحابہ کرام کو تعلیم دینے اور وعظ و نصیحت کرنے میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔ اسی لیے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ودیگر کا مشہور مذہب یہی ہے کہ معتکف کیلئے درسِ قرآن اور مجلسِ علم پسندیدہ نہیں، بلکہ اس کا ذکر اور عبادت کیلئے گوشہ نشیں رہنا افضل ہے۔ اور ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ہے۔(مدارج السالکین، 1/263)

343 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتِ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لاَ يَعُودَ مَرِيضًا وَلاَ يَشْهَدَ جَنَازَةً وَلاَ يَمَسَّ امْرَأَةً وَلاَ يُبَاشِرَهَا وَلاَ يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلاَّ لِمَا لاَ بُدَّ مِنْهُ وَلاَ اعْتِكَافَ إِلاَّ بِصَوْمٍ وَلاَ اعْتِكَافَ إِلاَّ فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔(ابوداؤد: 2473، حسن صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا کسی مریض کی عیادت نہ کرے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت کو چھوئے، اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، اور نہ کسی ضرورت سے نکلے سوائے ایسی ضرورت کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، اور بغیر روزے کے اعتکاف نہیں، اور جامع مسجد کے سوا کہیں اور اعتکاف نہیں۔

344 عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلاً فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي

2۔ فطری ضرورت جیسے قضاءِ حاجت، کھانا پینا، نہانا، کپڑے اور سحری وافطاری یا ضرورت کی چیزیں خریدنا جبکہ کوئی لاکر دینے والا نہ ہو، کیلئے مسجد سے باہر نکلنا۔

3۔ مسجد میں کھانا، پینا اور سحری وافطاری کا بندوبست کرنا (بنانا یا پکانا وغیرہ)۔

4۔ مسجد کے غسل خانوں میں نہانا اور قضاءِ حاجت کیلئے ٹوائلٹ استعمال کرنا۔

5۔ مسجد میں رہتے ہوئے تیل لگانا اور کنگھی کرنا۔ مسجد میں موجود ہوتے ہوئے اپنا سر باہر نکالنا تاکہ گھر والے تیل لگادیں، سر دھودیں یا کنگھی کردیں۔[345]

6۔ اچھے کپڑے پہننا، کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا۔

7۔ ناخن تراشنا، حجامت بنوانا، بغلوں کے بال اکھیڑنا اور غسل کے وقت زیر ناف بال مونڈنا وغیرہ۔

لِيَقْلِبَنِي۔۔۔(بخاری: 3281)۔ ترجمہ: سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ (مسجد کے اندر) اعتکاف میں تھے، میں ایک رات آپ کے پاس آپ سے ملنے آئی تو میں نے آپ سے گفتگو کی اور اٹھ کر جانے لگی، آپ مجھے (گھر کی طرف) پہنچانے کے لیے میرے ساتھ اٹھے ۔۔۔؛ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفی الحديث من الفوائد جواز اشتغال المعتكف بالأمور المباحة من تشييع زائره والقيام معه والحديث مع غيره وإباحة خلوة المعتكف بالزوجة وزيارة المرأة للمعتكف۔۔۔(فتح الباری، 2/ 280)۔ ترجمہ: اور اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً یہ کہ معتکف کے لیے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کرسکتا ہے اور غیروں کے ساتھ بات بھی کرسکتا ہے۔ اور اس کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے یعنی اس سے تنہائی میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا، اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آسکتی ہے۔۔۔

345 عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ، إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا ۔(بخاری: 2029 ؛ مسلم: 297)۔ ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا نبی کریم ﷺ مسجد سے (اعتکاف کی حالت میں) سر مبارک میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے، اور میں اس میں کنگھا کر دیتی، نبی کریم ﷺ جب معتکف ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

8۔ جمعہ اور نماز جمعہ کیلئے نکلنا۔[346]

9۔ مسجد میں پڑھائی جانیوالی نماز جنازہ میں شریک ہونا اور تعزیت کرنا۔

10۔ اپنی بیوی سے ملاقات کرنا، گفتگو کرنا اور بعض گھریلو مسائل پر بات چیت کرنا۔[347]

11۔ بغیر شہوت اپنی بیوی کو چھونا اور اپنی بیوی کو مسجد سے باہر تک یا (حالات کے پیش نظر) گھر تک چھوڑنے بھی جاسکتا ہے۔[348]

---

346 اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

347 عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ، فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ: لَا تَعْجَلِي حَتَّى أَنْصَرِفَ مَعَكِ، وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا، فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ أَجَازَا، وَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ: تَعَالَيَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، قَالَا: سُبْحَانَ اللهِ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا۔(بخاری: 2038)۔ترجمہ: سیدنا زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں (اعتکاف میں) تھے آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھی تھیں۔جب وہ چلنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جلدی نہ کر، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ان کا حجرہ دار اسامہ رضی اللہ عنہ میں تھا، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ نکلے تو دو انصاری صحابیوں سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ان دونوں حضرات نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہا۔لیکن آپ نے فرمایا ٹھہرو! ادھر سنو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں (جو میری بیوی ہیں) ان حضرات نے عرض کی، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ شیطان (انسان کے جسم میں) خون کی طرح دوڑتا ہے اور مجھے خطرہ یہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی (بری) بات نہ ڈال دے۔

348 عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي۔۔۔(بخاری: 3281)۔ ترجمہ: سیدہ صفیہ بن حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ (مسجد کے اندر) اعتکاف میں تھے، میں ایک رات آپ کے پاس آپ سے ملنے آئی تو میں نے آپ سے گفتگو کی اور اٹھ کر جانے لگی، آپ مجھے (گھر کی طرف) پہنچانے کے لیے میرے ساتھ اٹھے ۔۔۔؛حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفی الحدیث من الفوائد جواز اشتغال المعتکف بالأمور المباحة من تشييع زائره والقيام معه والحديث مع غيره وإباحة

12۔ نیند کی حالت میں احتلام ہو جانے پر غسل کرنا اور صفائی کا اہتمام کرنا۔[349]

13۔ شدید بیماری کی حالت میں جبکہ مسجد میں طبی امداد پہنچنے کے مواقع نہ ہوں تو علاج کیلئے مسجد سے باہر نکلا جاسکتا ہے۔

14۔ بیہوشی، جنون، پاگل پن، کسی بیماری میں دورہ پڑ جانا وغیرہ، ایسی صورتحال میں اعتکاف منقطع ہو جاتا ہے، لہذا اعتکاف ترک کرنا اور ٹھیک ہو جانے پر دوبارہ وہیں سے شروع کرنا۔[350]

خواتین کا اعتکاف اور اس کی شرائط:

1۔ مسجد کے اندر اختلاط سے محفوظ باپردہ جگہ: خواتین کے اعتکاف کیلئے اگر مساجد میں خصوصی انتظام، محفوظ جگہ اور الگ تھلگ مقام موجود ہو، جہاں مردوں سے اختلاط کا اندیشہ نہ ہو تو، وہ بھی صرف

خلوة المعتكف بالزوجة وزيارة المرأة للمعتكف۔۔۔(فتح الباری، 2/ 280)۔ترجمہ: اور اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں مثلاً یہ کہ معتکف کے لیے مباح ہے کہ وہ اپنے ملنے والوں کو کھڑا ہو کر ان کو رخصت کر سکتا ہے اور غیروں کے ساتھ بات بھی کر سکتا ہے۔اور اس کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت بھی مباح ہے یعنی اس سے تنہائی میں صرف ضروری اور مناسب بات چیت کرنا، اور اعتکاف کرنے والے کی عورت بھی اس سے ملنے آسکتی ہے۔۔۔

349 عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ۔(ترمذی: 1423، صحیح/ اس حدیث کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں)۔ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے لوگ مرفوع القلم ہیں (یعنی قابل مواخذہ نہیں ہیں): سونے والا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ سمجھ بوجھ والا نہ ہو جائے۔

350 جمہور اہل علم کا یہی فتوی ہے سوائے احناف کے۔؛عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَعْقِلَ۔(ترمذی: 1423، صحیح/ اس حدیث کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں)۔ترجمہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے لوگ مرفوع القلم ہیں (یعنی قابل مواخذہ نہیں ہیں): سونے والا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے، اور دیوانہ جب تک کہ سمجھ بوجھ والا نہ ہو جائے۔

مساجد میں اعتکاف کریں کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن، مسجد نبوی شریف میں ہی اعتکاف کیا کرتی تھیں۔[351]

2۔ولی، سرپرست اور شوہر کی اجازت: عورت اپنے ولی، سرپرست یا شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے۔ شوہر یا سرپرست کو حق حاصل ہے کہ وہ عورت کا اعتکاف ختم کروادے۔[352]

---

351 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔(بخاری: 2026؛ مسلم: 1172)۔ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ وفات پاگئے، پھر آپؐ کی بیویاں آپ کے بعد اعتکاف کیا کرتی تھیں۔؛ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ، فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ، وَزَعَمَ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ، فَقَالَتْ: كَأَنَّ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةُ تَجِدُهُ۔(بخاری:309)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا، حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا۔اس لیے خون کی وجہ سے طشت اکثر اپنے نیچے رکھ لیتیں۔ اور عکرمہ نے کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی کا پانی دیکھا تو فرمایا یہ تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے فلاں صاحبہ کو استحاضہ کا خون آتا تھا۔؛اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے خواہ عورت کو استحاضہ کی بیماری ہی کیوں نہ ہو۔

352 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ ﷺ رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَالْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔(بخاری: 2033؛ مسلم: 1173)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ ﷺ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لیے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں؟(یعنی سوکنوں کی

3۔ حالت طہر میں اعتکاف: نیز صرف وہ عورت اعتکاف کی نیت رکھے جو حیض اور نفاس کے خون سے پاک ہو اور غسل واجب سے فارغ ہو چکی ہو۔

4۔ گھر یا گھر کی مسجد یا نماز کے کمرے میں اعتکاف: اس حوالے سے چند امور اہم ہیں، جیسے:

1۔ خاتون کا گھر میں اعتکاف کرنا صحیح نہیں۔[353]

2۔ مساجد سے مراد وہ جگہیں ہیں جو نماز کے لیے بنائی گئی ہوں، جبکہ گھر کا نماز کا کمرہ شرعاً مسجد نہیں اور نہ ہی اس پر مسجد والے احکام لاگو ہوتے ہیں۔[354]

3۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو (جن میں سے ایک کو استحاضہ کا مسئلہ تھا، اس حالت میں) بھی مسجد میں اعتکاف کی اجازت دی تھی[355]، اور یہ کام آپ ﷺ کی اجازت اور حکم کے بغیر ناممکن تھا حالانکہ اگر گھر میں اعتکاف جائز ہوتا تو مسجد میں خیمے لگوانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ دو جائز کاموں میں اگر اختیار پاتے تو آسان ترین طریقہ اختیار کرتے تھے جب تک اس میں گناہ نہ ہو، تو آپ ﷺ گھر میں اعتکاف کا حکم بھی دے سکتے تھے کیونکہ اس میں زیادہ سہولت و آسانی بھی ہے، مسجد بھی ناپاک ہونے سے بچ جاتی ہے اور (استحاضہ کے) خون آلود برتن اٹھانے اور رکھنے کی مشقت سے بھی انسان بچ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ (شرعی طور پر قرار دی جانیوالی) مسجد کے علاوہ کہیں اور

باہمی غیرت کا نتیجہ ہیں)۔ پس آپ ﷺ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔؛ صحیح بخاری حدیث (2045) اور صحیح مسلم حدیث (1173) میں یہ الفاظ ہیں کہ "فاستأذنَتْه عائشةُ، فأذِنَ لها" سیدہ عائشہ نے اعتکاف کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی۔

353 ۔۔۔وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔۔۔ (البقرۃ:2: 187)۔ ترجمہ:۔۔۔جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔۔۔ اس ضمن میں بخاری: 2033 اور مسلم: 1173، حدیث گزر چکی ہے۔

354 المغنی لابن قدامہ، 3/191

355 وہ بھی ایسی صورت میں کہ خاتون کو استحاضہ کا مسئلہ ہو۔ جیسا کہ ابھی صحیح بخاری حدیث نمبر 309 گزری ہے۔ خواہ عورت کو استحاضہ کی بیماری ہی کیوں نہ لاحق ہو۔ وہ اپنی ضروری چیزیں اور سامان رکھ کر اعتکاف مسجد میں ہی جا کر کرے گی۔

بیٹھنا اعتکاف نہیں۔[356]

4۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کیلئے مسجد نبوی میں اپنے خیمے لگوائے تھے۔[357] اگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے لیے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا ممکن ہوتا تو انہیں مسجد میں خیمے لگانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ جیسے وہ مسجد میں جماعت کی بجائے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتی ہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھر میں اعتکاف کا حکم دے دیتے۔[358]

5۔ اعتکاف ایک عبادت ہے۔ جس طرح مرد کیلئے اس عبادت میں مسجد شرط ہے، اسی طرح عورت کے لیے بھی مسجد شرط ہے، بالکل اسی طرح جیسے طواف کے لیے مسجد (حرم) کی شرط

---

356 شرح العمدۃ لابن تیمیہ، 2/743

357 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔ (بخاری: 2033؛ مسلم: 1173)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیمہ کھڑا کرنے کی (اپنے اعتکاف کے لیے) اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں؟ (یعنی سوکنوں کی باہمی غیرت کا نتیجہ ہیں)۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔؛ صحیح بخاری حدیث (2045) اور صحیح مسلم حدیث (1173) میں یہ الفاظ ہیں کہ "فاستأذنته عائشةُ، فأذِنَ لها" سیدہ عائشہ نے اعتکاف کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی۔

358 شرح العمدۃ لابن تیمیہ، 2/740

ہوتی ہے۔[359]

6۔ گھر میں نماز کیلئے مخصوص جگہ نہ ہی حقیقی اعتبار سے مسجد ہے اور نہ شرعی حکم کے اعتبار سے۔ شریعت کی اصطلاح میں بھی اسے مسجد نہیں کہا جاتا۔[360]

بیماری، وفات یا کسی ایمرجنسی کی صورت میں اعتکاف کی قضا:

1۔ نیت کے باوجود اعتکاف ممکن نہ ہوسکے تو: کسی شخص نے رمضان میں اعتکاف کی نیت کی ہو مگر وہ اعتکاف نہ کر سکے، وہ بیمار ہو جائے یا مسافر بن جائے، یا دوران اعتکاف کوئی ایمرجنسی ہو جائے اور اعتکاف ختم کرنا پڑے، تو رمضان کے اعتکاف کی قضا دی جائیگی جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ہو گی۔[361]

2۔ نذر ماننے کے باوجود اعتکاف کا ٹوٹ جانا: اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر مانی ہو مگر کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ جائے یا فاسد ہو جائے تو اس کی قضا لازم ہے۔[362]

3۔ میت کی طرف سے واجب اعتکاف کی قضا: جس شخص نے اپنی زندگی میں اعتکاف کی نذر مانی مگر اعتکاف کر نہ سکا اور فوت ہو گیا، تو اس کے ولی (قریبی وارث) کیلئے اس کی طرف سے اس اعتکاف کی قضا کرنے کے استحباب کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے۔[363] بہتر یہ ہے کہ میت کی طرف سے اعتکاف کی

---

359 المغنی لابن قدامہ، 3/191

360 الشرح الممتع لابن عثیمین، 6/511

361 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔۔۔ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ۔ (بخاری: 2033؛ مسلم: 1173)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔۔۔ پس آپ ﷺ نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

362 بدایۃ المجتہد لابن رشد، 1/318؛ شرح الزرقانی علی المؤطا، 2/314؛ حاشیۃ الروض المربع، 3/493

363 میت کے ولی کیلئے قضا مستحب نہیں، اگر میت نے قضا کی وصیت کی ہو تو میت کی طرف سے (مساکین کو) کھانا کھلا دیا جائے۔ فتاوی دیکھیں: حنفیہ (حاشیہ ابن عابدین، 8/471)، مالکیہ (الذخیرۃ للقرافی، 2/547) اور شافعیہ (المجموع للنووی، 3/372)؛ اس فتوی کے قائل کے دلائل میں سورۃ النجم آیت 39: "وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" (یعنی انسان کو

قضا کی جائے۔[364]

غیر رمضان میں اعتکاف:

اعتکاف خصوصی طور پر رمضان کے آخری عشرے کے ساتھ خاص ہے[365] مگر اعتکاف رمضان کے

وہی ملتا ہے جس کی اس نے کوشش کی) اور سورۃ الإسراء آیت 15 "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى" (یعنی کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی) کے اندر عموم موجود ہے۔

364 ولی کیلئے مستحب ہے کہ میت کی طرف سے اس اعتکاف کی قضا کرے۔ فتاوی دیکھیں: حنابلہ (كشاف القناع للبهوتي، 2/336)، شوافع (المجموع للنووي، 6/372؛ مغني المحتاج للشربيني، 1/439)، ابن عثیمین (الشرح الممتع، 6/454)؛ اس فتوی کے دلائل میں احادیث: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ، فَقَالَ: اقْضِهِ عَنْهَا ۔(بخاری: 2761)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا سعد بن عبادہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا ' انہوں نے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ ایک نذر تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:" ان کی طرف سے نذر پوری کر دے۔"؛ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔ (بخاری: 1952؛ مسلم: 1147) ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر فرض روزے باقی رہ گئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔"؛ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ ۔(بخاری: 1852؛ مسلم: 1148)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے (فرض) روزے ہیں (تو کیا میں اس کی طرف سے قضا دوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:" مجھے بتاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟" اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ کا قرض تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔"؛ اللہ کا قرض جو ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے، نذر کے اعتکاف کو بھی شامل ہے کیونکہ شریعت میں اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب کے خاص ہونے کا نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میت کی طرف سے اعتکاف کی قضا کو روزے کی قضا پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ دونوں عبادات میں رکنا اور نفس کو روکنا مشترک ہے۔ (مغني المحتاج للشربيني، 1/439)

365 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ

دوسرے اور تیسرے عشرے میں بھی کیا جاسکتا ہے۔[366] اور غیر رمضان میں بھی اس کی اجازت ہے۔[367] البتہ غیر رمضان میں یہ مستحب اور سنت ہے لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی شرعی عذر کے بغیر، غیر رمضان میں اعتکاف نہیں کیا۔[368]

اعتکاف سے نکلنے کا وقت:

اعتکاف سے باہر نکلنے کا ایک وقت جواز کا ہے اور دوسرا وقت استحباب کا ہے۔

1۔جواز کا وقت: جب شوال کا چاند نظر آجائے اور عید الفطر کا اعلان ہو جائے تو اعتکاف ختم کر دیں اور گھر واپس آجائیں کیونکہ شوال کا چاند دکھائی دیتے ہی رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا ہے۔[369]

اللهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔(بخاری: 2026؛مسلم: 1172)۔ترجمہ: جناب نبی کریم ﷺ کی زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپؐ وفات پاگئے، پھر آپؐ کی بیویاں آپ کے بعد اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

366 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا۔(بخاری: 2044)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔لیکن جس سال آپ ﷺ کا انتقال ہوا، اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔

367 اس حوالے سے صحیح بخاری حدیث: 2033اور صحیح مسلم حدیث: 1173 گزر چکی ہے جس میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں اپنی زوجات کے خیمے دیکھے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔غیر رمضان میں اعتکاف پر بعض اہل علم کے ہاں اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔

368 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَالَ: فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ۔(بخاری: 2032)۔ ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ مسجد الحرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔

369 یہ چاروں فقہی مذاہب کے اہل علم کا متفقہ موقف ہے۔؛نیز دیکھیں: مجموع فتاوی ورسائل لابن عثیمین،170/20؛ مجموع فتاوی لابن باز،443/15؛فتح الباری،283/4

2۔استحباب کاوقت: مستحب وقت یہ ہے کہ عید کی صبح کو اپنی جائے اعتکاف سے باہر آئیں اور سیدھا عید گاہ جائیں ،پھر عید کی نماز، خطبہ اور دعا سے فارغ ہو کر گھر جائیں۔[370]

---

370 بعض صحابہ و تابعین کا یہی (استحباب والا) دوسرا عمل رہا ہے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مؤطا کے کتاب الاعتکاف میں ایک باب بعنوان ''بَابُ خُرُوجِ الْمُعْتَكِفِ لِلْعِيدِ '' (یعنی معتکف کا نماز عید کیلئے نکلنا) باندھ کر تین روایات ذکر کی ہیں، پہلی روایت: عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ اعْتَكَفَ فَكَانَ يَذْهَبُ لِحَاجَتِهِ تَحْتَ سَقِيفَةٍ فِي حُجْرَةٍ مُغْلَقَةٍ فِي دَارِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُ حَتَّى يَشْهَدَ الْعِيدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ۔(مؤطا امام مالک:648، مقطوع صحیح)۔ترجمہ:جناب سُمی مولیٰ ابی بکر سے روایت ہے کہ ابو بکر بن عبدالرحمٰن اعتکاف کرتے تو سیدنا خالد بن ولید کے گھر میں بند رہنے والی ایک چھت دار کوٹھری میں ضروری حاجت کیلئے جاتے تھے۔ پھر اعتکاف سے تب (نکلتے اور) واپس لوٹتے تھے جب عید کے دن مسلمانوں کے ساتھ (عید گاہ میں) حاضر نہ ہو جاتے۔؛دوسری روایت: عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ رَأَى بَعْضَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا اعْتَكَفُوا الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ لَا يَرْجِعُونَ إِلَى أَهَالِيهِمْ حَتَّى يَشْهَدُوا الْفِطْرَ مَعَ النَّاسِ ۔(مؤطا:648 کے تحت)۔ترجمہ: امام مالک سے مروی ہے کہ میں نے بعض اہل علم کو دیکھا کہ جب وہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے تو عید الفطر کی نماز مسلمانوں کے ساتھ ادا کرنے کے بعد وہ اپنے گھروں میں واپس لوٹتے تھے۔؛تیسری روایت: قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي ذَلِكَ عَنْ أَهْلِ الْفَضْلِ الَّذِينَ مَضَوْا وَهَذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ ۔(مؤطا: 648 کے تحت)۔ترجمہ: امام مالک سے مروی ہے کہ مجھے اہل علم و فضل سے جو گزر گئے یہ مسئلہ (یعنی معتکف کا عید الفطر کی نماز کے بعد گھر جانے کا مسئلہ) ایسے ہی پہنچا ہے۔ اور اس مسئلہ میں جو میں نے خود سنا، یہ قول مجھے سب سے زیادہ پسند ہے (کہ اعتکاف صبح ختم کیا جائے)۔؛ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسلک کو اختیار کرتے ہوئے صحیح ابن خزیمہ میں بعنوان: ''بَابُ وَقْتِ خُرُوجِ الْمُعْتَكِفِ مِنْ مُعْتَكَفِهِ، وَالدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْمُعْتَكِفَ يَخْرُجُ مِنْ مُعْتَكَفِهِ مُصْبِحًا لَا مُمْسِيًا ''(یعنی معتکف شخص کے اپنی اعتکاف گاہ سے نکلنے کے وقت کا بیان اور اس بات کی دلیل کا بیان کہ معتکف اپنی اعتکاف گاہ سے صبح کے وقت نکلے گا، شام کے وقت نہیں)، باندھ کر یہ حدیث ذکر کی ہے: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْوَسَطِ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنَ اعْتِكَافِهِ قَالَ: مَنِ اعْتَكَفَ مَعَنَا فَلْيَعْتَكِفْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَذَكَرَ ۔الْحَدِيثَ بِطُولِهِ۔(صحیح ابن خزیمہ،2243، صحیح)۔ترجمہ:سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے تو آپ نے ایک سال اعتکاف کیا، حتیٰ کہ جب اکیسویں رات ہوئی، جس رات کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعتکاف سے نکلتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شبِ قدر کیا ہے؟

ماہِ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات، لیلۃ القدر یعنی شبِ قدر کہلاتی ہے۔ یہ ایسی رات ہے جو بے شمار برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور ہے کیونکہ اس میں آخری الہامی کتاب، قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اس میں فرشتوں اور ان کے سردار یعنی روح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کا زمین پر یقینی نزول ہوتا ہے۔ یہ خیر وسلامتی والی رات ہے، اس کی عبادت ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اس کی عبادت شریعت میں باقاعدہ متعین کردہ ہے۔[371]

شبِ قدر کا اعتکاف سے تعلق:

شبِ قدر کو تلاش کرنے اور اس کا ثواب حاصل کرنے کیلئے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا مسنون ہے۔[372] تاہم اگر کوئی شخص اعتکاف نہ کرسکے تو بھی وہ ماہِ رمضان کی راتوں کی عبادت،

”جس شخص نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ بھی اعتکاف کرے۔“ اور مکمل حدیث بیان کی۔

371 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔۔۔(بخاری: 1802)۔ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کیا تو اس کے سابقہ (تمام صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔“ ؛ قرآن مجید میں ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۞ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۞ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۞(الدخان: 44: 3۔5)۔؛اسی طرح قرآن مجید میں ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۞ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۞ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۞ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۞ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۞(القدر:97: 1۔5)

372 عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ۔۔۔ قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفْ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ أُرِيتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، وَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ ۔۔۔(بخاری:2027)۔ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ۔۔۔ نے فرمایا: ”جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات (خواب میں) دکھائی گئی، لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اسی کی صبح کو میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں، اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ کی طاق رات میں تلاش کرو۔۔۔“

خصوصاً طاق راتوں کی عبادت میں سستی نہ کرے۔

شبِ قدر کی تلاش اور عبادت کا طریقہ:

1۔ ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے (کوئی ایک رات) لیلۃ القدر (ہر سال ضرور) ہوتی ہے جسے تلاش کرنے اور حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے تلاش کرنے کی باقاعدہ تلقین فرمائی ہے۔[373]

2۔ اس رات کو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس رات قیام کیا جائے اور حالتِ قیام میں حسب توفیق واستطاعت قرآن کی تلاوت کی جائے۔ اس رات قیام کرنا انسان کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔[374]

شبِ قدر کی فضیلت اور اس میں عبادت کی اہمیت:

شب قدر، ایسی عظیم الشان اور بابرکت رات ہے جس میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ اس اکیلی رات (میں عبادت) کی فضیلت قرآن مجید میں 83 سال اور 4 مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ اسی رات روح الامین یعنی

---

373 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔(بخاری: 1913؛ مسلم: 1169)۔ترجمہ:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔"

374 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔۔۔(بخاری: 1802)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کیا تو اس کے سابقہ (تمام صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔"؛ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَمِعْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُولُ۔۔۔ وَوَاللهِ إِنِّي لأَعْلَمُ أَيُّ لَيْلَةٍ هِيَ. هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ صَبِيحَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَأَمَارَتُهَا أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فِي صَبِيحَةِ يَوْمِهَا بَيْضَاءَ لاَ شُعَاعَ لَهَا۔(مسلم:762)۔ترجمہ:سیدنا زر بن حُبیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے۔۔۔اور اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ وہ رات کون سی ہے، یہ وہی رات ہے جس میں قیام کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا، یہ ستائیسویں صبح کی رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس دن کی صبح کو سورج سفید طلوع ہوتا ہے، اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دیگر نورانی فرشتے، اللہ کی اجازت سے بکثرت زمین پر اترتے ہیں۔ اس رات کی عبادت کی بہت قدر و قیمت ہے اور یہ رات بہت خیر و سلامتی والی رات ہے۔ اس میں سارے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے، یہ رات، صبح ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے، یہ پورے سال کی ایسی واحد رات ہے جس کی عبادت اور طریقۂ عبادت، شریعت اسلامیہ میں متعین کردہ اور تاکید شدہ ہے اور اس عبادت پر انسان کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہوں کی بخشش کی خوشخبری ہے۔[375]

شبِ قدر کی دعا:

شب قدر کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر اس رات دیگر دعاؤں کے ساتھ ساتھ، بکثرت یہ مخصوص دعا ضرور پڑھی جائے:

أَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔[376]

اے اللہ تو معاف کرنیوالا، کرم کرنیوالا ہے، تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہذا مجھے معاف فرمادے۔

شبِ قدر کی علامات:

---

[375] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ۔۔۔(بخاری:1802)۔ترجمہ: سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کیا تو اس کے سابقہ (تمام صغیرہ) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔" ؛ قرآن مجید میں ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۞ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۞ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۞ (الدخان:44: 3۔5)۔؛اسی طرح قرآن مجید میں ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۞ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۞ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۞ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۞ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۞(القدر:97: 1۔5)

[376] عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيُّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ: قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي۔(ترمذی:3513، صحیح)۔ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتائیں کہ اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس رات کیا دعا مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ کہو: اے اللہ! تو معاف کرنیوالا، کرم کرنیوالا ہے، تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہذا مجھے معاف فرما دے۔

شبِ قدر کی پہچان کی کچھ علامات بھی ہیں جن کے ظہور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ رات، شبِ قدر ہے۔ مثلاً شبِ قدر میں جب چاند نکلتا ہے تو ایسے نظر آتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ ہو۔ یہ ایک خوشگوار رات ہوتی ہے جس میں گرمی ہوتی ہے نہ سردی۔ اس کی صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں اور سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدھم ہوتی ہے۔[377]

شبِ قدر سے محرومی:

جو شخص شبِ قدر میں عبادت سے محروم رہ گیا اور اس رات کی خیر وبرکات سمیٹنے سے قاصر رہا، وہ انتہائی بد نصیب اور بدبخت ہے۔[378]

---

377 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ۔(مسلم: 1170)۔ترجمہ: سیدنا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہم نے لیلۃ القدر کا باہمی تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا:"تم میں سے کس کو یاد ہے جب چاند طلوع ہوا اور وہ پیالے کے ایک ٹکڑے کے مانند تھا (وہی رات تھی)۔"؛عَنْ زِرٍّ قَالَ سَمِعْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُولُ ۔ وَقِيلَ لَهُ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ قَامَ السَّنَةَ أَصَابَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ۔ فَقَالَ أُبَيٌّ وَاللهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ إِنَّهَا لَفِي رَمَضَانَ ۔ يَحْلِفُ مَا يَسْتَثْنِي ۔ وَوَاللهِ إِنِّي لأَعْلَمُ أَيُّ لَيْلَةٍ هِيَ. هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ صَبِيحَةِ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَأَمَارَتُهَا أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فِي صَبِيحَةِ يَوْمِهَا بَيْضَاءَ لاَ شُعَاعَ لَهَا۔(مسلم: 762)۔ترجمہ: سیدنا زِر بن حُبیش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے جب کہ ان سے کہا گیا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس نے سال بھر قیام کیا اس نے شب قدر کو پالیا۔ تو ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! وہ رات رمضان میں ہے، وہ بغیر کسی استثناء کے حلف اٹھاتے تھے، اور اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ وہ رات کون سی ہے، یہ وہی رات ہے جس میں قیام کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا، یہ ستائیسویں صبح کی رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس دن کی صبح کو سورج سفید طلوع ہوتا ہے، اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔

378 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلاَّ مَحْرُومٌ۔(ابن ماجہ: 1644، حسن صحیح)۔ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (جب ماہِ) رمضان آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"یہ مہینہ آگیا اور اس میں ایک

شبِ قدر قیامت تک باقی اور موجود ہے:

شبِ قدر صرف عہد رسالت ﷺ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ یہ اب بھی موجود اور باقی ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔[379]

شبینۂ رمضان:

1۔ رمضان کے آخری عشرہ میں شبینۂ رمضان کے نام سے با آواز بلند اسپیکر کھول کر قیام، درس، دعائیں، کھانا پینا، اکٹھ واجتماع کی صورت اختیار کرنا اور ساری مسجد کو رات بھر مصروف کر دینا، ان لوگوں کیلئے اذیت وتکلیف کا باعث ہے جو الگ تھلگ ہو کر تنہائی میں عبادت کرنا چاہتے ہیں۔

2۔ آخری عشرہ یا طاق راتوں میں خاموش عبادت، آواز اندر رکھ کر قرآن کی تلاوت اور غیر علانیہ قیام اللیل ہی اصل سنّت ہے۔

3۔ شبینۂ رمضان یا قیام اللیل کے نام سے ایک رات میں قرآن مجید مکمل پڑھنا، درست نہیں۔ بلکہ جو لوگ قرآن مجید کو صحیح فہم و تدبر کے ساتھ تلاوت کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ سال بھر میں کم از کم تین دن یا تین راتوں تک قرآن مجید کی تلاوت مکمل کریں۔[380] یہی افضل واعلیٰ عمل ہے۔ اور جو لوگ

ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا وہ ہر طرح کے خیر (بھلائی) سے محروم رہا، اور اس (رات) کی بھلائی سے محروم وہی رہے گا جو (واقعی) محروم ہو۔"

379 عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔ (بخاری: 1913؛ مسلم: 1169)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو۔"؛ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ شب قدر ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک موجود ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، 8/57)

380 عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: فِي شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، يُرَدِّدُ الْكَلَامَ أَبُو مُوسَى وَتَنَاقَصَهُ حَتَّى قَالَ: اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ۔ (ابوداؤد: 1390، صحیح؛ یہ حدیث بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں بھی تفصیلا موجود ہے)۔ ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں قرآن کتنے دنوں میں ختم

حصول ثواب وبرکت کیلئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہتے ہیں، ان کو اجازت ہے کہ وہ ایک دن میں بھی پورا قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں۔[381]

نمازِ تراویح میں تکمیل قرآن (ختم قرآن) پر دُعا، درست نہیں:

نماز تراویح، نفل نماز یا فرض نمازوں میں، امام یا مقتدی یا منفرد شخص کیلئے، رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد، قرآن مجید مکمل کرنے پر (ختم قرآن کی) مخصوص دعائیں مانگنا، دعائیہ تقریب کا انتظام کرنا اور کسی قسم

کروں؟ فرمایا: "ایک ماہ میں"، کہا: میں اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوں (ابو موسیٰ یعنی محمد بن مثنیٰ اس بات کو باربار دہراتے رہے) آپ اسے کم کرتے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے سات دن میں ختم کیا کرو"، کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: "وہ شخص قرآن نہیں سمجھتا جو اسے تین دن سے کم میں پڑھے"۔؛ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن فہم پر مبنی ہونی چاہیے، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔ تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرنی چاہیئے اس لئے ایک دن یا رات میں 10 پاروں کی تلاوت کافی ہوتی ہے۔

381 جناب رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک دن یا ایک رات میں قرآن مجید مکمل نہیں پڑھا۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ حَتَّى الصَّبَاحِ۔(ابن ماجہ: 1348، صحیح)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ہی رات میں پورا قرآن پڑھا ہو۔؛ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَا أَعْلَمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ، وَلَا قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحَ، وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ۔(نسائی: 1642، صحیح)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں سارا قرآن پڑھا ہو، یا پوری رات صبح تک قیام کیا ہو، یا رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں۔؛ واضح ہو کہ صحابہ وتابعین کرام اور ائمہ عظام کے کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو 3 دن / رات سے کم مدت میں بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو جو حکم دیا تھا وہ مخاطب کے شوق اور قوت وطاقت کے اعتبار سے تھا۔ متذکرہ حدیث میں تلاوت قرآن کی تحدید وتعیین نہیں ہوتی، یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس میں مذکورہ نہی تحریمی نہیں اور آپ ﷺ کا امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اور یہ بات حدیث کے تمام طرق اور سیاق وسباق سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک تلاوت کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ یہ انسانی قوت ونشاط پر موقوف ہے اور یہ حالات واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔(فتح الباری: 9/ 122؛ فتاوی نذیریہ، 2/10؛ مصنف ابن ابی شیبہ: 8588-8589، 8591، 8594، 8595؛ فضائل القرآن (لابن کثیر)، صفحہ: 255، 257؛ حلیۃ الاولیاء، 9/134؛ شعب الایمان، 2/524 وغیرہ)

طویل دعائیہ سلسلہ کا اہتمام کرنا، شرعی طور درست نہیں۔[382] عبادات کے حوالے سے شرعی اصول یہ ہے:

أنَّ العباداتِ توقيفيّةٌ لاتثبُتُ إلّا بنَصٍّ۔[383]

عبادات توقیفی ہوتی ہیں اور وہ صرف نص سے ہی ثابت ہوتی ہیں۔

فطرانہ کیا ہے اور اس کے کتنے نام ہیں؟

فطرانہ، صدقہ کی ایک قسم ہے جسے ہر مسلمان نے عید الفطر سے قبل ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے کئی نام ہیں، اسے فطرانہ، فِطرہ، صدقہ فطر، زکوٰۃ فطر، زکوٰۃ صوم، زکوٰۃ رمضان، صدقہ رمضان اور صدقہ صوم بھی کہا جاتا ہے۔

فطرانہ کا مقصد اور فائدہ کیا ہے؟

فطرانہ کا مقصد ماہِ رمضان کے اختتام پر روزوں کے مکمل ہو جانے کی خوشی کا اظہار ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ روزوں میں رہ جانیوالی کمی و کوتاہی دور ہو جاتی ہے۔ یا حالت روزہ میں سرزد ہونے والے لغو کام، بے حیائی کی باتوں اور غلطیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس طرح کہ یہ روزے دار کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ یہ صدقہ، معاشرے کے محتاجوں اور مساکین قسم کے لوگوں کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے اور ان کی مدد

382 یہ عمل آپ ﷺ سے ثابت شدہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے کسی ایک سے بھی بسندِ صحیح ثابت نہیں اور ائمہ کرام سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (الشرح الممتع، 4/42؛ 14/226؛ جزء في مرويّات دعاء ختم القرآن (بکر أبو زید)، صفحہ: 290)۔ فقہ حنفی (المحیط البرھانی، 5/313) اور فقہ مالکی (المدخل، 2/299؛ الذخیرۃ (للقرافی)، 2/408؛ المختصر الفقھی (لابن عرفۃ)، 1/ 415؛ المدونۃ الکبری (لسحنون)، 1/288) میں بھی اسی مؤقف کو اختیار کیا گیا ہے جبکہ عہد جدید میں یہی مؤقف علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ احادیث ضعیفہ، 13/ 315، رقم: 6135) اور شیخ عثیمین رحمۃ اللہ علیہ (الشرح الممتع، 4/42) کا بھی ہے۔ البتہ نماز کے علاوہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ایک عمل موجود ہے کہ وہ قرآن مجید مکمل کرنے پر اپنے اہل وعیال کو جمع کرتے اور دعا کیا کرتے تھے۔ (فتاوی ارکان اسلام، صفحہ: 354)

383 جزء في مرويات دعاء ختم القرآن (بکر أبو زید)، صفحہ: 290

وتعاون کا ذریعہ بن جاتا ہے۔[384]

فطرانہ کی شرعی حیثیت اور ادائیگی کا وقت کیا ہے؟

یہ ہر چھوٹے (بچے) بڑے، آزاد و غلام، مرد و عورت، امیر و غریب اور روزہ دار و غیر روزہ دار سب پر فرض ہے۔اس صدقہ کو گھر کا سربراہ یا سرپرست عید الفطر کی نماز سے پہلے سب گھر والوں کی طرف سے ادا کرے۔عید سے ایک دو دن پہلے ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ،لیکن نماز عید کے بعد ادا کرنا اس لئے جائز نہیں کہ اس وقت یہ عام صدقہ بن جائے گا۔صحابہ کرامؓ تو عید الفطر سے ایک یا دو دن قبل ہی فطرانہ ادا کر دیا کرتے تھے۔[385]

---

384 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ۔(ابوداؤد: 1609، حسن)۔ترجمہ:سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر صائم کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے، لہٰذا جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہو گا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہو گا۔

385 عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ۔(بخاری: 1503)۔ترجمہ:سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دی تھی۔غلام ' آزاد ' مرد ' عورت ' چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ ﷺ کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔؛عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ۔(بخاری:1509)۔ترجمہ:سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے پہلے نکالنے کا حکم دیا تھا۔؛ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ ـ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ ـ عَلَى الذَّكَرِ وَالأُنْثَى، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما يُعْطِي التَّمْرَ، فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيرًا، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِي عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِي عَنْ بَنِيَّ،

فطرانہ کتنا اور کیا ادا کرنا ہے؟

راجح اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ فطرانہ، غلّے ہی کی کسی ایک جنس جیسے کھجور، جَو، پنیر، مُنقّیٰ (یا کشمش) اور گندم میں سے ایک صاع (غلے اور اناج کی پیمائش والا ٹوپہ) وزن کے برابر دیا جائے۔[386] ایک صاع کی مقدار ایک صاع حجازی ہے جو 2 کلو 100 گرام کا ہوتا ہے۔ بعض اہل علم نے اصل وزن اڑھائی کلو قرار دیا ہے۔ عموماً جو اجناس بطور بنیادی غذا استعمال ہوتی ہیں، جیسے کہ ہمارے یہاں (پاکستان میں زیادہ تر) گندم اور چاول وغیرہ، ان میں سے فطرانہ ادا کرنا چاہئے لیکن بہتر یہی ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت کے اعتبار سے ان اجناس میں سے کسی ایک جنس کے مطابق فطرانہ ادا کرے۔ البتہ مستحقین کی مصلحت وضرورت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اجناس کی قیمت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

فطرانہ کا مستحق کون ہے؟

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما يُعْطِيهَا الَّذِينَ يَقْبَلُونَهَا ، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ۔(بخاری: 1511)۔ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر۔ یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان۔ مرد، عورت، آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دیا تھا۔ پھر لوگوں نے آدھا صاع گیہوں اس کے برابر قرار دے لیا۔ لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں کھجور کا قحط پڑا تو آپ نے جو صدقہ میں نکالا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے سب کی طرف سے یہاں تک کہ میرے (یعنی نافع کے) بیٹوں کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر ہر فقیر کو جو اسے قبول کرتا، دے دیا کرتے تھے۔ اور لوگ صدقہ فطر ایک یا دو دن پہلے ہی دے دیا کرتے تھے۔

[386] عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ . وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالأَقِطُ وَالتَّمْرُ۔(بخاری: 1510)۔ترجمہ: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عید الفطر کے دن (کھانے کے غلہ سے) ایک صاع نکالتے تھے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا کھانا (ان دنوں) جَو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا۔؛ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ ۔ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ ۔ عَلَى الذَّكَرِ وَالأُنْثَى ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ ، صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ۔۔۔(بخاری: 1511)۔ترجمہ: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے صدقہ فطر۔ یا یہ کہا کہ صدقہ رمضان۔ مرد، عورت، آزاد اور غلام (سب پر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دیا تھا۔

فطرانہ کے اصل حقدار و مستحق، فقراء اور مساکین ہیں۔[387] لہذا اسے مصارفِ زکوۃ میں استعمال نہ کریں۔

فطرانہ کسی دوسرے ملک بھیجنا درست ہے:

ضرورت کی بناء پر کسی دوسرے علاقے میں فطرانہ منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کیلئے ضروری امر یہ ہے کہ فطرانہ وہاں کی عید کی نماز سے پہلے مستحقین تک پہنچا چاہیئے۔

[387] عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ۔(ابوداؤد: 1609، حسن)۔ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ،روزہ دار کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے، لہٰذا جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہو گا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہو گا۔

ماہِ رمضان کا اختتام

ماہِ رمضان کا اختتام، شوّال کا چاند دیکھ کر کریں:

1۔ ماہِ رمضان اور روزے رکھنے کا سلسلہ تب اختتام پزیر ہوتا ہے جب ماہِ شوّال کا چاند (ہلال) نظر آجائے۔ ہر ماہ چاند دیکھنے اور نئے مہینے کی تاریخ کا اعلان کرنے جیسے امور کی انجام دہی کیلئے اسلامی ممالک میں ''رؤیت ہلال کمیٹیاں'' موجود ہیں جو سرکاری سطح پر تاریخوں کی نگران کرتی ہیں تاکہ قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام معلوم کرنے میں کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔[388]

2۔ دیگر قمری مہینوں کی طرح ماہِ رمضان بھی، کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 کا۔ اگر رمضان کی 29 تاریخ کو شوّال کا چاند نظر آجاتا ہے تو اس کا مطلب ہے ماہِ شوّال شروع ہو چکا ہے اور کل صبح عید الفطر ہو گی۔ اگر 29 رمضان کو چاند نظر نہ آئے یا پھر مطلع اَبر آلود ہو، تو اس صورت میں رمضان کے 30 دن پورے کرنے کے بعد ماہِ شوّال کا آغاز کریں۔ اسی طرح مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شوّال کے بھی تیس دن پورے کرنے ہیں۔[389]

---

[388] عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لاَ يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلاَثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ۔ (ابوداوٗد: 2325، صحیح)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ماہ شعبان کی تاریخوں کا جتنا خیال رکھتے کسی اور مہینے کی تاریخوں کا اتنا خیال نہ فرماتے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے، اگر وہ آپ پر مشتبہ ہو جاتا تو تیس دن پورے کرتے، پھر روزے رکھتے۔

[389] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ: لاَ تَصُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلاَلَ، وَلاَ تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ۔ (بخاری: 1807؛ مسلم: 1080)۔ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''تم لوگ چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع نہ کرو اور چاند دیکھے بغیر رمضان ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کر لو۔'' ؛عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاَثِينَ۔ (بخاری: 1909؛ مسلم: 1081)۔ ترجمہ: سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چاند ہی دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند ہی دیکھ کر روزہ موقوف کرو اور اگر بادل ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔''

3۔ مسلمانوں کو شوق سے ماہِ رمضان کی طرح ماہِ شوّال کا چاند (ہلال) تلاش کرنا اور دیکھنا چاہئے۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنّت وطریقہ ہے اور خود صحابہ کرامؓ بھی اسی سنّت وطریقہ کی پیروی کرتے ہوئے بہت شوق سے رمضان اور عیدین کے چاند دیکھا اور تلاش کیا کرتے تھے۔

رمضان اور شوّال کے چاند کی گواہی کا فرق:

1۔ رمضان کے چاند کیلئے فردِ واحد کی گواہی معتبر ہے: ملک کے کسی حصے میں بھی، اگر کسی ایک شخص (معتبر مؤمن / مسلمان) کو چاند نظر آجائے تو اس اکیلے کی گواہی معتبر ہو گی اور روزے رکھنے کا آغاز کیا جائیگا۔[390]

2۔ شوال کے چاند کیلئے دو افراد کی گواہی معتبر ہے: روزوں کا اختتام شوّال کے چاند کی رؤیت پر تب ہو گا جب کم از کم دو افراد گواہی دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے۔ کیونکہ شوّال اور ذو الحجہ کے مہینوں کی ابتداء کیلئے دو معتبر مسلمان مردوں یا ایک مسلمان مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔[391]

---

390 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ۔ (ابوداؤد: 2342، صحیح)۔ ترجمہ:۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا، میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

391 عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا. زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ ۔(ابوداؤد:2339، صحیح)۔ ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں رمضان کے آخری دن لوگوں میں (چاند کی رویت پر) اختلاف ہو گیا، تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام میں چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کرنے اور عید گاہ چلنے کا حکم دیا۔؛ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْحَارِثِ الْجَدَلِيِّ ، قَالَ: خَطَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَقَالَ: أَلَا إِنِّي قَدْ جَالَسْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَسَأَلْتُهُمْ، أَلَا وَإِنَّهُمْ حَدَّثُونِي، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، وَانْسُكُوا لَهَا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَتِمُّوا ثَلَاثِينَ، وَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ، فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا۔ (مسند احمد: 18915، صحیح لغیرہ، اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی میں کچھ ضعف ہے)۔ ترجمہ: حسین بن الحارث الجدلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، کہتے

3۔ شوّال کے چاند کی واحد گواہی کا حکم: کسی شخص نے شوال کا چاند اکیلے دیکھا، نہ اس پر قاضی نے فیصلہ

ہیں ایک مرتبہ عبدالرحمن بن زید بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ نے یومِ شک کے حوالے سے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس میں بیٹھا ہوں اور میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ اور قربانی کرو اور اگر بادل چھائے ہوں تو تیس کا عدد پورا کرو اور اگر دو مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دے دیں تو روزہ رکھ لیا کرو اور عید منالیا کرو۔" ؛عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الْجَدَلِيُّ مِنْ جَدِيلَةَ قَيْسٍ، أَنَّ أَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ، نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا۔۔۔ فَقَالَ (عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ): بِذَلِكَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ۔(ابوداؤد: 2338، صحیح)۔ترجمہ: ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ ہم سے حسین بن حارث جدلی نے (جو جدیلہ قیس سے تعلق رکھتے ہیں) بیان کیا کہ امیر مکہ نے خطبہ دیا پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم چاند دیکھ کر حج ادا کریں، اگر ہم خود نہ دیکھ سکیں اور دو معتبر گواہ اس کی رویت کی گواہی دیں تو ان کی گواہی پر حج ادا کریں۔۔۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔؛اس کی تائید جمہور فقہاء کے ہاں بھی موجود ہے: واما هلال شوال فلا يقبل فيه إلا شهادة اثنين عدلين في قول الفقهاء جميعهم إلا أبا ثور فانه قال يقبل قول واحد، وإليه ذهب ابن حزم رحمه الله ورجحه الشوكاني في النيل وغيره ۔ (مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، 6/450)۔ترجمہ: جمہور فقہاء کرام کے نزدیک ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو گواہوں کی گواہی کی ضرورت ہے، ایک عادل گواہ کی گواہی کافی ہوگی سوائے ابو ثور کے اور یہی مسلک ابن حزم اور شوکانی کا ہے۔جمہور کی تائید شیخ ابن باز کے کلام سے ہوتی ہے۔؛ شیخ ابن باز کا فتوی ہے: يثبت دخول الشهر وخروجه بشاهدي عدل فأكثر ويثبت دخوله فقط بشاهد واحد لأنه ثبت عن النبي ﷺ انه قال فان شهد شاهدان فصوموا وأفطروا ويثبت عنه ﷺ أنه أمر الناس بالصيام بشهادة ابن عمر رضي الله عنهما وبشهادة أعرابي ولم يطلب شاهدا آخر عليه الصلوة والسلام۔(مجموع فتاویٰ ابن باز ،5/173)۔ترجمہ: مہینے کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا ثبوت دو یا زیادہ عادل گواہوں سے ثابت ہوتا ہے، اور صرف مہینے کے شروع ہونے کا ثبوت ایک ہی عادل گواہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے،کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب دو گواہ گواہی دیں تو تم روزہ رکھو اور عید کرو۔اور نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی پر اور اسی طرح ایک دیہاتی (اعرابی) کی گواہی پر بھی، اور آپ ﷺ نے اس پر کسی دوسرے گواہ کا مطالبہ نہیں فرمایا۔

دیا اور نہ لوگوں نے عید کا اعلان کیا۔ تو ایسا اکیلا شخص نہ روزہ توڑ سکتا ہے اور نہ تنہا عید منا سکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھے گا اور انہی کے ساتھ عید منائے گا۔[392]

4۔ دو افراد کی گواہی میں حکمت: حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے بیان میں حکمت یہ ہے کہ رمضان اور عید کا فیصلہ اجتماعی طور پر ہوتا ہے۔ کسی کو انفرادی وذاتی رؤیت کا دعوی کرکے الگ عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے اختلاف، انتشار اور فتنہ پیدا ہو گا۔ نیز اکثریت کا چاند نہ دیکھ پانا، فردِ واحد کی رؤیت پر شبہ ڈالتا ہے[393] کہ عین ممکن ہے عادل، دیانتدار اور ثقہ ہونے کے باوجود اس شخص سے غلطی ہوئی ہو اور اس نے کوئی ستارہ یا بادل کا ٹکڑا دیکھ لیا ہو یا اس کو وہم لاحق ہو گیا ہو، یا اپنے تخیل میں وہ چاند دیکھ رہا ہو جبکہ وہ چاند کی بجائے کوئی اور چیز ہو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۔۔۔كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ۔۔۔[394]

۔۔۔(ان کے اعمال) کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ۔۔۔[395]

---

392 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّونَ۔ (ترمذی:697، صحیح)۔ ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صیام کا دن وہی ہے جس دن تم سب روزہ رکھتے ہو اور افطار کا دن وہی ہے جب سب عید الفطر مناتے ہو اور اضحیٰ کا دن وہی ہے جب سب عید مناتے ہو۔" ؛اس حدیث کو درج کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں: وَفَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: إِنَّمَا مَعْنَى هَذَا أَنَّ الصَّوْمَ وَالْفِطْرَ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَعُظْمِ النَّاسِ۔ یعنی بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ صوم اور عید الفطر اجتماعیت اور سواد اعظم کے ساتھ ہونا چاہیئے۔؛ جمہور فقہاء کا مؤقف بھی یہی ہے: حنفیہ (الهداية للمرغينانی، 1/121؛ مجمع الأنهر لشيخی زاده، 1/351؛ الفتاوى الهندية، 1/198)، مالكيہ (التاج والإكليل للمواق، 2/389)، حنابلہ (الإنصاف للمرداوی، 3/196-197؛ المغنی لابن قدامہ، 3/166)

393 البحر الرائق لابن نجيم، 2/286

394 النور:24: 39

395 اس سلسلہ میں صحابی رسول ﷺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے جب وہ 100 سال کی عمر کے قریب تھے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک موقع پر رمضان کا چاند تلاش کر رہے تھے۔ اس گروہ میں ایاس بن معاویہ

نیا چاند (ہلال) دیکھ کر دعا پڑھنا:

ہر مہینے نیا چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہئے، اسی طرح جب ماہِ شوّال کا چاند دیکھیں، تو بھی یہی دعا پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔[396]

اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرمادے۔(اور اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

شوّال کے چاند کی اطلاع تاخیر سے ملے تو کیا کرنا ہے؟

1۔ اگر 29 رمضان کو مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے شوال کا چاند دکھائی نہ دے تو اگلے دن روزہ رکھ کر رمضان کے 30 دن پورے کریں۔

2۔ اگر 29 رمضان کو چاند نظر آنے کی شہادت موصول نہیں ہوئی اور اگلے دن 30 رمضان کا روزہ رکھ لیا گیا۔ پھر اطلاع ملی کہ شوال کا چاند تو رات کو نظر آگیا تھا مگر ہمیں اطلاع تاخیر سے پہنچی، تو اس صورتحال میں کیا کیا جائے گا؟ اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر یہ اطلاع زوال آفتاب سے پہلے پہنچے تو روزہ توڑ دیں اور عید الفطر کی نماز ادا کریں۔ کیونکہ شرعاً شوال کا مہینہ رات کو شروع ہو چکا تھا اور دن کا روزہ غلط فہمی میں رکھا گیا تھا۔[397]

دوسری صورت: اگر یہ اطلاع زوال آفتاب کے بعد پہنچے تو بھی روزہ توڑ دیں مگر عید الفطر اگلے دن منائیں۔[398]

رحمہ اللہ بھی تھے جو اپنی فہم و فراست کی وجہ سے مشہور تھے۔ اچانک سیدنا انسؓ نے پکارا: أنا رأیت الھلال ھو ذاك! یعنی میں نے چاند دیکھ لیا ہے، وہ ادھر ہے! انہوں نے اپنی انگلی سے ایک جانب اشارہ کیا مگر لوگوں کو اس سمت چاند دکھائی نہیں دیا۔ اس پر ایاس بن معاویہؒ نے اٹھ کر سیدنا انسؓ کے آنکھوں کے بالوں کو سنوارا اور پھر پوچھا کہ اب آپ کو چاند نظر آرہا ہے؟ وہ بولے نہیں۔ تب لوگوں کو پتا چلا کہ سیدنا انسؓ کے آنکھ کے سامنے ان کا ایک سفید بال آگیا تھا جسے وہ چاند سمجھ رہے تھے۔(وفیات الأعیان لابن خلکان، 1/226)

396 ترمذی: 3451، صحیح، عن طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

397 اس مسئلہ پر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام اہل علم کا اجماع ہے۔(التمھید لابن عبد البر، 14/358-359)

398 عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ

3۔ اگر رات کی بجائے دن کو شوال کا چاند نظر آجائے، خواہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں[399]، روزہ نہیں توڑا جائے گا،[400] اس دن کو رمضان ہی شمار کیا جائیگا[401] اور اگلے دن عید ہو گی۔[402]

أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا. زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔(ابوداوٗد:2339، صحیح)۔ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں رمضان کے آخری دن لوگوں میں (چاند کی رویت پر) اختلاف ہو گیا، تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام میں چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کرنے اور عید گاہ چلنے کا حکم دیا۔؛ عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔(ابوداوٗد:1157؛نسائی:1558، صحیح)۔ترجمہ:ابو عمیر بن انس کے ایک چچا سے جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، روایت ہے کہ کچھ سوار نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے وہ گواہی دے رہے تھے کہ کل انہوں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ نے انہیں افطار کرنے اور دوسرے دن صبح ہوتے ہی اپنی عید گاہ جانے کا حکم دیا۔؛اس مسئلہ پر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام اہل علم کا اجماع ہے۔(التمھید لابن عبد البر،14/358۔359)؛شرح سنن ابن ماجہ، مولانا عطاء اللہ ساجد،رقم:1653؛شرح بلوغ المرام، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری، رقم:386

399 دن میں چاند دیکھنا شرعی اعتبار سے مستقل نہیں، بلکہ اسے رات کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، اور زوال کے بعد کی رؤیت میں تو اجماع ہے کہ وہ آنے والی رات ہی کے لیے ہوتی ہے۔چند اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اگر رؤیت قبل الزوال ہو تو ممکن ہے کہ وہ چاند گزری ہوئی رات کا ہو۔یہ دوسرا قول، جمہور کے خلاف ہے اور عملی طور پر غیر معتمد رہا ہے۔رؤیت بعد الزوال پر اجماع ہے کہ وہ آنے والی رات کا چاند ہے۔رؤیت قبل الزوال پر جمہور کا بھی یہی موقف ہے جبکہ دن میں قبل الزوال رؤیت کو اسی دن کی رؤیت ماننا غیر معتبر قول ہے۔ اس ضمن میں اجماع کے دلائل دیکھیں:حنفیہ(فتح القدیر للکمال ابن الھمام،2/313)،مالکیہ(بدایۃ المجتہد لابن رشد،1/284؛الذخیرۃ للقرافی،2/492؛ شرح الزرقانی علی الموطا، للزرقانی،2/229)۔

400 اس ضمن میں صحابہ کرامؓ کے آثار موجود ہیں۔مثلا:عن شقيقٍ قال: جاءنا كتابُ عُمَرَ ونحن بخانقينَ، قال في كتابِه: إنَّ الأهِلَّةَ بعضُها أكبَرُ مِن بَعضٍ، فإذا رأيتُمُ الهلالَ نهارًا، فلا تُفطِرُوا حتى يشهَدَ شاهِدانِ أنَّهما رأَياه بالأمسِ۔(مصنف عبد الرزاق:9431؛السنن الکبری للبیھقی:7984؛حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے التلخیص الحبیر،2/814 میں

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے:

1۔ شوّال کا چاند نظر آنے کی اطلاع مل جائے تو رکھا ہوا روزہ بھی توڑ دیں۔

2۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔[403]

اس کی سند کو صحیح لکھا ہے)۔ترجمہ: جناب شقیق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خانقین میں تھے کہ ہمارے پاس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "چاند بعض دوسرے چاندوں سے (کبھی) بڑے ہوتے ہیں، اس لئے اگر تم دن کے وقت چاند دیکھو تو افطار نہ کرو، جب تک دو گواہ اس بات کی شہادت نہ دیں کہ انہوں نے اسے کل رات دیکھا تھا۔؛عن سالِمِ بنِ عَبدِ اللهِ بن عُمَرَ: أنَّ ناسًا رأَوْا هلالَ الفِطرِ نَهارًا، فأتَمَّ عبدُ اللهِ بنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عنهما صيامَه إلى اللَّيلِ وقال: لا، حتى يُرَى مِن حيثُ يُرَى باللَّيلِ۔(السنن الکبری للبیہقی، 7986؛ ابن ابی شیبہ:9450؛ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع، 273/6 پر اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے)۔ترجمہ: سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے دن کے وقت عید الفطر کا چاند دیکھا لیکن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا روزہ رات تک مکمل کیا اور فرمایا: "نہیں، افطار نہیں کریں گے، جب تک چاند اس مقام سے نہ دیکھا جائے جہاں سے رات میں دیکھا جاتا ہے۔"؛ایسے آثار سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی موجود ہیں اور صحابہ کرامؓ میں اس مسئلہ پر کوئی اختلاف موجود نہیں۔(البیان للعمرانی،478/3)

401 اس مسئلہ پر اصولی دلیل وہی حدیث ہے جو گزر چکی کہ "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو"۔اس حدیث میں رؤیت سے مراد دن کی رؤیت نہیں بلکہ غروب آفتاب کے بعد رات کی رؤیت ہے، کیونکہ اسلامی مہینہ مغرب سے شروع ہوتا ہے، دن کی رؤیت سے نیا مہینہ شرعاً ثابت نہیں ہوتا، اور یقین، شک پر مقدم ہے۔(حاشیہ ابن عابدین،392/2)

402 اس مسئلہ نمبر 3 پر فقہی مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے۔ فتاوی دیکھیں:حنفیہ(حاشیہ ابن عابدین، 392/2؛ بدائع الصنائع للکاسانی، 82/2؛ الفتاوی الھندیۃ، 197/1)، مالکیہ(الشرح الکبیر للدردیر، 512/1؛ بدایۃ المجتھد لابن رشد، 284/1؛ الذخیرۃ للقرافی، 492/2)، شافعیہ(فتح العزیز للرافعی، 286/6؛ البیان للعمرانی، 477/3)، حنابلہ(الإنصاف للمرداوی، 193/3؛المغنی لابن قدامہ،173/3)؛اس ضمن میں دیگر اہل علم کے بھی متعدد فتاوی ہیں۔

403 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْأَضْحَى، وَيَوْمِ الْفِطْرِ۔(مسلم: 1138)۔ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنوں کے روزوں سے منع فرمایا: "ایک قربانی کے دن اور دوسرا فطر کے دن۔؛عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللهِ

شوّال کے چاند کی رؤیت کن علاقوں کیلئے معتبر ہو گی؟

1۔ جس علاقے میں شوال کا چاند دیکھا گیا ہے اس سے مشرق میں واقع دیگر علاقوں کیلئے یہ رؤیت صرف اسی صورت معتبر ہو گی جب ان کا مطلع مختلف نہ ہو۔ جو علاقے مطلع کے اعتبار سے قریب قریب ہوں اور ان کے طلوع و غروب میں معمولی سا فرق ہو، تو ان علاقوں میں سے کسی ایک کی رؤیت، دوسروں کیلئے معتبر ہو گی۔ عہد صحابہ کرام میں مدینہ اور شام کا مطلع مختلف شمار کیا جاتا تھا اس لئے رمضان اور عیدین میں فرق ہوتا تھا۔[404]

صلى الله عليه وآله وسلم عَنْ صَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ الْأَضْحَى ۔(مسلم:1140)۔ ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو روزوں، فطر کے دن اور قربانی کے دن (کے روزوں) سے منع فرمایا ہے۔

404 عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلاَلَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلاَلَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلاَلَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ. فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلاَ نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلاَثِينَ أَوْ نَرَاهُ. فَقُلْتُ أَوَلاَ تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لاَ هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ۔(مسلم:1087)۔ ترجمہ: جناب کُریب رضی اللہ عنہ (جو کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے) سے مروی ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا بنت حارث (زوجہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب) نے مجھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام کی غرض سے) ملک شام بھیجا۔ میں نے شام آکر ان کا کام (مکمل) کیا اور میں اس وقت شام میں ہی تھا جب رمضان کا چاند نظر آگیا۔ میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا، چناچہ میں رمضان کے آخر میں مدینہ (واپس) پہنچ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے مجھ سے پوچھا کہ تم نے (شام میں) چاند کب دیکھا تھا۔ میں نے عرض کیا ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا کیا تو نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (اگلے دن کا) روزہ بھی رکھا تھا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ ہم نے تو چاند ہفتے کی رات (ایک دن بعد) دیکھا ہے، سو ہم اس حساب سے روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کے تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔ کریب کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے نہیں، ہم کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی حکم دیا ہے۔؛

عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا. زَادَ

2۔ بعض علماءِ فلکیات کا یہ کہنا ہے کہ مطلع، پانچ سو میل کی مسافت پر مختلف ہو جاتا ہے۔ مثلا پاکستان کے کسی مغربی مقام کی رؤیت اس کے مشرقی حصہ سے،جو کہ پانچ سو میل سے دور کی مسافت پر ہو، کے حق میں معتبر نہ ہو گی۔[405] لیکن مشرق والوں کی رؤیت مغرب میں رہنے والوں کے لیے بلا کسی قید مسافت کے معتبر مانی جائے گی۔

خَلَفٌ فِی حَدِیثِہِ: وَأَنْ یَغْدُوا إِلَی مُصَلَّاهُمْ ۔(ابوداؤد: 2339، صحیح)۔ترجمہ:ربعی بن خراش سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں رمضان کے آخری دن لوگوں میں (چاند کی رویت پر) اختلاف ہو گیا، تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام میں چاند دیکھا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کرنے اور عید گاہ چلنے کا حکم دیا۔؛عَنْ أَبِی عُمَیْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ ۔(ابوداؤد: 1157، صحیح)۔ترجمہ:ابو عمیر بن انس کے ایک چچا سے جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں، روایت ہے کہ کچھ سوار نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے وہ گواہی دے رہے تھے کہ کل انہوں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ نے انہیں افطار کرنے اور دوسرے دن صبح ہوتے ہی اپنی عید گاہ جانے کا حکم دیا۔

405 رمضان المبارک کے فضائل واحکام ،مولانا عبید اللہ مبارکپوری، صفحہ: 102؛ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، 6/428-429

ماہِ شوال کے روزے

شوال کے چھ روزے اور ان کا حکم:

ماہ رمضان کے بعد شوال کے چھ نفلی روزے رکھیں۔ یہ روزے رکھنا ایک شرعی اور مستحب عمل ہے۔[406]

شوال کے چھ روزوں کا اجر وثواب:

1۔ جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد چھ روزے شوال کے بھی رکھے، وہ شخص اللہ کے ہاں اجر وثواب میں ایسا ہے جیسے اس نے سارا سال روزے رکھے ہوں۔[407]

2۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کی ایک نیکی، دس گنا تک اجر وثواب کا باعث ہوتی ہے[408]، اس اصول کے مطابق رمضان کے روزے 10 مہینوں کے روزوں کے برابر ہوئے۔ اس کے بعد 6 روزے شوال کے شامل کر لئے جائیں تو یہ 2 مہینوں کے روزوں کے برابر ہونگے۔ اس طرح اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔اور جس شخص کا یہ مستقل معمول بن جائے وہ اللہ کے ہاں ہمیشہ روزہ رکھنے والوں میں لکھا جائے گا۔[409]

---

406 امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَقَدِ اسْتَحَبَّ قَوْمٌ صِيَامَ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ۔(ترمذی:569، حسن، عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ)۔ترجمہ:اہل علم کی ایک جماعت نے اس حدیث کی رو سے شوال کے چھ دن کے روزوں کو مستحب کہا ہے۔

407 عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔(مسلم:1164)۔ترجمہ:سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ (پورے سال) مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے۔"

408 مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔(الانعام:6: 160)۔ترجمہ: جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

409 صحیح الترغیب والترھیب، 1/421

3۔ اگر رمضان 29 دن کا بھی ہو تو بھی اجر وثواب 30 روزوں کا ہی ملتا ہے۔ وہ اس طرح کہ رمضان کے 30 روزے اور شوال کے 6 نفلی روزے ملا کر تعداد 36 ہو جاتی ہے۔ ایک نیکی کا ثواب 10 گنا کے اصول کے حساب سے 36 کا 10 گنا، 360 ہو گا جبکہ قمری سال کے دن 360 سے کم ہوتے ہیں۔ اس لئے جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھ کر شوال کے چھ نفلی روزے رکھے، وہ اس حساب سے 360 روزوں کے اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

شوال کے چھ روزے کب اور کیسے رکھیں؟

یہ چھ روزے یکم شوال کے بعد، پورے ماہِ شوال کے اندر، کسی بھی تاریخ کو، متواتر بھی رکھے جاسکتے ہیں اور ناغے کے ساتھ بھی۔ اس معاملے میں وسعت ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔[410] البتہ کوشش کریں کہ اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھیں بلکہ جمعرات اور جمعہ، یا جمعہ اور ہفتہ، دو دنوں کا ملا کر رکھیں۔[411]

شوال کے چھ روزوں کے فوائد:

1۔ شوال کے یہ چھ روزے، ماہِ رمضان میں رکھے گئے روزوں کی کمی وبیشی اور نقص کو پورا کرتے ہیں اوراس کے عوض میں ہیں، کیونکہ روزہ دار سے کمی بیشی ہو جاتی ہے اور گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے۔ اس لئے روزہ قیامت انسان کے فرائض میں جو بھی کمی ہو گی وہ اس کے نوافل سے پوری کی جائے گی۔[412]

---

410 امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: وَاخْتَارَ ابْنُ الْمُبَارَكِ أَنْ تَكُونَ سِتَّةَ أَيَّامٍ فِي أَوَّلِ الشَّهْرِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ، أَنَّهُ قَالَ: إِنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ مُتَفَرِّقًا فَهُوَ جَائِزٌ۔(ترمذی:569، عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ)۔ ترجمہ: اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے کہ یہ روزے مہینے کے ابتدائی چھ دنوں میں ہوں اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شوال کے چھ دن کے روزے الگ الگ دنوں میں رکھے تو یہ بھی جائز ہے۔؛ سعودی مستقل فتوی کمیٹی کا بھی یہی فتوی ہے۔(فتاوی لجنہ دائمہ،10/391)

411 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ۔(بخاری:1985)۔ ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”کوئی بھی شخص جمعہ کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھتا ہو۔“؛ اسی ضمن میں دیگر احادیث بھی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

412 عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ أَكْمَلَهَا كُتِبَتْ لَهُ

2۔ ماہ شوال میں چھ روزے رکھنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ پورا سال راضی ہوتا ہے۔[413]

شوال کے روزوں سے پہلے رمضان کے چھوڑے گئے روزے مکمل کریں:

اگر کسی فرد (مرد وخاتون) سے ماہِ رمضان کے روزے کسی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں اور وہ شوال کے چھ روزے بھی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ سال بھر کے روزوں کا اجر حاصل کرے، اس پر لازم ہے کہ ماہِ شوال میں پہلے رمضان کے روزوں کی قضاء میں روزے رکھے اور پھر شوال کے مہینے میں ہی شوال کے چھ روزے رکھے تاکہ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کی اتباع ممکن ہو۔ اور یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب رمضان کے روزوں کی گنتی مکمل ہو جائے۔[414] اور حدیث میں بھی یہی تلقین ہے کہ پہلے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے۔

نَافِلَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَكْمَلَهَا قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ لِمَلَائِكَتِهِ: انْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ، فَأَكْمِلُوا بِهَا مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيضَتِهِ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ۔(ابن ماجہ:1426، صحیح)۔ترجمہ:سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہو گی، اگر اس نے نماز مکمل طریقے سے ادا کی ہو گی تو نفل نماز علیحدہ لکھی جائے گی، اور اگر مکمل طریقے سے ادا نہ کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا: دیکھو، کیا میرے بندے کے پاس نفل نمازیں ہیں، تو ان سے فرض کی کمی کو پورا کرو، پھر باقی اعمال کا بھی اسی طرح حساب ہو گا۔“

413 امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، قَالَ: كَانَ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُ صِيَامُ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ، فَيَقُولُ: وَاللهِ لَقَدْ رَضِيَ اللهُ بِصِيَامِ هَذَا الشَّهْرِ عَنِ السَّنَةِ كُلِّهَا۔(ترمذی:569، عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ)۔ترجمہ: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب ان کے پاس شوال کے چھ دن کے روزوں کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتے: اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ اس ماہ کے روزوں سے پورے سال راضی ہے۔

414 فتاوی لجنہ دائمہ،10/392

ثریّا اِسحاق ٹرسٹ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن کا مختصر تعارف

(نزد باغبانپورہ، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ)

یہ ادارہ گزشتہ قریبا 15 سال سے اپنے محدود وسائل کے باوجود، علاقائی سطح پر دینی، فلاحی اور اصلاحی اعتبار سے، مفت خدمت کے امور سرانجام دے رہا ہے۔ادارے کی جانب سے شائع کردہ مختلف کتابیں، صبح وشام کے اذکار ودعائیں، فرض نمازوں کے بعد اذکار ودعائیں اور روزمرہ کی اہم دعائیں، اسٹیکرز اور پاکٹ سائز کتاب کی صورت میں حاصل کریں۔اپنی دنیا وآخرت سنوارنے اور اپنے مرحومین کے لیے صدقہ جاریہ بننے کے لیے چھپوانے کے لیے رابطہ کریں:

(03338147420/03216400497)

ادارے کے تحت کئی فلاحی ورفاحی منصوبے چل رہے ہیں۔ جیسے لاوارث میتوں کی تغسیل، تجہیز اور تکفین، لاوارث مریضوں کا علاج ومعالجہ اور خدمت، گمشدہ افراد کو ان کے اہل خانہ سے ملانے کی کوشش کرنا، لاوارث میتوں اور افراد کیلئے ایمبولینس اور ڈیڈ باڈی فریزر مہیا کرنا اور لاوارث افراد کو مستقل شیلٹر مہیا کرنا وغیرہ شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

مصنف کی دیگر کتب

- ☆ تفہیم الاذکار (اردو/ انگلش)
- ☆ الوداعی تقریب ''Farewell Party'' نصیحت یا تفریح؟
- ☆ عیدین کے احکام ومسائل
- ☆ صحت، بیماری، موت اور جنازہ
- ☆ راستوں کے حقوق
- ☆ تاریخ واصول تفسیر (مختصر)
- ☆ معاشرتی عدم برداشت
- ☆ امام ابن تیمیہؒ، ایک نظریہ، ایک تحریک
- ☆ امام ابن تیمیہؒ کا تصور جہاد اور معاصر فکر تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ
- ☆ مسئلہ تکفیر
- ☆ خوارج کی تکفیر کا مسئلہ اور ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ
- ☆ مسئلہ ارتداد
- ☆ اقدامی اور دفاعی جہاد
- ☆ نماز میں ہماری غلطیاں
- ☆ سعودیوں/وہابیوں کے ہاتھوں فلسطین فروشی کا دعویٰ۔ تحقیقی، تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ
- ☆ فرض نماز کے بعد مسنون اذکار اور دعائیں (پاکٹ سائز)
- ☆ صبح وشام کے مسنون اذکار اور دعائیں (پاکٹ سائز)

ثریا اسحاق ٹرسٹ اینڈ ویلفیئر فاؤنڈیشن
نزد باغبانپورہ، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ، پنجاب، پاکستان (03338147420/03216400497)